مجلس تحقیقات شرعیہ

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل



مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

مجموعہ مقالات مجلس تحقیقات شرعیہ ۲۰۲۵ء

محمد نصر اللہ ندوی
استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر
مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء،
ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ، یوپی، پن کوڈ: 226007
E-shariahacademynadwa@gmail.com
www.mtsnadwa.org

تفصیلات

نام کتاب	:	قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل
نام مرتب	:	مولانا محمد نصر اللہ ندوی
صفحات	:	۳۲۲
سن اشاعت	:	اکتوبر ۲۰۲۶ء
قیمت	:	

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ملنے کے پتے:

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۔ مکتبہ ندویہ، احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳۔ مکتبہ احسان، نزد شباب مارکیٹ، ندوہ روڈ، لکھنؤ

فہرست

*	عناوین	صفحہ
۱	مقدمہ: مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی	۵
۲	پیش لفظ: مفتی عتیق احمد بستوی	۷
۳	عرض مرتب	۹
*	باب اول: تمہیدی امور	*
۴	سوالنامہ	۱۲
۵	تجاویز	۱۵
۶	تلخیص: مولانا محمد نصراللہ ندوی	۱۶
۷	عرض مسئلہ: ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی	۲۷
*	مقالات	*
۸	مفتی اقبال احمد ٹنکاروی	۴۳
۹	مولانا اختر امام عادل قاسمی	۵۹
۱۰	مفتی شاہجہاں ندوی	۶۷
۱۱	مفتی راشد حسین ندوی	۸۱
۱۲	مفتی عثمان بستوی	۹۲
۱۳	مفتی حبیب اللہ قاسمی	۱۰۵
۱۴	مفتی ذاکر نعمانی	۱۲۵
۱۵	ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس ندوی	۱۴۳
۱۶	مولانا رحمت اللہ ندوی	۱۵۸

۱۷	مفتی سعد نور قاسمی	۱۷۲
۱۸	مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی	۱۸۲
۱۹	ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی	۱۸۹
۲۰	مفتی محمد اشرف قاسمی	۱۹۵
۲۱	قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی	۲۰۷
۲۲	مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی	۲۱۹
۲۳	مفتی شکیل منصور قاسمی	۲۲۶
۲۴	مولانا خورشید احمد اعظمی	۲۳۴
۲۵	مولانا محمد ممتاز خان ندوی	۲۴۱
۲۶	مولانا محمد قمر الزماں ندوی	۲۵۵
۲۷	مولانا محمد صابر حسین ندوی	۲۶۷
۲۸	مولانا عبید اللہ ندوی	۲۸۰
۲۹	مفتی جنید احمد قاسمی	۲۹۲
۳۰	ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری	۳۰۲
۳۱	مفتی جمیل احمد نذیری	۳۰۸
۳۲	مفتی ثناء الہدی قاسمی	۳۱۲
۳۳	ڈاکٹر فہیم اختر ندوی	۳۱۶
۳۴	مفتی نثار احمد گودھروی	۳۱۹

مقدمہ

بلاشبہ یہ دین اسلام ہی کا امتیاز ہے کہ اس کی تعلیمات انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہیں، بلکہ دنیا میں اس سے متعلق جو چیزیں ہیں ان کے سلسلہ میں بھی بھرپور رہنمائی موجود ہے، اگر دیکھا جائے تو قبرستان بھی اسی کا ایک حصہ ہے جہاں مسلمان شرعی تعلیمات کے مطابق مرنے والوں کو دفن کرتے ہیں، بہ ظاہر شہر خموشاں ایک ایسی جگہ ہے جو انسان کو موت کی یاد، دنیا کی بے ثباتی کا احساس اور آخرت کی تیاری کی طرف متوجہ کرتی ہے، لیکن حیرت ہوتی ہے کہ اس جگہ کے متعلق بھی شریعت نے ایسی جزئیات بیان کی ہیں جن کا عشر عشیر بھی دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کرسکتا۔

قبرستان میں جانے کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

”إِنِّی کُنْتُ نَهَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَکِّرُکُمُ الآخِرَةَ۔“ (مسند أحمد بن حنبل: ۱۲۴۹)

(بلاشبہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب ان کی زیارت کیا کرو، اس لیے کہ وہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔)

اللہ کے رسول ﷺ نے صرف قبرستان جانے ہی کی تعلیم نہیں دی، بلکہ وہاں داخل ہوتے وقت کی دعا بھی سکھائی، فرمایا:

”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا أَهْلَ الْقُبُورِ، یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ۔“ (سنن الترمذی: ۱۰۷۳)

(اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، ہم کو اور تم کو اللہ بخشے، تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم بعد میں آنے والے ہیں۔)

اسلام کی ان تعلیمات کے ساتھ شریعت میں ان جزئیات کی بھی پوری وضاحت کی گئی ہے کہ قبرستان کی زمین کی حیثیت کیا ہے، وہ کس کی مِلک ہے، اگر اس جگہ کو کسی دوسرے استعمال میں لانا ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ البتہ ان سب باتوں میں بنیادی طور پر اس چیز کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ قبرستان کے مدفونین کی حرمت پامال نہ ہو، فقہی کتابوں میں فقہائے کرام نے ایسی مختلف صورتوں کے احکام بیان کیے ہیں جن سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ قبرستان کے معاملات میں مدفونین کا احترام، شرعی حدود اور متعلقہ زمین کی حیثیت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

قبرستان سے متعلق بعض جدید مسائل ایسے بھی ہیں جن میں شریعت کی واضح اور بھرپور رہنمائی کی ضرورت ہے، لیکن عام طور پر بہ ظاہر ہمیں ان مسائل کا حل نظر نہیں آتا مثلاً: بعض جگہوں پر قبرستان کے مصارف برداشت کرنے کے لیے یہ حل نکالا گیا کہ قبرستان میں چاروں طرف ستون بنا کر چھت ڈال دی جائے اور اس پر دوکانیں تعمیر ہوجائیں تاکہ قبرستان کی مستقل آمدنی کا ایک ذریعہ ہوجائے۔ اسی طرح بعض علاقوں میں شدت کے ساتھ قبرستان میں جگہ کی تنگی محسوس کی جاتی ہے تو ایسی صورت میں کیا وسیع اراضی خریدنا درست ہوگا؟ یا قبرستان کی جگہ میں مسجد کا استنجاخانہ بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یہ سب وہ اہم سوالات ہیں جن کے متعلق اکثر دارالافتاء اور مفتیان کرام سے عوام رجوع کرتے ہیں۔

مجلس تحقیقات شرعیہ نے اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے سالانہ منعقد ہونے والے فقہی سیمینار میں ''قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل'' کو اپنا موضوع بنایا اور فاضل مفتیان کرام سے علمی وتحقیقی مقالات لکھوائے، الحمدللہ مجلس کو اس موضوع پر اچھا مواد حاصل ہوا اور لوگوں نے بیش قیمت مقالات تحریر کیے، بڑی خوشی کی بات ہے کہ اب ان ہی مقالات کو مجلس کے زیر اہتمام زیور طبع سے آراستہ کیا جارہا ہے۔

میں مبارک باد دیتا ہوں اس کے مرتب محب گرامی مولوی محمد نصر اللہ ندوی' استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کو جنھوں نے ان مقالات پر نظر ثانی کی اور اپنے فقہی ذوق کے مطابق اس کو بہتر طریقہ پر ترتیب دیا، امید ہے کہ انشاء اللہ یہ مجموعہ ایک اہم ضرورت کی تکمیل کا ذریعہ ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اس اشاعت کو قبول فرمائے اور اس میں حصہ لینے والوں کے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین!

بلال عبدالحی حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پیش لفظ

الحمد اللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین، محمد بن عبد اللہ الأمین، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، ومن تبعھم إلی یوم الدین أما بعد!

ستمبر ۲۰۲۵ء کا ساتواں فقہی سیمینار جو مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنو کی جانب سے دار العلوم ندوۃ العلماء میں منعقد ہوا، اس کے تین موضوعات میں سے ایک موضوع ''قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل'' تھا، یہ موضوع ہندوستان کے موجودہ حالات میں خاص طور سے غیر معمولی اہمیت حامل ہے، مجلس نے اس موضوع پر تفصیلی سوال نامہ مرتب کر کے علماء واصحاب افتاء کی خدمت میں روانہ کیا، کئی مہینے کی صورت میں مقالات اور تحریر میں مجلس کو موصول ہوئی، سمینار کی انعقاد سے پہلے ان مقالات، تحریرات اور جوابات کی تلخیص کا کام جناب مولانا محمد نصر اللہ ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کی سپرد کیا گیا، انہوں نے پوری محنت اور خوش اسلوبی سے اس کام کو انجام دیا اور ان کی تیار کردہ تلخیص شائع کر کے سیمینار کے موقع پر شرکاء سیمینار میں تقسیم کی گئی۔

اس اہم موضوع کا عرض مسئلہ تیار کرنے کی ذمہ داری جناب مولانا شاہ جہاں ندوی صاحب کو سونپی گئی، انہوں نے ماشاء اللہ مقالات اور تحریروں میں پیش کردہ آراء اور ان کے اہم دلائل کا احاطہ کرتے ہوئے عرض مسئلہ تیار کیا، جسے اس موضوع سے متعلق سیمینار کی نشست میں پیش کیا گیا اور اس کے بعد شرکاء کا سیمینار میں مختلف سوالات کے بارے میں حتمی آراء اور دلائل پیش کیا اور موضوع پر اچھا مناقشہ ہوا، زیر بحث موضوع پر ہونے والی نشست کی اخیر میں تجاویز کی تیاری کے لئے ایک کمیٹی کا اعلان کیا گیا، اس کمیٹی کے ارکان نے آنے والے مقالات تحریروں، تلخیص مقالات، عرض مسئلہ اور مناقشات کو سامنے رکھتے ہوئے اس موضوع پر جامع تجاویز تیار کی جسے شرکاء سیمینار نے منظور کیا۔

اس موضوع سے متعلق مقالات، تحریروں اور جوابات نیز سیمینار میں ہونے والی کاروائیوں (تلخیص مقالات، عرض مسئلہ، تجاویز وغیرہ) کو کتابی صورت میں مرتب کرنے کی ذمہ داری مجلس تحقیقات شرعیہ کے رفیق اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا محمد نصر اللہ ندوی کے ذمہ کی گئی، جنہوں نے اس موضوع کے مقالات کے کی تلخیص بھی کی تھی، الحمد اللہ انہوں نے حسن وخوبی کے ساتھ اس مجموعہ کو مرتب کیا اور کتابی پیرہن عطا کیا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا

فرمائے۔

ان تمام علماء واصحاب افتاء کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس موضوع پر مفصل یا مختصر تحریریں لکھی مجلس کے سوال نامہ کا جواب دیا اور سیمینار کے موقع پر بحث ومناقشہ میں حصہ لے کر موضوع کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔

عتیق احمد بستوی
ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء لکھنو
۲۰/ اکتوبر/ ۲۰۲۶ء

عرضِ مرتب

الحمد للہ رب العالمین، و الصلاۃ و السلام علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ أجمعین.

قبرستان اسلامی معاشرے کے ان مقدس مقامات میں سے ہے جن سے مسلمانوں کے دینی جذبات، آخرت کی یاد، اموات کے احترام اور اجتماعی ذمہ داریوں کا گہرا تعلق ہے، اسلام نے جس طرح زندہ انسان کی عزت و حرمت کا لحاظ رکھا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی اس کے جسم، قبر اور مدفن کی حرمت کو برقرار رکھنے کی تاکید فرمائی ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے تدفین، قبور کی حرمت، قبرستان کی زمین، قدیم قبور میں دوبارہ تدفین، راستوں، تعمیرات اور قبرستان کے دیگر متعلقہ مسائل کے بارے میں تفصیلی احکام بیان فرمائے ہیں۔

موجودہ دور میں آبادی کے پھیلاؤ، شہروں کی توسیع، زمین کی قلت، نئی سڑکوں اور رہائشی منصوبوں کی تعمیر، قدیم قبرستانوں کے متروک یا غیر واضح ہوجانے اور قبرستانوں کی چہار دیواری و راستوں سے متعلق مختلف مسائل کے باعث متعدد نئے سوالات پیدا ہو گئے ہیں، بعض مقامات پر قبرستان کی زمین کے دوسرے استعمال، قدیم قبروں میں دوبارہ تدفین، راستہ بنانے، تعمیرات کرنے، نماز کی جگہ قائم کرنے اور قبرستان کے انتظام و نگرانی جیسے مسائل بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔

ان مسائل میں محض انتظامی ضرورت، عرف یا زمینی صورت حال کو بنیاد بنانا کافی نہیں؛ بلکہ قبرستان کی شرعی حیثیت، وقف کی نوعیت، سابقہ تدفین، قبروں کی موجودہ حالت، حرمتِ اموات اور اجتماعی ضرورت، ان تمام پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، خصوصاً یہ بات قابل توجہ ہے کہ ہر اس زمین کے بارے میں جس میں کسی زمانے میں تدفین ہوئی ہو، یکساں حکم نہیں لگایا جاسکتا، بعض قبرستان وقف ہوتے ہیں، بعض ذاتی یا خاندانی زمینوں میں قائم ہوتے ہیں، بعض میں مسلسل تدفین ہوتی رہتی ہے اور بعض بہت قدیم ہونے کی وجہ سے متروک ہو چکے ہوتے ہیں، اس لیے ہر معاملے میں اس کی مخصوص صورت حال اور شرعی حیثیت کی تحقیق ضروری ہے۔

قدیم قبور کے بارے میں بھی محض طویل مدت گزر جانے یا قبر کے ظاہری آثار مٹ جانے سے یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ اب وہاں نئی تدفین یا کوئی دوسرا تصرف جائز ہے، اس کے لیے میت کے جسم کی حالت، قبر کی خصوصیت کے باقی رہنے یا ختم ہوجانے اور مقامی حالات کو ملحوظ رکھنا ہوگا، اسی طرح اگر قبرستان کی زمین وقف ہو چکی ہو تو اسے راستہ،

بازار، دکان یا کسی دوسری تعمیر کے لیے استعمال کرنے کا مسئلہ بھی محض انتظامی مصلحت سے حل نہیں کیا جا سکتا۔

قبرستان کی چہار دیواری، راستوں، آمد و رفت، قبروں کی نشان دہی، ریکارڈ کی حفاظت اور ناجائز قبضوں سے تحفظ جیسے انتظامی مسائل بھی اپنی جگہ اہم ہیں، موجودہ حالات میں قبرستانوں کا باقاعدہ ریکارڈ، حدود کی تعیین، نقشہ بندی اور قبروں کی ممکنہ حد تک نشان دہی نہ صرف انتظامی ضرورت ہے بلکہ قبور کی حرمت اور اوقاف کے تحفظ کا بھی ذریعہ بن سکتی ہے۔

ان تمام امور سے واضح ہوتا ہے کہ قبرستان سے متعلق مسائل محض انفرادی فتاوی کا موضوع نہیں رہے، بلکہ ان میں وقف، ملکیت، تدفین، حرمتِ اموات، اجتماعی ضرورت، شہری منصوبہ بندی اور انتظامی مصلحت جیسے متعدد پہلو جمع ہو گئے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ ان مسائل پر اجتماعی غور و فکر کیا جائے اور نصوص شرعیہ، فقہی اصول، معتبر فقہی ذخیرے، عرف صحیح اور موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے قابل عمل رہنمائی فراہم کی جائے، نئے مسائل میں اجتماعی غور و خوض اور فقہی مذاکرے کا یہی مقصد ہے۔

اسی ضرورت کے پیش نظر مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء نے اپنے ساتویں فقہی سیمینار، منعقدہ: ۲۷-۲۸/ستمبر ۲۰۲۵ء میں ''قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل'' کو موضوع بحث بنایا۔ اس موضوع پر ملک کے مختلف علاقوں سے اصحاب اہلِ علم کے مقالات موصول ہوئے، جن میں انہوں نے اپنے مطالعات، تحقیقات اور فقہی بصیرت کی روشنی میں مختلف پہلوؤں پر اظہارِ خیال کیا۔

سیمینار کی نشستوں میں ان مقالات پر تفصیلی مناقشہ، بحث و تمحیص اور غور و خوض ہوا۔ مختلف اہلِ علم نے اپنے علمی مطالعات، فقہی تجربات اور زمینی حقائق کی روشنی میں آرا پیش کیں، طویل علمی مذاکرے کے بعد متفقہ یا ترجیحی آرا کی روشنی میں اہم تجاویز مرتب کی گئیں، تاکہ ان مسائل میں آئندہ رہنمائی کے لئے ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم ہو سکے۔

بعد ازاں ان مقالات، مباحث اور تجاویز کو ایک مستقل مجموعے کی شکل میں مرتب کرنے کی ذمہ داری احقر کے سپرد کی گئی، عام طور پر مقالات میں حذف و اضافہ کی ضرورت پیش نہیں آئی، تاہم ترتیب، املا، حوالہ جات اور طباعتی تقاضوں کے پیش نظر ضروری نظر ثانی کی گئی ہے، اس کے بعد مجموعے کو قارئین اور اہلِ علم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

امید ہے کہ یہ مجموعہ قبرستان سے متعلق قدیم و جدید مسائل کے فہم میں معاون ثابت ہوگا اور فقہائے کرام، مفتیان عظام، اوقاف کے ذمہ داران اور قبرستانوں کے انتظام سے وابستہ حضرات کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنے گا۔

اس موقع پر ہم اپنے استاذ گرامی جناب مولانا عتیق احمد بستوی، سکریٹری مجلس تحقیقات شرعیہ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے احقر پر اعتماد کرتے ہوئے یہ ذمہ داری تفویض فرمائی، اسی طرح برادرِ عزیز محمد ریحان حمید بھی شکریہ کے

مستحق ہیں، جنہوں نے کمپوزنگ اور سیٹنگ کے مراحل میں تعاون کیا۔

اللہ رب العزت ہماری اس حقیر کاوش کو شرفِ قبول عطا فرمائے، اسے امت مسلمہ کے لیے نافع اور مفید بنائے، اور اس علمی سلسلے کو مزید وسعت و استحکام عطا فرمائے، بالخصوص ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی، ناظرِ عام جناب مولانا عمار حسنی ندوی اور مجلس کے روحِ رواں جناب مولانا عتیق احمد بستوی کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، جن کی توجہات، سرپرستی اور علمی حوصلہ افزائی سے مجلس کی تحقیقی و فقہی سرگرمیوں کا کارواں رواں دواں ہے۔

فقط

محمد نصر اللہ ندوی

استاذ، دارالعلوم ندوۃ العلماء

رفیقِ علمی، مجلس تحقیقات شرعیہ

۴/ اکتوبر ۲۰۲۶ء

سوالنامہ برائے ساتواں فقہی سیمینار

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

الحمد للہ مسلمانوں نے پورے ملک میں جہاں بہت سی اراضی مختلف قسم کے کار خیر میں وقف کی ہیں، وہیں بڑے پیمانہ پر مسلمان اموات کی تدفین کی غرض سے قبرستان وقف کر رکھے ہیں، تقریباً ملک کے تمام شہروں، دیہاتوں اور قصبات میں قبرستان پائے جاتے ہیں، بعض بعض مقامات پر بڑی بڑی اراضی اس مقصد کے لئے وقف ہیں، لیکن حالات کی ستم ظریفی ہے کہ بے شمار جگہوں میں قبرستان کی اراضی پر غیروں سے زیادہ خود اپنوں نے قبضہ کر رکھا ہے، اور ناجائز قبضوں کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے۔ بہت سی جگہوں پر مسلمانوں نے توجہ دی اور کمیٹیاں بنا کر کسی قدر تحفظ کا سامان بھی کیا۔ بعض ریاستی سرکاروں نے بھی گھیرابندی میں مدد کی، خود مسلمانوں نے بھی بے شمار قبرستانوں میں چہار دیواری کے ذریعہ تحفظ کا کام کیا۔

اس پس منظر میں بہت سی جگہوں میں چہار دیواری دکانوں کی شکل میں کردی گئی تاکہ تحفظ کے ساتھ قبرستانوں کی آمدنی بھی ہو اور اس سے نظام قبرستان میں مدد مل سکے۔ اس نقطہ نظر سے بعض اصحاب افتاء نے چہار دیواری اور اس میں دکانوں کی تعمیر کے جواز پر فتوے بھی دیئے ہیں۔

اسی سلسلہ میں قبرستان کی بعض کمیٹیوں کی طرف سے درج ذیل سوالات کئے جارہے ہیں، جن کے مفصل اور مدلل جوابات کی درخواست آپ حضرات سے کی جارہی ہے:

۱- اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریباً دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

۲- اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورتحال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجود قبرستان میں پلر دیکر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے

جسکی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

۳۔قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمدورفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہو گیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہوجاتا ہے، کمیٹی اس صورتحال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جبکہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

۴۔بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجاخانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجاخانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں، جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمدورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجاخانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجاء خانے وغیرہ بنائے جا سکتے ہیں؟

۵۔ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجاخانہ اور بیت الخلا بنائے جاسکتے ہیں؟

۶۔ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں، لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بدلگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہورہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کردیئے جائیں تو کیا شرعاً اسکی گنجائش ہوگی۔اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اور فتوے بھی آئے ہیں لیکن ان دنوں مسلمانوں اور ان کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غوروفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشاواقف کے خلاف تصور تو نہیں کیا جائے گا؟ اگر ادارہ قائم کردینے سے اراضی کا تحفظ ہوتو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر

دیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہوتو کیا یہ صورت شرعا درست ہوگی؟

۷۔ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں، کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

۸۔بعض علاقے جہاں کاشکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل وبھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں، کیا اسکی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دیکر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

تجاویز بابت قبرستان کے چند جدید مسائل

۱۔جن قبرستانوں میں پہلے سے بنی ہوئی مسجد میں وضوخانہ نہ ہو، وہاں ایسی جگہ وضوخانہ اور استنجاءخانہ بنایا جا سکتا ہے، جہاں قبریں موجود نہ ہوں۔

۲۔اگر قبرستان وسیع ہو تو ضرورت کے وقت خالی جگہ میں مسجد ،وضوخانہ اور استنجاء خانہ بنانے کی گنجائش ہے،لیکن قبرستان تنگ ہو تو تعمیر مسجد کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ یہ مقصد وقف کے خلاف ہے۔

۳۔تحفظ قبرستان کے پیش نظر وسیع قبرستان کی خالی جگہ کو عارضی طور پر تعلیم یا کسی اور جائز مقصد کے لیے کرائے پر دیا جا سکتا ہے،لیکن معاہدہ میں یہ صراحت ضروری ہے کہ یہ قبرستان کی زمین ہے اور آئندہ تدفین کے لیے ضرورت پڑنے پر اس کو واپس کرنا لازم ہوگا۔

۴۔قبرستان کی خالی جگہ میں جنازہ گاہ بنانا جائز ہے، بشرطیکہ سامنے قبر نہ ہو یا ہو تو کوئی حائل (آڑ) موجود ہو۔

۵۔عام حالات میں قبرستان کو کھلیان، اور باڑہ وغیرہ کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

تلخیص نگار: مولانا محمد نصر اللہ ندوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس موضوع پر کل ۲۸ / مقالہ موصول ہوئے کچھ مقالے تلخیص کے بعد موصول ہوئے، اس لئے ان کی آراء کو شامل نہیں کیا جاسکا۔

مقالہ نگاروں کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

ڈاکٹر محمد مصطفی عبد القدوس ندوی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاری، ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی شکیل منصور قاسمی، ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا مظاہر عماد حسین قاسمی، ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مفتی محمد اشرف قاسمی، قاضی محمد ارمان قاسمی، مفتی جنید احمد قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا محمد ممتاز خان ندوی، مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا عبد التواب اناوی ندوی، مولانا عثمان بستوی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مفتی ذاکر نعمانی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی نثار احمد، خورشید احمد اعظمی مدنی۔

سوال نمبر (۱) اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریبا دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاروں کی تین آراء ہیں۔

پہلی رائے یہ ہے کہ شرعاً اس بات کی گنجائش ہے کہ قبرستان پر پلر دیکر چھت ڈھال دی جائے اور اوپر دکانیں بنادی جائیں اور ان کی آمدنی قبرستان میں استعمال کی جائے۔

اس رائے کی حاملین: ڈاکٹر محمد مصطفی عبد القدوس ندوی، ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مفتی شکیل منصور قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی محمد اشرف قاسمی، قاضی محمد ارمان قاسمی، مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا قمر الزماں ندوی۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس سے مردوں کی بے حرمتی نہیں ہوگی، منشا واقف کی خلاف ورزی نہیں ہوگی اور

ضرورت اس کی متقاضی ہے، نیز اس سے قبرستان کا مالی فائدہ ہوگا جو وقف کی حفاظت میں ممد ومعاون ہوگا۔

ڈاکٹر مصفطی عبدالقدوس ندوی لکھتے ہیں:

قبر پر تعمیر کی ممانعت کی دو وجہیں ہیں:

(۱) مردوں کی بے حرمتی (۲) قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، جس میں قبروں کو معبود بنانا لازم آتا ہے۔

اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو مساجد بنانے اور قبروں پر نماز پڑھنے سے سختی سے روکا ہے، یہاں دونوں وجہیں نہیں پائی جارہی ہیں، تاریخی اعتبار سے مسجد نبوی کی جگہ مشرکین کا قبرستان تھا، حضور کے حکم سے ان قبروں کو کھودوایا گیا پھر برابر کر دیا گیا اور مسجد نبوی کی تعمیر عمل میں آئی (بخاری، **هل تنبش قبور مشر كى الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد. رقم: ۴۲۸**)

فقہاء نے بوسیدہ قبروں میں دوسرے میت کی تدفین، اسی طرح بوسیدہ قبروں پر بلڈنگ کی تعمیر کو جائز قرار دیا ہے۔ (تبیین الحقائق ۲۴۶/۱، البحر الرائق ۲۱۰/۲)

مفتی راشد حسین ندوی بے حرمتی کے شبہہ کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن سے اوپر ہوجانے کو عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے، لیکن اگر نچلی منزل میں قرآن ہو تو اوپر کی منزل میں رہنے کو خلاف ادب قرار نہیں دیا جاتا، اسی طرح پلر ڈال کر قبرستان کی زمین مسجد کی توسیع کو کئی اصحاب افتاء نے جائز قرار دیا ہے، چنانچہ کتاب النوازل ۳۲۰/۱۴) میں ہے قبرستان میں اس طرح ستون نصب کر کے اوپر مسجد کی توسیع کرنا شرعاً جائز اور درست ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز اور درست نہیں ہے۔ اس کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری، مفتی اقبال احمد ٹنکاروی، ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی اور مفتی جنید احمد قاسمی۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس سے میت کی بے حرمتی ہوگی اور واقف کی منشا کی خلاف ورزی ہوگی اور قبرستان کی زیارت کا جو مقصد ہے وہ اس سے فوت ہوجائے گا نیز یہ قبرستان کی وضع کے خلاف ہے اور اس میں قبرستان کی توہین بھی ہے، اس لئے اس سے احتراز ہی کیا جانا چاہئے۔

شامی میں ہے:

شرط الواقف كنص الشارع ، أى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (شامی ۴۳۳/۴) (مقالہ مولانا صابر حسین ندوی)

إذا وقف أرضا للمقبرة يختص الاستعمال بما وقف له، فلا يجوز تغيير الغرض .(الفتاوى الهندية ۳۶۰/۲) **والأصل أن مافيه اهانة للميت أوأذى له يمنع شرعاً.**(البحر الرائق ۲۱۰/

۲)(مقالہ مفتی حبیب اللہ قاسمی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **انی کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تذکره الآخرة.** (مسند احمد: ۱۲۳۶) (مقالہ ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی)

مفتی اقبال احمد ٹنکاروی لکھتے ہیں:

اس سے قبرستان کی عظمت وحرمت دلوں سے نکل جائے گی نیز وہاں کئی قسم کی لغویات اور بیہودگی (مثلاً دنیاوی گفتگو، بے پردگی، مرد وزن کا اختلاط وغیرہ) وجود میں آئے گی، اس لئے یہ شکل اختیار کرنا مناسب نہیں معلوم ہورہا ہے۔

حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں مردوں کی بے حرمتی اور ان کی توہین سے روکنے کی ہدایت فرمائی۔

قال رسول الله ﷺ: لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا إلیها. (صحیح مسلم: ۹۷۲، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر)

مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی کی رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہوگا۔ ان کی دلیل ہے کہ روایتوں میں قبروں کو روندنے سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح قبروں پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔

الموسوعۃ کے حوالہ سے وہ لکھتے ہیں:

القبر محترم شرعاً توقیراً للمیت، ومن ثم اتفق الفقهاء علی کراهة وطئ القبور والمشی علیها، لما ثبت ان النبی ﷺ نهی أن توطأ القبور. (الموسوعة الفقهیة. ۳۲/۲۴۵)

مولانا سعد نور القاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا ممتاز خان ندوی، کی رائے یہ ہے کہ اگر قبرستان ذاتی ہو تو اسکی گنجائش ہے، عمومی قبرستان میں اسکی اجازت نہیں ہوگی۔

مولانا ممتاز خان ندوی بیضاوی کے حوالہ سے اسکی دلیل نقل کرتے ہیں:

المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف یشاء. (بیضاوی: ۱/۵۶)

اسی طرح شرح المجلہ کی یہ عبارت بھی نقل کی ہے:

کل یتصرف فی ملکه کیف یشاء. (شرح المجلة: ۱/۶۵۶)

سوال (۲) اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموما شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورتحال میں کیا ایسا کیا جا سکتا ہے کہ موجود قبرستان میں پلر دیکر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی

جائے جسکی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

اس مسئلہ میں مقالہ نگاروں کی تین آراء ہیں:

(۱) ایسا کرنا ضرورت کے پیش نظر جائز ہے۔

(۲) اس رائے کے حاملین مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

ڈاکٹر مصطفی عبد القدوس ندوی، مفتی راشد حسین ندوی، مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا سعد نور قاسمی، مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا قمر الزماں ندوی اور مولانا عبد التواب ندوی ہیں۔

مفتی راشد حسین ندوی لکھتے ہیں کہ اصل دفن کرنا ہے، نہ کہ زمین میں دفن کرنا اور جہاں زمین کا ذکر ہے وہ بطور قید احترازی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی کا انتقال سمندر میں ہوجائے تو اس کو سمندر مین دفنایا جائیگا، اسی طرح ضرورت کے وقت تابوت کا استعمال بھی جائز ہے، ان دونوں مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت متوارث طریقے سے انحراف کیا جاسکتا ہے، لہذا چھت کے اوپر بھی دفن کرنا جائز ہوگا، اگر چہ یہ متوارث نہیں ہے بس شرط یہ ہے کہ دوسری منزل پر اتنی مٹی ڈالی جائے کہ صحیح طریقے سے قبر بن جائے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اس کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مفتی اقبال احمد ٹنکاری، قاضی محمد ارمان قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری، ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی جنید احمد قاسمی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مفتی شکیل منصور قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا ممتاز خان ندوی، اور مولانا صابر حسین ندوی۔

ان حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کو مٹی میں دفن کیا گیا، یہ انسانوں کی تدفین کا فطری طریقہ ہے، جس کو اسلام نے **منها خلقنا کم و فیها نعید کم و منها نخرجکم تارة اخری** کے ذریعہ باقی رکھنے کا اعلان کیا ہے۔

(۲) اس میں اضاعت مال ہے، قبروں کی بے حرمتی ہے، متوارث طریقے کے خلاف ہے اور اس بات کا خطرہ ہے کہ سورج کی شعائیں نہ پہنچنے کی وجہ سے تعفن پیدا ہوگا، حشرات ارض کا وجود نہ ہونے کی وجہ سے لاشوں کو فناء ہونے میں دشواری پیدا ہوگی نیز زمین میں جو تطہیر کی صلاحیت ہے وہ چھت میں نہیں ہوسکتی اس لئے قبر کو پختہ بنانا پڑیگا جو کہ درست نہیں ہے۔

لاشوں کو گلانے کے لئے کیمیکل کا استعمال کرنا پڑیگا جس سے مردوں کی بے حرمتی ہوگی، برسات کے موسم میں مردوں کے اعضاء منتشر ہونے کا خطرہ رہے گا، اور اگر کہیں خدانہ خواستہ کبھی زلزلہ آیا تو لاشوں کی بے حرمتی ہوگی۔ان تمام وجوہات اور خدشات کی وجہ سے ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی لکھتے ہیں کہ اگر اس کی اجازت ہوتی تو سب سے زیادہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اس کی ضرورت تھی، مگر عہد نبوی سے آج تک کسی عالم اور فقیہ نے یہ تجویز نہیں پیش کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

سوال (۳) قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمد ورفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہوجاتا ہے، کمیٹی اس صورتحال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جبکہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں عام طور پر مقالہ نگاروں کی تین آراء ہیں:

۱۔ شدید ضرورت کے تحت اس کا استبدال جائز ہے، البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مردوں کی بے حرمتی نہ ہو، اس کا طریقہ یہ اختیار کیا جائے کہ کچھ سالوں کے لیے تدفین روک دی جائے پھر استبدال کیا جائے، اس رائے کے قائلین مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مفتی شاہ جہان ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا صابر حسین ندیم، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا قمر الزمان ندوی، مولانا عبدالتواب ندوی۔

ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ وقف کا مقصد اس سے انتفاع ہے، اگر یہ مقصد کسی وجہ سے فوت ہوجائے تو استبدال کی گنجائش ہوگی، تاکہ واقف کی منشا کی تکمیل ہوسکے، اس کے علاوہ انہوں نے کتب فقہ کے کچھ عبارتیں بھی نقل کی ہیں جن سے جواز کا ثبوت ملتا ہے، علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو یوسف کے قول پر تفریع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر وقف کے بدلے دوسری زمین حاصل کی جائے، جس سے زیادہ پیداوار اور نفع حاصل ہو، تو اس صورت میں استبدال جائز ہے، اور اسی پر فتوی ہے، ''**ان یرغب انسان فیه ببدل اکثر غلة و احسن صقعا فیجوز علی قول ابي یوسف، و علیه الفتوی کما في فتاوی قارئ الهدایة**'' (الدر المختار مع رد المحتار 6/588)۔ (دیکھیے مقالہ ڈاکٹر مصطفی عبدالقدس ندوی)

''**لا یجوز بیع الوقف الا اذا خرب و لم یکن له ریع و احتاج الی البیع للاصلاح**'' (رد المحتار 6/214)۔ (دیکھیے مقالہ: مفتی حبیب اللہ قاسمی)

قاضی کی اجازت سے استبدال جائز ہے، یہ رائے مفتی اقبال ٹنکاروی، مفتی شکیل منصور قاسمی، محمد سعد نور قاسمی، مفتی محمد اشرف قاسمی اور قاضی محمد ارمان قاسمی کی ہے، ان حضرات نے فقہ کے کچھ عبارتوں سے استدلال کیا ہے، جن میں قاضی کی اجازت سے وقف بیچنے کو جائز قرار دیا گیا ہے، **وان تعطل الوقف ولم يكن الانتفاع به ممكنا جاز بيعه او استبداله باذن القاضي.** (فتاوی ہندیہ 5/513)، (مقالہ محمد سعد نور قاسمی)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے، "**اذا ضعف الارض الموقوفة عن الاستغلال و القيم يجد ارضا اخرى بثمنها هي اكثر ربحا كان له ان يبيع هذه الارض ويشتري بثمنها ما هو اكثر ريعاً.**" (تاتارخانیہ 8/63)، (مقالہ مفتی اشرف قاسمی)

"**او اصار الوقف غير صالح لما وقف له جاز استبداله، لا يحقق المقصود نيه.**" (**بدائع الصنائع**، ج ٦، ص ٢١٤)

تیسری صورت یہ ہے کہ اس صورت میں استبدال درست نہیں ہے۔

یہ رائے حافظ کلیم اللہ عمری، ڈاکٹر فہیم اختر ندوی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محبوب فروغ قاسمی، مفتی جنید احمد قاسمی، اور مولانا ممتاز خان ندوی کی ہے۔

ان حضرات نے دلیل کے طور پر کتب فقہ سے کچھ عبارتیں پیش کی ہیں، مثلاً شامی میں ہے: **فاذا تم لزم ولا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن.** (شامي 3/402)

شرط الواقف كنص الشارع اي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (شامي، كتاب الوقف ٤/٤٣٣)، دیکھیے مقالہ مفتی راشد حسین ندوی، مفتی جنید احمد قاسمی۔

بعض مقالہ نگاروں نے استبدال کی شرطوں پر تفصیلی بحث کی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ کن صورتوں میں استبدال درست ہے اور کن صورتوں میں استقبال درست نہیں ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر واقف نے استبدال کی شرط لگائی ہو تو یہ درست ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ واقف نے کوئی شرط نہ نہیں لگائی، لیکن استبدال ہی میں نفع زیادہ ہو، تب بھی درست ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ وقف سے کوئی فائدہ نہ ہو رہا ہو تو قاضی کی اجازت سے استبدال درست ہوگا۔

(دیکھیے مقالہ مفتی اشرف قاسمی، مفتی محمد ارمان قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی)

سوال نمبر (۴) بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنجوقتہ نماز میں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجاخانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجاخانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں، جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود

ہوں گے، لوگوں کی آمد و رفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجا خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجاء خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

اس سلسلے میں مقالہ نگاروں کی دو آراء ہیں۔

۱۔ قبرستان میں بیت الخلا اور استنجاء خانے بنانا درست نہیں ہے، اس رائے کے قائلین مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی جنید احمد قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، قاضی محمد ارمان قاسمی، اور مفتی محمد اقبال ٹنکاروی ہیں۔

ان حضرات کے دلائل۔

۱۔ واقف کی منشا کے خلاف ورزی ہے۔

۲۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں پر تعمیر کرنے، ان کو پختہ کرنے اور ان پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے، **نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يجصص القبر وان يقعد عليه وان يبنى عليه.** (صحیح مسلم ۲۲۸۹)

۳۔ اس سے قبروں کی بے حرمتی اور توہین ہوتی ہے جو کہ درست نہیں۔

دوسری رائے یہ ہے کہ ضرورت کے تحت ایسا کرنا درست ہے۔

اس کے قائلین مندرجہ ذیل حضرات ہیں۔

ڈاکٹر فہیم اختر ندوی، حافظ کلیم اللہ عمری، ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس ندوی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا ممتاز خان ندوی، مولانا قمر الزمان ندوی اور مفتی شاہجہاں ندوی۔

ان حضرات کے دلائل۔

۱۔ **الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت او خاصة.** (الاشباہ والنظائر)

۲۔ **ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه.** (تبیین الحقائق ۱/۲۴۶)

۳۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت مشرکین کی قبروں کو اکھاڑا گیا اور درخت وغیرہ کاٹ کر قبلے کی جانب لگایا گیا۔ (بحوالہ بخاری، الرحیق المختوم ص ۲۸۹)

بعض مقالہ نگاروں نے شرطوں کے ساتھ اجازت دی ہے، مثلاً قبریں بوسیدہ ہو چکی ہوں، قبرستان کے بالکل کنارے ہوں، گندا پانی پھیلنے کا گمان نہ ہو، صرف زائرین کے لیے مخصوص ہو، بعض لوگوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ قبرستان ذاتی ہو، موقوفہ قبرستان میں اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

سوال: (۵) ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجد میں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجد میں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجا خانہ اور بیت الخلا بنائے جاسکتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ قبرستان کے ایک گوشے میں مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ قبرستان وسیع ہو اور آئندہ تدفین کے لیے جگہ تنگ پڑنے کا امکان نہ، ہو نیز جہاں پر مسجد کی تعمیر کی جائے وہاں قبر بوسیدہ ہوچکی ہوں، اور مسجد کے سامنے بھی قبریں نہ ہوں اور جب مسجد کی تعمیر ہو تو اس کے لوازمات یعنی استنجاء خانے اور بیت الخلاء کی تعمیر بھی درست ہوگی۔

اس سلسلے میں اکثر مقالہ نگاروں نے عمدۃ القاری کی ایک عبارت سے استدلال کیا ہے جس سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

قال ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم فيها مسجدا لم أر بذلك باسا، فاذا درست و استغني عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد، لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين. (عمدة القاري، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد ٤/١٧٩)

مفتی راشد حسین ندوی اور مفتی اقبال محمد ٹنکاروی کے رائے ہے کہ ایسی صورت میں کمیٹی کے ذمہ داروں کے مشورہ سے مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔

قاضی محمد ارمان قاسمی، مفتی شکیل منصور قاسمی، ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس ندوی اور مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی کی رائے ہے کی صرف جنازے میں شرکت کرنے والوں کے لیے مسجد تعمیر کرنا شرعی ضرورت وحاجت نہیں ہے، اس لئے یہ درست نہیں ہے۔

مولانا ممتاز خان ندوی اور مولانا عبیداللہ ندوی کی رائے ہے کہ مذکورہ صورت میں مسجد بنانے کی گنجائش ہے، لیکن بیت الخلاء کی اجازت نہیں ہوگی۔

سوال: (۶) ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں، لیکن بد قسمتی سے ان کی طرف نظر بد لگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہو رہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کر دیئے جائیں تو کیا شرعا اسکی گنجائش ہوگی۔ اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اور فتوے بھی آئے ہیں لیکن ان دنوں مسلمانوں اور ان کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر

کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشاواقف کے خلاف تصور تونہیں کیا جائے گا؟ اگر ادارہ قائم کردینے سے اراضی کا تحفظ ہوتو شرعا یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر دیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہوتو کیا یہ صورت شرعا درست ہوگی؟

اس مسئلہ میں تمام مقالہ نگاروں کی رائے ہے ضرورت کے تحت ایسا کرنا درست ہے، تاکہ وقف کی حفاظت ممکن ہوسکے، ایسا کرنا واقف کی منشاء کے خلاف بھی نہیں ہوگا، کہ تعلیمی ادارہ بھی وقف کا حصہ ہے اور اس سے وقف کا تحفظ وابستہ ہے، ہندوستان میں کئی اوقاف ہیں جہاں اغیار کا قبضہ ہے اور وہاں وہ سب کچھ ہورہا ہے جس کی اجازت نہ شریعت میں ہے نہ کسی قانون میں۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ وقف کی حفاظت سب سے اہم مقصد ہے، اگر وقف کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے تو واقف کی منشاء کیوں کر پوری ہوسکتی، ہے نیز دینی ادارہ کا قیام بھی وقف کے مقاصد میں سے ہے، اس سے جو کرایہ آئے گا وہ وقف کی دیکھ ریکھ میں خرچ ہوگا اور یہ واقف کی مرضی کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اس کے مقاصد سے ہم آہنگ ہے، بعض حضرات نے اس ضمن میں فقہ اکیڈمی انڈیا کی ایک تجویز کا حوالہ دیا ہے جس میں صراحت کے ساتھ وقف کی خالی اراضی پر دینی ادارہ کے قیام کو جائز قرار دیا گیا ہے۔(دیکھیے جدید مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے ص 165)۔

مولانا اختر امام عادل لکھتے ہیں:

فقہاء نے قبرستان میں خالی جگہوں پر قبرستان کی ضرورت کے لیے تعمیر کی اجازت دی ہے، مثلا قبر کا ساز و سامان رکھنے کے لیے مکان بنایا جائے اور قبرستان کے سامانوں کی نگرانی کے لیے کسی محافظ کی رہائش گاہ بنائی جائے، بشرطیکہ ضرورت کے وقت اس کو ہٹایا جاسکتا ہو، قبرستان کا تحفظ بھی ایک بڑی ضرورت ہے، اس کی حفاظت کی غرض سے تعلیمی ادارہ قائم کرنا درست ہوگا۔(دیکھیے مقالہ مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس ندوی لکھتے ہیں کہ ادارہ قائم کرنا واقف کی منشاء کے خلاف ہے، لیکن اگر نہیں قائم کیا جائے تو قبرستان کا ضیاع ہوسکتا ہے، اس لیے اخف الضررین کو اختیار کیا جائے گا، فقہ کا مشہور قاعدہ ہے، **اذا تعارض مفسدتان روعي اعظمهما ضررا بارتكاب اخفهما** (اشباہ ونظائر، مقالہ ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس ندوی)۔

سوال: (۷) ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں بھیتی بارش کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو، کیا شرعا اس کی اجازت ہے، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

صرف ایک مقالہ نگار مولانا رحمت اللہ ندوی کی رائے ہے کہ قبرستان کے کسی حصے کو جنازہ گاہ بنانا درست نہیں ہے، اگرچہ ایک چھت ڈال کر ایسا کیا جائے، ان کی دلیل یہ ہے کی یہ واقف کے منشاء کے خلاف ہے، اس لیے اس کی اجازت نہیں ہوسکتی، انہوں نے اس مسئلہ میں جامعہ بنوریہ کا ایک فتوی بھی نقل کیا ہے۔

ان کے علاوہ تمام مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کی ضرورت کے پیش نظر قبرستان کے ایک حصہ میں جنازہ گاہ بنایا جاسکتا ہے، البتہ اس کا خیال رکھا جائے کہ وہ حصہ قبروں سے خالی ہو، بہتر یہ ہوگا کہ سامنے ایک دیوار بھی کھڑی کر دی جائے تاکہ کراہت کا کوئی شبہ نہ ہو۔

ان حضرات نے فقہاء کی کچھ عبارتوں سے استدلال کیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنانا درست ہے۔

۱۔ **تكره الصلاه في المقبرة، الا ان يكون فيها موضع اعد للصلاة، ولا نجاسه فيه ولا قذر فيه. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۳۵۷).**

۲۔ **او كان في المقبرة موضع اعد للصلاة ولا نجاسة فلا باس كما في الخانية. (رد المحتار ۲/ ٦٥٤).**

۳۔ **ثم في هذا الحديث دليل على ان القبور اذا لم يبق فيها بقية من الميت أو من ترابه جازت الصلاة فيها. (عيني، شرح سنن ابي داوود، ۲/۳۵۵)**

۴۔ **وفي القهستاني "تكره الصلاة في جهة قبر إلا إذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلاة الخاشعين وقع بصره عليه، كما في جنائز المضمرات." (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ۵/۲۷۵).**

سوال نمبر (۸) بعض علاقے جہاں کا شکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اس طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل وبھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کرسکتے ہیں، کیا اسکی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کردیئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دیگر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

اس مسئلہ میں مقالہ نگاروں کی دو آراء ہیں۔

۱۔ ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے لیے قبرستان کے کسی حصہ کو خاص کرنا درست نہیں ہے۔

اس رائے کے حاملین مفتی اقبال احمد ٹنکاروی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا سعد نور قاسمی، مفتی رحمت اللہ ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی ہیں۔

ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ یہ واقف کی منشاء کی خلاف ورزی ہے، اس میں قبروں کی بے حرمتی ہے، اس سے قبرستان میں گندگی پھیلے گی اور قبرستان کی حفاظت کا مسئلہ پیدا ہوگا، نیز اسلامی شریعت میں اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ ہنگامی حالات میں مجبوری کے پیش نظر قبرستان کے خالی حصوں میں مویشیوں کو باندھنے اور غلہ رکھنے کی اجازت ہوگی۔

یہ رائے مندرجہ ذیل حضرات کی ہے۔

ڈاکٹر فہیم اختر ندوی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا قمر الزمان ندوی، مولانا عبدالتواب ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی شکیل منصور قاسمی، مفتی اشرف قاسمی، مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا ممتاز خان ندوی اور مفتی شاہجہان ندوی۔

ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس ندوی کی رائے ہے کی کچھ شرطوں کے ساتھ اس کی اجازت ہوگی، مثلا: قبرستان وسیع ہوتا کہ جس حصہ کو خاص کیا جائے اور وہاں فوری تدفین کی ضرورت نہ ہو۔

کاشتکاروں اور جانوروں کے مالکان پر کرایہ عائد کردیا جائے اور اس کو قبرستان کے مصارف پر صرف کیا جائے۔

قبریں وہاں سے اتنی دور ہوں کہ گندگی کا اثر وہاں تک نہ پہنچ سکے۔

حافظ کلیم اللہ عمری اور مولانا ممتاز خان ندوی کی رائے ہے کہ ہنگامی حالات میں مویشیوں کو باندھنے کی اجازت ہے لیکن کھلیان بنانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

مفتی راشد حسین ندوی اور مفتی جنید احمد قاسمی کی رائے کی اگر قبرستان ذاتی ہو تو اس کی اجازت ہوگی، موقوفہ قبرستان میں اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

مفتی شاہجہان ندوی کی رائے یہ ہے کی ہنگامی حالات میں قبرستان کے زائد حصہ میں جانوروں کو باندھنے کی اجازت ہوگی، لیکن اس کے لیے کسی حصے کو خاص نہیں کیا جاسکتا ہے۔

عرض مسئلہ

موضوع: قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندویؔ

جامعہ سید احمد شہیدؒ احمد آباد، کٹولی

''مجلس تحقیقات شرعیہ'' ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے ساتویں فقہی سیمینار کا ایک اہم موضوع: ''قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل'' ہے۔

اس موضوع سے متعلق عرض مسئلہ کی ذمہ داری ناچیز کے ناتواں کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ ''مجلس تحقیقات شرعیہ'' کے توسط سے کل اٹھائیس مقالات دستیاب ہوئے۔ کچھ مقالات تفصیلی ہیں تو کچھ مختصر۔

پہلا سوال:

اس موضوع کا پہلا سوال ہے: اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریباً دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دے دی جائے اور اس پر دوکانیں بنادی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دوکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ کیا شرعی نقطۂ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں۔

اس سوال کے جواب میں دو نقطہ ہائے نظر سامنے آئے ہیں:

پہلا نقطۂ نظر:

پہلا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قبرستان میں دس پندرہ فٹ اونچے پلر پر چھت ڈال کر دوکانیں بنانا شرعی اعتبار سے جائز نہیں ہے، اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ اس نقطۂ نظر کے حاملین کے اسماء گرامی ہیں: مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی، مفتی رحمت اللہ ندوی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محمد ممتاز خان ندوی (بشرطیکہ قبرستان موقوفہ ہو، ذاتی نہ ہو)، مفتی نثار احمد کلا، مولانا و مفتی محمد صابر حسین ندوی (ان کی رائے کے مطابق قبرستان کی حفاظت کے لئے کنارے پر بنائی جاسکتی ہیں)، مولانا ابو محمد، سعد نور قاسمی، مفتی جنید احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی (ان کی رائے کے مطابق غیر مستعمل قبرستان میں اس کی گنجائش ہے) اور مفتی عثمان بستوی۔

اس نقطۂ نظر کے دلائل:

اس نقطۂ نظر کے حاملین کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ احادیث پاک میں قبروں کی بے حرمتی و بے توقیری سے منع کیا گیا ہے۔ جب کہ اس طرح پلر ڈال کر قبرستان کے اوپر دوکانیں بنانے میں ان کی یک گونہ توہین پائی جاتی ہے۔ حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم "لا تجلسوا علی القبور، ولا تصلوا الیھا" (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر، حدیث نمبر ۹۷۲۔ عام مقالہ نگاران)

نیز حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

"نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن یجصص القبر و أن یبنی علیہ و أن یقعد علیہ" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۷۰)۔

۲۔ یہ قبرستان کی وضع کے خلاف ہے، نیز واقف کے منشاء کے بھی خلاف ہے، حالانکہ واقف کے منشاء کا درجہ نص شارع کی طرح ہے۔ فقہاء کی صراحت ہے:

"مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ" (ابن عابدین، ردالمحتار ۳/۴۶۱)۔

"ولا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ" (ھندیہ، کتاب الوقف، الباب الرابع عشر فی المتفرقات ۲/۴۹۰۔ بیشتر مقالہ نویس حضرات)

۳۔ مقابر جائے عبرت ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

"فزوروا القبور فانھا تذکر الموت" (صحیح مسلم، باب الذھاب الی القبور ۱/۳۱۴)

لیکن اس طرح دوکان بنانے سے وہ جائے عبرت کے بجائے جائے تماشا اور مرکز لہو ولعب بن جائیں گے۔

دوسرا نقطۂ نظر:

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قبرستان کے تحفظ کیلئے ایسا کرنا ناگزیر ہو تو درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے:

(الف) آمدنی کا استعمال اس قبرستان کے مصالح میں کیا جائے۔

(ب) آمدنی کو ہر طرح کی خرد برد سے بچانے کیلئے ایک مقامی کمیٹی تشکیل دی جائے، جس میں متولی سمیت دس قابل اعتماد افراد ہوں، جن میں سے تین اللہ ترس اور قابل اعتماد علماء ہوں۔

(ج) زائد آمدنی سے اگر ضرورت ہو تو متبادل قبرستان قائم کیا جائے۔

(د) اگر بہت زیادہ آمدنی ہو، اور اس قبرستان اور متبادل قبرستان کو بھی ضرورت نہ ہو، تو پھر دوسرے قبرستان

کے مصالح پر اسے خرچ کیا جائے۔

(ہ) اگر علاقہ کے کسی قبرستان کو اس آمدنی کی ضرورت نہ ہو، تو پھر اس آمدنی سے مکتب کا نظام چلایا جائے، یا کسی معتبر مدرسہ کی امداد کی جائے۔

اس نقطۂ نظر کے حاملین کے اسماء گرامی ہیں: مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، ڈاکٹر محمد مصطفی عبدالقدوس ندوی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مفتی شکیل منصور قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا عبدالتواب اناوی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا محمد ذاکر (ان کے نزدیک شرط یہ ہے کہ یہ دوکانیں قبرستان کے کناروں پر تعمیر کی جائیں، جہاں قبریں نہ ہوں، اور آئندہ بھی قبرستان کی وسعت کے پیش نظر وہاں مردوں کی تدفین کی ضرورت نہ ہو) اور راقم الحروف۔

دلائل:

اس نقطۂ نظر کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ ''بقیع غرقد'' مدینہ منورہ کا قبرستان ہے۔ اس کے ایک حصہ میں مختلف چیزوں کا بازار بھی لگتا تھا، جسے مردوں کی بے حرمتی نہیں سمجھی گئی۔ حضرت حارث بن سوید نخعی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:

''**خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی البقیع فرأی طعاما یباع فی غرائر، فأدخل یدہ فأخرج شیئا کرھہ، فقال: من غشنا فلیس منا**'' (المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۲/ ۱۲، حدیث نمبر ۲۱۵۶، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)۔ (مقالہ: راقم الحروف)

۲۔ اس صورت میں ممانعت کی وجہیں: یعنی مردوں کی بے حرمتی، قبروں پر یا اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، نہیں پائی جاتی ہیں، اس لئے کہ پلر اس طرح قائم کیے جائیں کہ قبروں کی بے حرمتی نہ ہو، تو محض اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی نہیں ہوگی۔ نیز چھت اتنی اونچی ہے کہ مردوں کو دفنانے اور زائرین کو آنے جانے میں کوئی دقت بھی نہیں ہوگی۔ (مقالہ: مفتی محمد مصطفی عبدالقدوس ندوی)

۳۔ اس طرح پلر قائم کر کے اوپر مارکیٹ بنا دینے سے قبرستان کا تحفظ ہوگا، جو شرعاً مطلوب ہے۔ نیز اوپر مارکیٹ ہونے کی وجہ سے مردوں کی بے حرمتی نہیں ہوگی، اس لئے کہ مطاف میں متعدد انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ:

''**ان اللہ عز و جل حرم علی الأرض أن تأکل أجساد الأنبیاء صلوات اللہ علیھم**'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۱۰۴۷، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)۔ (مقالہ: قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی وغیرہ)

دوسرا سوال:

اس موضوع کا دوسرا سوال یہ ہے کہ: اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں ،اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی ، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ایسی صورتحال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ قبرستان میں پلر دے کر اوپر مضبوط چھت دے دی جائے ،اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے ،جس کی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔ اس بارے میں شرعی نقطۂ نظر کیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں دو آراء سامنے آئی ہیں:

پہلی رائے:

پہلی رائے یہ ہے کہ: موجودہ زمین بالکل ناکافی ہو اور قبرستان کی توسیع کا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو تو مجبوری میں چھت ڈال کر اوپر قبریں بنانے کی گنجائش ہے۔دوسری منزل پر مٹی اتنی ڈالی جائے کہ صحیح طور سے قبر بن جائے۔زیادہ بہتر یہ ہے کہ اتنی مٹی ہو کہ درمیانی قد کے انسان کے سینے تک قبر کھودی جاسکے۔تاہم بہتر یہی ہے کہ پرانی قبر جس میں میت کے بوسیدہ ہو کر مٹی ہوجانے کا ظن غالب ہو، اسی میں تدفین کی جائے۔

اس رائے کے حاملین کے اسماء گرامی ہیں: مولانا اختر امام عادل قاسمی ،مفتی محمد مصطفی عبدالقدوس ندوی ،مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی ،مفتی شکیل منصور قاسمی ،مولانا محمد ممتاز خان ندوی ،مفتی نثار احمد کلا ،مولانا عبدالتواب اناوی ،مفتی محمد صابر حسین ندوی ،مولانا محمد قمر الزماں ندوی ،مولانا ابومحمد ،محمد سعد نور قاسمی ،مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی ،مفتی محمد عثمان بستوی ،مفتی راشد حسین ندوی ،مفتی حبیب اللہ قاسمی ،مظاہر حسین عماد قاسمی اور راقم الحروف۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ پہاڑ پر پتھر ہٹا کر موجود مٹی میں دفن کرنے سے جس طرح دفن کا فرض ادا ہوجاتا ہے۔اسی طرح قبرستان کی چھت پر پڑی ہوئی مٹی پر قبر بنانے سے بھی یہ فرض ادا ہوجائے گا۔یہ آیت کریمہ ’’**منها خلقنا کم و فیها نعید کم و منها نخرجکم تارة أخری**‘‘ (۲۰/طہ: ۵۵) کے منافی نہیں ہے، اس لئے کہ قبرستان کی چھت پر جمع شدہ مٹی زمین کے درجہ میں ہے۔(مقالہ: راقم الحروف)

۲۔قبرستان کو ضرورت کے وقت ڈبل منزلہ کرنے سے مصلحت وقف فوت نہیں ہوتی ہے، بلکہ مصالح وقف کے موافق ومناسب ہے، نیز واقف کے منشاء کے خلاف بھی نہیں ہے۔جیسا کہ مساجد وغیرہ کو ڈبل منزلہ کرنے سے مسجد کی بے حرمتی نہیں ہوتی ہے، اور یہ مصالح مسجد کے خلاف نہیں۔اسی طرح سے مجبوری کے وقت قبرستان کو ڈبل

منزلہ کرنا بھی مصالح قبرستان کے خلاف نہیں اور بقدر قبر مٹی پاٹ دینے سے قبرستان کا مقصد بھی پورا ہوجائے گا، گویا یہ مقاصد قبرستان ہی کی بہتر توسیع ہے۔

''لأن صاحب الأرض حقه فی باطنها و ظاهرها'' (ابن ہمام، فتح القدیر ۲/۱۴۱)۔

نیز قبرستان ڈبل منزلہ کرنے کی صورت میں قبور پر تعمیر پائی جاتی ہے، لیکن یہ تعمیر منہی عنہ میں داخل نہیں ہے، اس لئے کہ جب پورے قبرستان پر چھت ہوگی تو اس سے قبروں کی تعظیم کا شبہ پیدا نہیں ہوگا۔ ساتھ ہی اس کا مقصد استحکام قبور بھی نہیں۔ اور ممانعت کی علت استحکام اور تعظیم وغیرہ ہے تو علتِ نہی مفقود ہونے کی وجہ سے یہ تعمیرِ منہی عنہ میں داخل نہیں ہوگی۔ (مقالہ: مفتی عثمان بستوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی وغیرھما)

دوسری رائے:

قبرستان کے اوپر دوسری منزل بنا کر اس پر مردوں کی تدفین کرنا جائز نہیں ہے۔ دوسرے حل نکالے جائیں، مثلاً: پرانی قبروں کو استوار کر کے وہاں نئی قبریں بنائی جائیں۔

اس رائے کے حاملین کے اسماء گرامی ہیں: ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی رحمت اللہ ندوی، ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی جنید احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری اور مولانا محمد ذاکر۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ مصنوعی قبرستان بنانے میں مصالح سے زیادہ مفاسد کا غلبہ ہے۔ وہ مفاسد یہ ہیں: آئندہ مردوں کی بے حرمتی، مثلاً: اگر زلزلہ آئے اور اوپر کی منزل گر جائے تو نعشیں بکھر جائیں گی، اسی طرح اگر کسی وجہ سے وہ چھت کمزور ہوجائے، یا ستون کمزور ہوجائے اور اوپر کی منزل گر جائے تو نعشیں نیچے گر جائیں گی۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ شر پسند عناصر اوپر کی منزل کو نیچے سے توڑ دیں اور نعشوں کی بے حرمتی کریں۔ فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر بھی اس طرح کے خطرات ہیں۔ (بیشتر مقالہ نویس حضرات)

۲۔ چھت پر مٹی ڈال کر دفن کرنے میں بدبو اس طرح پھیل جائے گی کہ لوگوں کے لئے قبرستان میں آنا مشکل ہوجائے گا، اگر اس تعفن و بدبو کو دور کرنے کے لئے زہریلے کیمیکلز استعمال کئے جاتے ہیں، نیز مردوں کی ہڈیاں گلانے کی کوشش کی جاتی ہے تو حدیث پاک ''کسر عظم المیت ککسره حیا'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۳۲۰۷، بہ روایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) کی روشنی میں یہ بھی ممنوع ہے۔ (عام مقالہ نگاران)

۳۔اگر چھت پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھی جائے تو اس کے لئے انتہائی مضبوط سامان ومٹیریل کی ضرورت پڑے گی جس کے لئے اربوں کھربوں روپئے خرچ کرنے پڑیں گے، جو کہ اضاعت مال سے خالی نہیں ہے۔ نیز اتنے مال میں متبادل قبرستان کی فراہمی ممکن ہے۔لہٰذا قبرستان کی جگہ کی تنگی کے اسباب کو ختم کیا جائے۔قبروں کی جگہ دائمی طور پر محفوظ کرنے اور انہیں پختہ کرنے سے گریز کیا جائے۔(متعدد مقالہ نویس حضرات)

تیسرا سوال

اس موضوع کا تیسرا سوال یہ ہے کہ: قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمدورفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہوجاتا ہے۔کمیٹی اس صورت حال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو۔کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جب کہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں، مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے۔کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں بھی دو نقطہائے نظر سامنے آئے ہیں۔

پہلا نقطۂ نظر:

پہلا نقطۂ نظر یہ ہے کہ وقف جب تک کسی درجہ میں قابل انتفاع ہو، اس کو بدلنے کی اجازت نہیں ہے، خواہ اس سے کتنا ہی بہتر متبادل ملنے کی امید ہو۔

اس نقطۂ نظر کے حاملین کے اسماء گرامی ہیں: مولانا اختر امام عادل قاسمی، ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مولانا عبید اللہ ندوی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد ممتاز خان ندوی، مفتی جنید احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد ذاکر، مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی اور مفتی راشد حسین وغیرھم۔

دلائل:

اس نقطۂ نظر کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔قابل انتفاع ہونے کے باوجود بدلنے کی صورت میں وقف کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ نیز متولیان کی جانب سے خرد برد، خیانت وبددیانتی کا بھی امکان ہے۔

۲۔استبدال کی سب سے بنیادی شرط، وقف کا قابل انتفاع نہ رہ جانا ہے، یہاں پر یہی بنیادی شرط مفقود ہے۔

عام طور سے فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے۔ ''البحر الرائق'' میں ہے:

''بشرط أن یخرج عن الانتفاع بالکلیة'' (ابن نجیم، البحر الرائق ۵/ ۲۲۳۔ بیشتر مقالہ نویس حضرات)۔

دوسرا نقطۂ نظر:

شدید ضرورت کے مدنظر اس صورت میں استبدال کی گنجائش ہے۔ اس نقطۂ نظر کے حاملین کے اسماء گرامی ہیں: مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مفتی رحمت اللہ ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مفتی نثار احمد کلا، مولانا عبدالتواب اناوی، مفتی محمد صابر حسین ندوی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا ابومحمد، محمد سعد نور قاسمی، ڈاکٹر مفتی محمد مصطفی عبدالقدوس ندوی اور راقم الحروف۔

دلائل:

اس نقطۂ نظر کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ قبرستان کے تنگ ہونے نیز راستہ کے تنگ ہونے کی وجہ سے میت لے کر گزرنے کے دشوار ہونے کے سبب یہ قبرستان گویا ایسا ہے کہ اس سے واقعی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے، لہٰذا اس مجبوری کے پیش نظر اسے تبدیل کرنے کی اجازت ہے، گویا کہ وہ بے نشان اور ویران قبرستان کے حکم میں ہے۔

۲۔ مشہور فقہی قاعدہ ہے: ''الحرج مدفوع''۔ چونکہ قبرستان کے بیچ آبادی میں آنے کی وجہ سے تدفین کی بھی دشواری ہے، نیز آمد و رفت کی بھی دشواری ہے کہ راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے میت لے کر گزرنا دشوار ہوتا ہے۔ لہٰذا حرج و تنگی کو دور کرنے کی خاطر اس بات کی اجازت ہوگی کہ ایسے قبرستان کو فروخت کر کے متبادل قبرستان قائم کیا جائے۔

مناقشہ:

دونوں نقطہائے نظر پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ فقہاء کے دونوں طرح کے اقوال ہیں کہ وقف انتفاع سے بالکلیہ نکل جائے تو استبدال جائز ہے، محض نافعیت کے بڑھنے کی وجہ سے استبدال جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمامؒ، شارح اشباہ علامہ بیریؒ اور صدر الشریعہؒ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے اور اسی پر فتوی دیا ہے۔ شامی نے صدر الشریعہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

''نحن لا نفتی به وقد شاهد نا فی الاستبدال ما لا یعد ولا یحصر ۔۔۔'' (ابن عابدین، رد المحتار ۶/ ۵۸۹)

لیکن بہتر متبادل ملنے کی صورت میں بھی علامہ حصکفیؒ امام ابو یوسفؒ کے قول پر تفریع کرتے ہوئے استبدال کو جائز قرار دیتے ہیں اور اسے مفتی بہ قول قرار دیتے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”الرابعة أن یرغب انسان فیه ببدل أکثر غلة و أحسن صُقعا، فیجوز علی قول أبی یوسف و علیه الفتوی، کما فی فتاوی قارئ الهدایة“۔ (حصکفی، الدر المختار بهامش رد المحتار ۶/ ۵۸۸)

اس لئے مجبوری کی بنا پر اس قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ شرط ہوگی کہ تین اللہ ترس معتبر مفتی کی نگرانی میں استبدال کا یہ عمل ہو۔ اور چونکہ میت کے گوشت و پوست ایک سال میں مٹی ہوجاتے ہیں، جب کہ ہڈیاں بیس پچیس سال میں مٹی ہوجاتی ہیں، لہٰذا یہ شرط ہوگی کہ احتیاطاً استبدال سے دوسال قبل وہاں تدفین ترک کردی جائے۔

چوتھا سوال:

اس موضوع کا چوتھا سوال یہ ہے کہ: بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنج وقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجاء خانے نہیں ہوتے ہیں۔ کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجاء خانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں؟ جب کہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے۔ لوگوں کی آمد و رفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بہ گاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیشِ نظر استنجاء خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ضرورت کے پیشِ نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجاء خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں دو نقطہائے نظر سامنے آئے ہیں۔

پہلا نقطۂ نظر:

پہلا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قبرستان کے کسی حصے میں جس میں کبھی تدفین کی جاتی تھی استنجاء خانہ، یا وضوخانہ بنانا جائز نہیں ہے، خواہ وہاں قبروں کے نشانات موجود ہوں یا نہ ہوں۔

اس نقطۂ نظر کے حاملین کے اسماء گرامی ہیں: مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی نثار احمد کلا، مفتی جنید احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری (نذیری صاحب لکھتے ہیں کہ جوتا چپل رکھنے کی جگہ استنجاء خانہ وغیرہ اس طرح بنوایا جائے کہ جوتا اور چپل رکھنے کی جگہ بھی نکل آئے)، مولانا محمد ذاکر، مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی اور مفتی محمد عثمان بستوی۔

دلائل:

اس نقطۂ نظر کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ جس طرح سے زندہ کا احترام واجب و لازم ہے اسی طرح سے مردے کا احترام بھی واجب ہے۔ اور ہر ایسا عمل جس سے مردے کی بے حرمتی ہوتی ہو شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ اسی بنا پر قبروں پر چلنا پھرنا یا بول و براز کرنا سب منع ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لأن یجلس أحدکم علی جمرۃ فتُحرقَ ثِیابَہ، فَتَخلُصَ الی جلدہ، خیر لہ من أن یجلس علی قبر“ (مسلم، حدیث نمبر: ۹۷۱)۔ (متعدد مقالہ نگاران)

ان روایات کی روشنی میں بہت سے فقہاء نے یہ فرمایا کہ قبروں پر بلاوجہ چلنا پھرنا اور اس کو روندنا اور اس پر بیٹھنا سب حرام یعنی مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ امام طحاوی نے اس طرح کی روایات کو بول و براز کے لئے قبروں پر بیٹھنے پر محمول کیا ہے۔ علامہ شامیؒ نے نتیجہ نکالا کہ بول و براز کے لئے قبروں پر بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر بول و براز کے لئے بیٹھنا نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اس تطبیق پر علامہ رافعی کو اطمینان نہیں اور انہوں نے فرمایا کہ روایات کا عموم اس تطبیق کے موافق نہیں ہے۔ (ابن عابدین، رد المحتار ۳/ ۱۵۳۔ ۱۵۵، نیز: تقریرات الرافعی، ص ۱۲۴، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۶۲۳)۔

بہر حال حضرات فقہاء نے قبروں پر بول و براز کو ناجائز و حرام لکھا ہے۔ لہٰذا جب قبروں میں باقیات موجود ہونے کا ظن غالب ہو تو اس وقت قبروں پر استنجاء خانہ وغیرہ بنانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (بیشتر مقالہ نویس حضرات)

۲۔ قبرستان مردوں کی تدفین کے لئے ہوتا ہے اور بیت الخلاء وغیرہ یہ مقاصدِ قبرستان کے خلاف ہے۔ (عام مقالہ نگاران)

دوسرا نقطۂ نظر:

قبرستان کے ایسے حصہ میں جہاں تازہ قبر نہ ہو، بلکہ وہ حصہ قبروں سے دور ہو، یا وہاں بوسیدہ قبریں ہوں تو ان کو ہموار کر کے اور باقیات کو دوسری جگہ دفن کر کے ضرورتاً استنجاء خانہ اور وضو خانہ وغیرہ بنانا جائز ہے۔

اس نقطۂ نظر کے حاملین کے اسماء گرامی ہیں: ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی، مفتی رحمت اللہ ندوی، ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مفتی راشد حسین ندوی (یہ لکھتے ہیں کہ ذاتی قبرستان میں جائز ہے، موقوفہ میں نہیں)، ڈاکٹر مفتی محمد مصطفی عبد القدوس ندوی (ان کی رائے کے مطابق شرط ہے کہ یہ صرف نمازیوں کے لئے ہو)، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی شکیل منصور قاسمی، ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محمد ممتاز خان ندوی، مولانا عبد التواب اناوی، مفتی محمد صابر حسین ندوی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا ابو محمد، محمد سعد نور قاسمی اور راقم الحروف۔

دلائل:

اس نقطۂ نظر کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ قبرستان کے متروکہ حصہ میں وضو خانہ اور استنجاء خانہ بنانے میں قبروں کی بے حرمتی نہیں ہے۔ ”بقیع“ مدینہ منورہ کا قبرستان ہے۔ اس کے زائد حصہ میں بازار بھی لگتا تھا۔ نیز اس کے زائد کنارے میں لوگ قضائے حاجت بھی

کر لیتے تھے۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"لقد کانت صلاۃ الظھر تقام فیذھب الذاھب الی البقیع، فیقضی حاجتہ ثم یتوضأ، ثم یأتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الرکعۃ الأولیٰ مما یطوّلھا" (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر ۴۵۴)

۔(مقالہ: راقم الحروف)

۲۔مدفون مردوں کے مٹی میں بدل جانے کا ظن غالب ہونے کی صورت میں اب ان کا احترام باقی نہیں رہا۔ اگر کھدائی کے وقت ان کی بوسیدہ ہڈیاں نکل آئیں تو کسی دوسری جگہ ان کو دفن کر دیا جائے:

"و اذا بلی المیت و صار تراباً فی قبرہ جاز نبش القبر و زرعہ و البناء علیہ، و غیر ذلک باتفاق، الا عند المالکیۃ" (جزیری، الفقہ علی المذاھب الاربعہ ۱/ ۵۳۸)

حنفی مسلک "ردالمحتار" ۲/ ۲۵۳ میں بھی یوں ہی مذکور ہے۔لیکن عمارت وغیرہ کا جواز اصلاً مملوکہ قبرستان میں ہے، ضرورتاً موقوفہ میں بھی گنجائش نکل سکتی ہے، جبکہ اس کا نفع عام مسلمانوں کو پہنچے۔(مقالہ: مفتی تنظیم عالم قاسمی)

پانچواں سوال:

اس موضوع کا پانچواں سوال یہ ہے کہ: جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع اور خالی جگہیں پڑی ہیں۔اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو، اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجاء خانہ اور بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں؟

اس سوال کی کئی شقیں ہیں:

(الف) قبرستان وسیع ہو، تو کیا حکم ہوگا؟

اس شق کے جواب میں بیشتر مقالہ نویس حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہ ہو اور تدفین کے لئے آئندہ بھی کوئی تنگی پیش آنے کا اندیشہ نہ ہو تو خالی جگہ پر مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔قبرستان کی طرح مسجد بھی بہترین وقف ہے، بلکہ اس سے افضل ہے، لہٰذا ضرورت کے مدنظر تعمیر مسجد سے مقاصد وقف کی خلاف ورزی نہیں ہوگی بلکہ ان کی توسیع ہوگی۔(متعدد مقالہ نویس)

۲۔فقہاء کے اقوال سے استیناس:

علامہ عینیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"و أما المقبرة الداثرة اذا بنی فیها مسجد لیصلّی فیه، فلم أر فیه بأسا، لأن المقابر وقف، و کذا المسجد، فمعناهما واحد"

یہ عینیؒ کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ ان کے الفاظ کے لئے دیکھئے: (عینی، عمدۃ القاری ۴/ ۱۷۴۔ ۴/ ۱۷۹)

ابن القاسم مالکیؒ نے صراحت کی ہے کہ ایک وقف سے دوسرے وقف میں مدد لی جاسکتی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"و کذلک ما کان لله لا بأس أن یستعان ببعضه علی بعض، و ینقل بعضه الی بعض"۔ (ابن بطال مالکی، شرح صحیح البخاری ۲/ ۸۱۔ ۸۲)۔ (متعدد مقالہ نگار)

ایک مقالہ نگار مفتی جنید احمد قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

"موقوفہ قبرستان میں مستقلاً مسجد بنانا درست نہیں ہے۔ اگر اس کے آس پاس پہلے سے مسجد تھی۔ اب مسجد میں توسیع کی ضرورت ہے تو ایسی صورت میں جزوی طور پر قبرستان کی کچھ زمینوں پر توسیع کی گنجائش ہوگی"۔

ایک دوسرے مقالہ نویس مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"قبرستان تنگ ہو یا وسیع، قبرستان کی زمین میں مسجد کی تعمیر واقف کے منشاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے، مسجد کی تعمیر کو مصالح قبرستان کے خانے میں بھی نہیں ڈالا جاسکتا ہے"۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ بیشتر مقالہ نویس حضرات کی رائے راجح معلوم ہوتی ہے کہ ضرورت کے تحت قبرستان کے زائد حصہ میں مسجد کی تعمیر واقف کے منشاء کے خلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا مقصود ثواب حاصل کرنا ہے جو مسجد کی تعمیر کی صورت میں بہتر طور پر حاصل ہو رہا ہے، کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور مسجد کا ثواب زیادہ ہے۔

(ب) قبرستان تنگ ہو تو کیا حکم ہوگا؟

اس شق کے جواب میں تمام مقالہ نویس کا اتفاق ہے کہ قبرستان تنگ ہونے کی صورت میں جبکہ تدفین میں آئندہ دقت پیش آسکتی ہو، مسجد بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ نیز جس حصے میں تدفین کا عمل جاری ہے وہاں بھی مسجد کی تعمیر کرنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ وقف کی ہیئت میں تبدیلی نہ کی جائے۔ البتہ شدید ضرورت ہو تو کنارہ میں پلر دے کر چھوٹی مسجد اوپر میں تعمیر کی جاسکتی ہے۔

(ج) قبرستان کی وسیع اراضی میں استنجاء خانہ اور بیت الخلاء بنانے کا کیا حکم ہوگا؟

اس شق کے جواب میں بھی تقریباً تمام مقالہ نویس حضرات کا اتفاق ہے کہ وسیع قبرستان میں خالی جگہوں پر جہاں تدفین کا عمل نہ کیا گیا ہو، وہاں قبرستان میں آنے والوں کی ضرورت کے پیشِ نظر استنجاء خانے اور وضو خانے وغیرہ

بنائے جاسکتے ہیں۔البتہ ایک مقالہ نگار مولانا محمد ممتاز خان ندوی لکھتے ہیں کہ قبرستان وسیع ہو یا تنگ، استنجاء خانہ اور بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ہے۔ جبکہ محترم سوال نمبر ۴ کے جواب میں'' اهون البليتين '' اور'' المشقة تجلب التيسير '' کے تحت نمازیوں کی سہولت اوران کو دشواری سے بچانے کے لئے استنجاء خانے وغیرہ بنانے کی گنجائش کی بات کہہ چکے ہیں۔

چھٹا سوال:

اس موضوع کا چھٹا سوال یہ ہے کہ: ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں۔لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بدلگی ہوئی ہے، اوران پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہورہی ہیں۔اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کردیئے جائیں تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہوگی؟ اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اورفتوی بھی آئے ہیں۔لیکن ان دنوں مسلمانوں اوران کے اداروں کے تئیں حکومتِ وقت کے جورویے ہیں۔اس پس منظر میں دوبارہ غوروفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشاء واقف کے خلاف تصور تونہیں کیا جائے گا؟ اگر ادارہ قائم کردینے سے اراضی کا تحفظ ہوتو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کردیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہوتو کیا یہ صورت شرعاً درست ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نویس حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبرستان کا تحفظ ایک بڑی ضرورت ہے، اس لئے اس کی حفاظت کی غرض سے تعلیمی ادارے قائم کرنا درست ہے۔ یہ مقاصد وقف کے خلاف نہیں، بلکہ ان کی تکمیل اور تحفظ کے لئے ہے۔ان اداروں پر کرایہ بھی مقرر کردیا جائے اوراس کرایہ کی آمدنی کو قبرستان کے مصالح کے لئے استعمال کیا جائے۔ نیز ضرورت سے زائد وسیع وعریض رقبہ ایسے ادارہ قائم کنندگان کو دیا جائے جن سے بروقت کرایہ وصول کرنا بھی آسان ہو اور ضرورت پڑنے پر خالی کرانا بھی آسان ہو۔ساتھ ہی دستاویز میں یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ یہ زمین قبرستان کے لئے وقف کردہ ہے، تاکہ مرورِ زمانہ کی وجہ سے لوگوں کے دل سے یہ خیال محو نہ ہو۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ دینی تعلیمی ادارے قائم کرنے کی غرض چونکہ قبرستان کی اراضی کا تحفظ ہے۔اس لئے موقوفہ قبرستان کی اراضی کا اس مقصد کے لئے استعمال واقف کے منشاء کے خلاف نہیں ہے۔

۲۔فقہاء کے اقوال سے استئناس:

فقہاء نے صراحت کی ہے کہ جو قبرستان بے نام ونشان ہوجائے، وہاں مسجد کی تعمیر کر سکتے ہیں ۔ یہی حکم ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی کا ہے کہ اسے دوسرے وقف میں استعمال کر سکتے ہیں ، بالخصوص جبکہ مقصد قبرستان کا تحفظ ہو۔علامہ عینیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"فان قیل: هل یجوز أن تبنی المساجد علی قبور المسلمین؟قلت: قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمین عفت، فبنی قوم علیها مسجداً لم أر بذلک بأسا، و ذلک لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمین لدفن موتاهم، لا یجوز لأحد أن یملکها، فاذا درست و استغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد، لأن المسجد أیضا وقف من أوقاف المسلمین لا یجوز تملیکه لأحد، فمعناهما علی هذا واحد" (عینی،شرح سنن أبی داؤد ۲/ ۳۵۵، عینی،عمدۃ القاری ۴/ ۱۷۹)۔(متعدد مقالہ نگاران)

ساتواں سوال:

اس موضوع کا ساتواں سوال یہ ہے کہ: ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں ۔کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو۔کیا شرعاً اس کی اجازت ہے، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام مقالہ نگار حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ قبرستان کی خالی جگہ کو اس طرح "جنازہ گاہ" بنانا جائز ہے کہ سامنے قبریں نہ ہوں، یا ہوں ،لیکن درمیان میں کوئی حائل (دیوار وغیرہ) موجود ہو۔اس صورت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔لیکن اگر قبر سامنے ہو اور درمیان میں کوئی حائل موجود نہ ہو تو اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی، تاہم اگر پڑھ لی گئی تو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔"بقیع غرقد" جو مدینہ منورہ کا قبرستان ہے۔اس کے ایک حصہ میں جنازہ گاہ تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں، نیز صحابہ کے دور اور بعد کے ادوار میں وہیں جنازہ کی نماز پڑھی جاتی تھی۔محمد بن ابی حرملہ مولی عبدالرحمن بن ابی سفیان بن حویطبؒ فرماتے ہیں:

"زینب بنت أبی سلمة توفیت، و طارق أمیر المدینة، فأتی بجنازتها بعد صلاة الصبح، فوضعت بالبقیع، قال: و کان طارق یغلس بالصبح، قال ابن حرملة: فسمعت عبد الله بن عمر یقول:

لأهلها: إما أن تصلوا على جنازتكم الأن، و إما أن تتركوها حتى ترتفع الشمس" (موطأ مالک، حدیث نمبر :۵۳۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی، حدیث نمبر ۱۷۱۷، اور یہ صحیح درجہ کا اثر ہے۔ (مقالہ: راقم الحروف)

۲۔ فقہاء کے اقوال سے استیناس:

عام طور سے فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے کہ قبرستان کی خالی جگہ میں جہاں سامنے قبر نہ ہو، نماز بلا کراہت جائز ہے:

"أو كان في المقبرة موضع أعد للصلاة، و لا قبر و لا نجاسة، فلا بأس، كما في الخانية" (ابن عابدین، ردالمحتار ۱/ ۶۵۴)۔ (متعدد مقالہ نویس حضرات)

۳۔ قبروں کے درمیان مکروہ ہونے کی دلیل: وہ روایت ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

"نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يصلّى على الجنازة بين القبور" (المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۵۶۳۱، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)۔

اس حدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے:

"قال أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ: و لا ينبغي أن يصلى على ميت بين القبور، و كان علي و ابن عباس يكرهان ذلك، و ان صلوا أجزأهم" (بدائع الصنائع للکاسانی ۱/ ۳۲۰)۔ (مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی)

البتہ ایک مقالہ نگار مفتی رحمت اللہ ندوی لکھتے ہیں: "خالی زمین میں مستقلاً جنازہ گاہ بنانا جائز نہیں ہے، البتہ نماز جنازہ ادا کر سکتے ہیں، بشرطیکہ سامنے قبر نہ ہو" لیکن گزشتہ دلائل اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں یہ مرجوح رائے معلوم ہوتی ہے۔

آخری سوال:

اس موضوع کا آخری سوال یہ ہے کہ: بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل وبھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑہ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ کیا اس کی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

اس سوال کے جواب میں دو آراء سامنے آئی ہیں۔

پہلی رائے:

قبرستانوں کو کھلیان، اصطبل، تھان اور باڑہ کے طور پر استعمال کرنا، یا اس کے کسی حصہ کو کھلیان یا مویشیوں کے لئے خاص کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ قبرستان کے مقاصد، احترام اور تحفظ کے خلاف ہے۔ ہنگامی حالات میں بھی دوسرا حل اختیار کیا جائے۔ اس عمل کو سختی سے روکا جائے، اگر اسے روکا نہ گیا تو قبرستان کی بے حرمتی عام ہو جائے گی۔

اس رائے کے حاملین کے اسماء گرامی ہیں: مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی رحمت اللہ ندوی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی نثار احمد کلا، مولانا ابو محمد، محمد سعد نور قاسمی، مفتی جنید احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد ذاکر اور مفتی ثناء الہدی قاسمی۔

اس رائے کے دلائل:

۱۔ یہ احترام موتی کے خلاف ہے، اور یہ مجبوری ایسی بھی نہیں ہے، جس کا دوسرا کوئی حل نہ ہو۔ (متعدد مقالہ نویس حضرات)

۲۔ فقہاء کے اقوال سے استئناس:

فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔ علامہ ابن نجیم تحریر فرماتے ہیں:

"ولا یجوز لأهل القریة الانتفاع بالمقبرة الداثرة، فلو کان فیها حشیش یحش و یرسل الی الدواب، ولا ترسل الدواب فیها" (ابن نجیم، البحر الرائق ۵/ ۲۷۵)۔ (متعدد مقالہ نگاران)

دوسری رائے:

عام حالات میں قبرستان کو کھلیان، تھان اور اصطبل و باڑہ کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ وقتی طور پر قبرستان کے کچھ خالی حصہ میں لوگوں کی ہنگامی ضروریات کیلئے غلہ رکھنے اور مویشیوں کے باندھنے کی اجازت ہوگی۔

اس رائے کے حاملین کے اسماء گرامی ہیں: ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی، ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، ڈاکٹر مفتی محمد مصطفی عبد القدوس ندوی، مفتی محمد اشرف قاسمی (یہ لکھتے ہیں: بشرطیکہ قبرستان کی انتظامیہ سے اجازت لے لے۔ نیز خالی زمین کو انتظامیہ کرایہ پر دے سکتی ہے)، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی شکیل منصور قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی (یہ لکھتے ہیں: خالی جگہ جہاں ابھی قبریں نہیں ہیں، اسے کاشت کیلئے کرایہ پر بھی دے سکتے ہیں)، مولانا محمد ممتاز خان ندوی (یہ لکھتے ہیں: کھلیان بنانا کسی صورت میں جائز نہیں ہے)، مولانا عبد التواب اناوی (یہ لکھتے ہیں: وسیع قبرستان کی خالی جگہ کو کھلیان کیلئے بہ طور اجارہ دیا جا سکتا ہے)، مفتی محمد صابر حسین ندوی (یہ لکھتے ہیں: خالی زمین لیز پر دے سکتے ہیں)، مولانا محمد قمر الزماں ندوی (ان کے نزدیک بھی خالی زمین کو کھلیان وغیرہ کیلئے کرایہ

پر دیا جاسکتا ہے)، مفتی محمد عثمان بستوی اور راقم الحروف۔

اس رائے کے دلائل:

۱۔ ہنگامی صورت حال پیش آجائے کہ کوئی جگہ قبرستان کے علاوہ موجود نہ ہو، جہاں جانوروں کو باندھا جاسکے یا غلے کو نکالا جاسکے، تو ایسی مجبوری کی حالت میں اس کیلئے گنجائش ہے کہ جانور ہوں یا غلہ جات ان پر انسانی زندگی کا مدار ہوتا ہے، اور جب کوئی جگہ قبرستان کے علاوہ میسر نہ ہو تو "الضرورات تبیح المحظورات" کے ضابطے سے وقتی طور پر اجازت ہوگی۔ لیکن عام حالات میں ان ضروریات کیلئے اپنا انتظام کرنا ضروری ہے۔ (مقالہ: مفتی عثمان بستوی)

۲۔ فقہاء کے اقوال سے استیناس:

"الفتاوی الہندیہ" میں ہے:

أرض لأهل قرية جعلوها مقبرة، و أقبروا فيها، ثم ان واحداً من أهل القرية بنى فيها بناء لوضع اللبن و آلات القبر، و أجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضا أهل القرية، أو رضا بعضهم بذلك، قالوا: ان كان في المقبرة سعة بحيث لا يحتاج إلى ذلك المكان فلا بأس به، و بعد ما بنى لو احتاجوا إلى ذلك المكان رفع البناء حتى يقبر فيه، كذا في فتاوى قاضي خان" (عالمگیری ۲/ ۴۶۷۔۴۶۸)۔

و لله تعالىٰ الحمد أولاً و آخراً، و صلى الله تعالىٰ على نبينا خير الخلق، و علىٰ آله و صحبه و سلم۔

قبرستان کے متعلق چند نئے مسائل

مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی (حفظہ اللہ)
شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا، بھروچ، گجرات

قبروں پر پلر ڈال کر دکانیں بنانا:

جواب نمبر: (۱) قبرستان جس مقصد کے لئے وقف کیا جاتا ہے، وہ مردوں کو دفن کرنا ہے، یہی مقصد ہمارے مطمح نظر رہنا چاہئے، اس مقصد کو نظر انداز کرتے ہوئے اراضی قبرستان سے فائدہ اٹھانا، دوسری چیزوں (مثلاً: مکانات، دکانیں، باغیچہ، شفاخانہ وغیرہ) کے لئے استعمال میں لانا درست معلوم نہیں ہوتا ہے، اس اجمالی تمہید کے بعد ہم اصل مسئلہ میں غور کرتے ہیں کہ کیا قبرستان میں پلر ڈال کر اوپر دکانیں بنائی جاسکتی ہے؟

قبرستان کے اوپر چھت ڈال کر دکانیں بنانا یا کسی اور قسم کا تعمیراتی کام کرنا ایک انتہائی حساس مسئلہ ہے؛ کیونکہ یہ قبروں کی حرمت اور احترام سے جڑا ہوا ہے، اسلامی تعلیمات میں قبروں کا احترام ایک اہم اصول ہے اور ان کی بے حرمتی یا بے توقیری سے سختی سے منع کیا ہے، کتاب وسنت اور فقہاء کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح قبروں پر چھٹ ڈال کر دکانیں بنانا درست نہیں ہونا چاہئے؛ کیونکہ خریداری کے لئے لوگوں کی آمد ورفت ہوتی رہے گی اور یہ آمد ورفت لامحالہ قبروں پر ہی ہوگی، جس میں قبروں کی بے حرمتی لازم تو آہی رہی ہے، دوسرا یہ کہ اس سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور شریعت مطہرہ کی بھی خلاف ورزی ہورہی ہے اس لئے یہ طریقہ درست نہیں ہونا چاہیے۔

مذکورہ سوال میں یہ جز بھی ہے کہ دکانیں بنانے کی وجہ سے آمدنی قبرستان کو ملتی رہے گی تو جاننا چاہئے کہ اگر قبرستان کی آمدنی کے خاطر یہ صورت اختیار کرنا مقصود ہے تو یہ مقصد دوسرے طریقہ سے بھی حاصل ہوسکتا ہے، مثلاً: قبرستان کے لئے چندہ کیا جائے اگر علاقائی چندے سے کام نہ بنتا ہو تو دوسرے اصحاب خیر سے چندہ وصول کیا جائے، اس کے لئے سفر بھی کرسکتے ہیں، کوشش، سعی اور محنت ضروری ہے اس کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ آمدنی کے لئے یہ (سوال مذکورہ والی) صورت نہ اپناتے ہوئے - کہ جس میں مردوں کی توہین ہورہی ہے - یہ شکل اختیار کی جائے، بس مکمل کوشش کرنی ہے، اس کار خیر میں جو حضرات بھی حصہ لیں گے وہ عنداللہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالی)

آمدنی کے لئے دوسرا طریقہ یہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے، قبرستان کے نام پر کسی اور جگہ دکانیں بنوائی جائے، یا کھیت یا زمین لی جائے اور اس کی آمدنی کے ذریعہ قبرستان کے اخراجات پورے کئے جائیں تو یہ بھی بہتر شکل ہوسکتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قبرستان کے لئے لمبی چوڑی رقم کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، معمولی خرچ ہوتا ہے، مثلاً: نگرانی کے لئے چوکیدار، بجلی، پانی وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے، لہذا مردوں کی بے حرمتی سے بچتے ہوئے سوال مذکورہ کی شکل سے احتراز کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مستفاد مع تلخیص از فتاوی رحیمیہ: ۵/ ۹۶، ط: مکتبۃ الاحسان، دیوبند)

دوسری بات یہاں قابل اہمیت یہ ہے کہ قبرستان کے اوپر اس طرح دکانیں بنانے کی رخصت دے دی جائے تو قبرستان کی جو عظمت وحرمت ہے وہ ختم ہوسکتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان کی زیارت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا، اب ان کی زیارت کرلیا کرو (اس کی اجازت ہے)؛ کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص (قبرستان کی) زیارت کے لئے جانا چاہے، اسے اجازت ہے مگر وہاں جاہلانہ باتوں سے اجتناب کرو۔" (صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۹۷۷، کتاب الجنائز، باب استئذان النبي ربه عزوجل...، مسند أحمد: رقم الحدیث: ۲۳۰۰۵ و ۲۳۰۵۲ و ۲۳۰۱۵، مسند بريدة الاسلمي، سنن أبي داود: رقم الحدیث: ۳۲۳۵، کتاب الجنائز، باب في زيارة القبور، جامع الترمذي: رقم الحدیث: ۱۰۵۴، کتاب الجنائز، باب ما جاء في الرخصة في زيارة القبور، سنن النسائي: رقم الحدیث: ۲۰۳۳، کتاب الجنائز، باب زيارة القبور)

ایک اور روایت میں ہے کہ "قبروں کی زیارت کرو، یہ دل کو نرم کرتی ہیں، آنکھوں سے آنسو بہاتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور وہاں لغویات سے اجتناب کرو۔" (المستدرك على الصحيحين: رقم الحدیث: ۱۳۹۳، کتاب الجنائز: ۱/ ۵۳۲)

مذکورہ احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے غور فرمائیں کہ نیچے قبرستان ہو اور اوپر مارکیٹ ہو تو یہ مقصد کیسے حاصل ہوسکتا ہے؛ بلکہ قبرستان کی عظمت وحرمت دلوں سے نکل جائے گی، نیز وہاں قسم قسم کی لغویات اور بے ہودگی (مثلاً: دنیاوی گفتگو، بے پردگی، مرد وزن کا اختلاط وغیرہ) وجود میں آئے گی جس میں قبرستان کی عظمت وحرمت بھی پامال ہوگی اور مردوں کی بھی توہین و بے حرمتی لازم آئے گی، اس لئے اس طرح کی شکل اختیار کرنا مناسب معلوم نہیں ہورہا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مردوں کی بے حرمتی اور ان کی توہین سے روکنے کے لئے ہدایت فرمائی:

عن أبي مرثد الغنوي، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تجلسوا على القبور، ولا تصلوا

إليها". (صحيح مسلم:۹۷۲، كتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر و الصلاة عليه)

نیز ایک دوسری روایت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"عن جابر قال: نهى رسول الله صلى الله عليه و سلم أن يجصص القبر و أن يبنى عليه و أن يقعد عليه."

(صحيح مسلم: كتاب الجنائز، باب النهي عن تجصيص القبر، رقم الحديث:۹۷۰)

فتاویٰ ہندیہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے:

وسئل هو أيضا عن المقبرة في القرى إذا اندرست ولم يبق فيها أثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال: لا، ولها حكم المقبرة، كذا في المحيط. (الفتاوى الهندية: كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات والحياض،۲/ ٤٧٠، ٤٧١، ط: المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر، دار الفكر بيروت وغيرها)

نیز دوسری جگہ مذکور ہے:

ولا يجوز تغيير الوقف عن هيئته فلا يجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دكانا، إلا إذا جعل الواقف إلى الناظر ما يرى فيه مصلحة الوقف، كذا في السراج الوهاج. (الباب الرابع عشر في المتفرقات:۲/ ٤٩٠)

اسی طرح علامہ ابنِ نجیم مصری رقم طراز ہیں:

ولا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة.. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق: كتاب الوقف، فصل اختص المسجد بأحكام تخالف أحكام مطلق الوقف، فصل جعل مسجدا تحته سرداب أو فوقه بيت وجعل بابه إلى الطريق،٥/ ٢٧٥، ط: دار الكتاب الإسلامي)

اسی طرح علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَذَلِك لِأَن الْمَقَابِر وقف من أوقاف الْمُسلمين لدفن موتاهم، لَا يجوز لأحد أَن يملكهَا. (عمدة القاري: كتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد،٤/ ١٧٩، رقم الحديث:٤٢٨، ط: دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر، بيروت)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ اس طرح کے ایک سوال (قبروں پر شفاخانہ اور باغیچہ بنانے) کے جواب میں فرماتے ہیں:

"قبرستان جو مسلمانوں کے اموات دفن کرنے کے لئے وقف ہو ہمیشہ قبرستان کے کام میں ہی لانا لازم ہے، کسی دوسرے کام میں اس کی خالی زمین کو بھی لانا جائز نہیں ہے اور جو زمین کہ دفن اموات کے کام میں آچکی ہے اور

اس میں قبریں موجود ہیں، ان قبروں کا احترام باقی رکھنا لازم ہے، اس قبرستان میں دفن کی اجازت بیس اکیس سال سے نہیں ہے تو وقف سے جو فائدہ مقصود اور متصور تھا وہ تو اب حاصل نہیں ہوتا یا نہیں ہوسکتا، مگر مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ موجودہ قبور کو بے حرمتی سے بچائیں اور کسی ایسے کام کی اجازت نہ دیں جس سے قبروں کی بے حرمتی ہو، شفاخانہ کا صحن بنانے اور مٹی ڈال کر باغیچہ لگانے کی صورت میں قبروں کے اوپر لوگوں کا چلنا پھرنا تو لامحالہ ہوگا اور یہ بھی قبروں کی توہین کی صورت ہے، اس لئے یہ صورت تو نہ صرف مسلمانوں کے مذہبی جذبات؛ بلکہ مذہبی احکام کے خلاف ہے۔"

(ملخص از کفایت المفتی: کتاب الوقف، ۷/ ۱۲۰، ط: دارالاشاعت، کراچی)

بہرحال ان ساری تفصیلات اور دلائل وعبارات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قبرستان کے اوپر چھت ڈال کر دکانیں بنانا شرعی طور پر ناجائز ہونا چاہئے؛ کیونکہ یہ قبروں کی بے حرمتی کے مترادف ہے اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، قبرستان کی آمدنی کے لئے ایسی صورت اختیار نہ کی جائے؛ بلکہ اس کے بدلے کوئی اور صورت اختیار کی جائے تو مناسب رہے گا، تاکہ قبرستان کی عظمت وحرمت بھی باقی رہے اور مردوں کی بے حرمتی اور توہین بھی نہ ہونے پائے، لہذا مسلمان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ مرنے کے بعد بھی انسان کا احترام برقرار رکھا جائے۔

جواب نمبر: (۲)

دومنزلہ قبریں بنانا:

کسی بھی میت کو زمین میں دفن کرنا یہ فطرت انسانی ہے، اسی لیے دنیا میں سب سے پہلے جس انسان (حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل) کی موت ہوئی تو ان کو زمین میں گڑھا کھود کر دفن کیا گیا اور اس طریقہ سے دفنانے کی رہنمائی بذاتِ خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ اللہ رب العزت نے ایک کوّا بھیجا جو اپنی چونچ اور اپنے پاؤں سے زمین میں گڑھا کھود رہا تھا جسے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ﴾ (سورۃ المائدۃ:۳۱)

(پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کو کریدنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے، اس نے کہا: ہائے افسوس! کیا میں اتنا مجبور ہوں کہ اس کوّے کی ہی مانند ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا، پھر وہ افسوس کرنے لگا۔)

اب چونکہ دین اسلام فطری دین ہے، اس لئے اسلام نے اسی طریقہ کو باقی رکھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مِنها خَلَقنٰكُم وَفيها نُعيدُكُم وَمِنها نُخرِجُكُم تارَةً اخرىٰ﴾ (سورۃ طٰہٰ:۵۵)

مذکورہ بالا اجمالی گفتگو سے معلوم ہوا کہ انسان کی تدفین زیرِ زمین کرنا شریعت مطہرہ کا تقاضا ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ میت کو دفنانے کے لئے سطح زمین کو انسان کے آدھے قد کے برابر گہرائی سے کھودا جاتا ہے اور اسی کو زمین میں دفنانا کہا جاتا ہے؛ نیز یہی طریقہ مسنون ہے، اتنی بات سمجھنے کے بعد اب ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ قبرستان پر چھت دے کر مردوں کو دفنانا شریعت کے نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟

قبرستان کی زمین تنگ ہو جانے کی صورت میں اس پر چھت ڈال کر اوپر قبریں بنانے یا میت کو دفن کرنے کا مسئلہ قرآن وحدیث، نیز فقہی عبارتوں کی روشنی میں دیکھا جائے گا، اسلامی شریعت میں قبر کی بے حرمتی منع ہے اور دفن شدہ میت کو تنگ کرنے یا بے سکونی کا باعث بننے والے عمل سے گریز کرنا ضروری ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

عن عائشة رضی اللہ عنها أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: "کسر عظم المیت ککسرہ حیا" (سنن أبي داود: رقم الحدیث: ۳۲۰۷)

یہ حدیث میت کی تکریم پر زور دیتی ہے کہ میت کے ساتھ بے حرمتی زندہ انسان کی بے حرمتی کے مترادف ہے اور قبر کی حفاظت کا حکم دیتی ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ اس طرح دفنانے میں کچھ خرابیاں بھی ہیں، اضاعت مال بھی ہے؛ نیز مردوں کی بے ادبی اور توہین بھی لازم آرہی ہے، اسی طرح یہ بات بھی حقیقت ہے کہ جس بات سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، جیسا کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

قال الطیبي: إشارة إلی أنه لا یهان میتا، کما لا یهان حیا. قال ابن الملك: وإلی أن المیت یتألم. قال ابن حجر: ومن لازمه أنه یستلذ بما یستلذ به الحي اهـ. وقد أخرج ابن أبي شیبة عن ابن مسعود قال: أذی المؤمن في موته کأذاه في حیاته. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: رقم الحدیث: ۱۷۱۴، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، ۳/۱۹۴)

اور اس طرح چھت بنانے میں سخت بے حرمتی و بے ادبی یوں لازم آتی ہے کہ چھت بنانے کے لئے؛ نیز مٹی ڈالنے کے لئے اس پر ٹریکٹر، ٹرالی، ٹیمپو یا دیگر گاڑیاں یا پیدل چل کر مٹی ڈالنا وغیرہ افعال قبیحہ ضرور پیش آئیں گے؛ جس سے مردوں کی توہین اور ایذا رسانی لازمی ہے جب کہ قبر پر چلنا، پاؤں رکھنا، اس پر بیٹھنا، اس پر راستہ بنانا یہ ساری چیزیں قرآن وحدیث کی روشنی میں ناجائز ہے۔

چنانچہ قبروں پر بیٹھنے کے حوالے سے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "لَأَنْ یَجْلِسَ أَحَدُکُمْ عَلَی جَمْرَةٍ فَتَحْرِقَ ثِیَابَهُ، فَتَخْلُصَ

إِلَى جِلْدِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ." (صحيح مسلم: كتاب الجنائز، باب النهي عن تجصيص القبر و البناء عليه رقم الحديث: ۹۷۱/۹۶، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ قبر پر بیٹھنا بھی منع ہے، چہ جائیکہ اس پر تعمیرات کی جائیں، نیز مسلمان کی قبر پر چلنے کے سلسلے میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "لَأَنْ أَمْشِيَ عَلَى جَمْرَةٍ، أَوْ سَيْفٍ، أَوْ أَخْصِفَ نَعْلِي بِرِجْلِي، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْشِيَ عَلَى قَبْرِ مُسْلِمٍ، وَمَا أُبَالِي أَوَسْطَ الْقُبُورِ قَضَيْتُ حَاجَتِي، أَوْ وَسْطَ السُّوقِ". (سنن ابن ماجه: كتاب الجنائز، باب ما جاء في النهي عن المشي على القبور، والجلوس عليها، رقم الحديث: ۱۵۶۷، ط: دار إحياء الكتب العربية)

ابن مودود موصلی حنفی اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:

(ويكره وطء القبر والجلوس والنوم عليه والصلاة عنده) لأنه نهى عن ذلك، وفيه إهانة به. (الاختيار لتعليل المختار: كتاب الصلاة، باب الشهيد، ۹۷/۱، ط: مطبعة الحلبي - القاهرة، دار الكتب العلمية بيروت)

نیز علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أن أبا حنيفة كره وطء القبر والقعود أو النوم أو قضاء الحاجة عليه. (حاشية ابن عابدين: كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في زيارة القبور، ۲۴۶/۲، ط: دار الفكر - بيروت)

اب ہم ان قباحتوں اور خرابیوں کو دیکھتے ہیں جو اس طریقہ سے دفنانے میں پیدا ہوتی ہے، اولاً تو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ چھت پر قبریں تیار کرنے سے وہ مقاصد مکمل نہیں ہوتے جو زمین میں گڑھے کھود کر دفن کرنے سے حاصل ہوتے ہیں؛ کیونکہ زمین اپنی ساخت کی وجہ سے مردوں کا تعفن و بدبو کو ختم کر کے مٹی کا حصہ بنا دیتی ہے، اسی طرح حشرات الارض، سورج کی شعاعیں وغیرہ بھی اس کی بدبو وغیرہ دور کرنے میں مدد کرتے ہیں اس کے علاوہ مٹی میں دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت بھی موجود ہے، مگر چھت بنانے کی صورت میں یہ مقاصد مکمل نہیں ہوتے؛ بلکہ اس سے مزید قباحتیں اور خرابیاں وجود میں آتی ہیں، مثلاً:

(۱) اگر چھت پر قبریں بنائی جائیں تو اولاً پختہ قبریں بنانے کی ضرورت پیش آئے گی، تاکہ اس کی بدبو دور کی جائے، جب کہ پختہ قبروں کی حرمت اظہر من الشمس ہے، کسی بھی فقہی مذہب میں اس بارے میں عدم جواز کا اختلاف نہیں ہے، طوالت کے پیش نظر پختہ قبروں کے عدم جواز کے دلائل سے احتراز کیا گیا ہے۔

(۲) اگر چھت پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھی جائے تو اس کے لیے انتہائی مضبوط سامان و میٹریل کی ضرورت

پڑے گی جس کے لیے اربوں کھربوں روپے خرچ کرنے پڑیں گے، جو کہ اضاعت مال سے خالی نہیں ہے، نیز ہر جگہ اس طرح کرنا ممکن بھی نہیں ہے۔

(۳) اسی طرح چھت پر مٹی ڈال کر دفن کرنے میں بدبو اس طرح پھیل جائے گی کہ لوگوں کے لیے قبرستان میں آنا مشکل ہو جائے گا، اگر اس تعفن و بدبو کو دور کرنے کے لئے زہریلے کیمیکلز استعمال کئے جاتے ہیں، نیز مردوں کی ہڈیاں وغیرہ گلانے کی کوشش کی جاتی ہے تو یہ بھی ممنوع ہے، اس لئے کہ مردے کے جسم، ہڈیاں وغیرہ کی تعظیم بہر حال ضروری ہے جو کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں واضح ہے۔

(۴) دو منزلہ قبرستان کی تعمیر کے جواز میں سب سے بڑی قباحت و رکاوٹ یہ ہو سکتی ہے کہ گویا قبرستان میں ساٹھ فیصد پکی قبریں اور مزارات کو قبول کر لیا جائے تبھی تو یہ شکل اختیار کی جا سکتی ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

(۵) موسم برسات میں پانی کی وجہ سے مٹی کا اچھا خاصہ حصہ گھل جانے سے مردوں کے اعضاء منتشر ہو جائیں گے اور قبروں کی توہین و بے حرمتی ہوگی۔

(۶) خدانخواستہ زلزلے وغیرہ کی صورت میں ایسی عمارت کا گرنا ممکن ہے، خطرے سے خالی نہیں ہے؛ بلکہ عمارت جتنی مضبوط ہوتی ہے وہ زلزلے میں اتنی ہی جلدی گر جاتی ہے، اسی لئے زلزلے والی جگہوں پر لچکدار مکانات و عمارتیں بنائی جاتی ہے، لیکن قبرستان کی عمارت ویسی لچکدار ہوگی تو اس سے مطلوبہ مقاصد پورے نہیں ہوں گے اور عمارت منہدم ہونے کی صورت میں مردوں کی بے حرمتی ہوگی اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ جب کہ شریعت مطہرہ میں اس کا آسان حل موجود ہے۔

بہر حال مذکورہ مسئلہ شکوک وشبہات سے خالی نہیں ہے، لہذا احتیاط کی خوب ضرورت ہے، تاکہ بڑے پیچیدہ مسائل پیدا نہ ہو، دوسری بات یہ ہے کہ مردوں کو دفن کرنا، کچی قبر کا انتخاب اور پکی قبریں تیار کرنے سے بچنا، نیز قبروں کو جائز حد تک اونچا کرنا یہ سب مسائل عبادات سے منسلک ہیں اور عبادات توقیفی ہے جن کی اصل حرمت ہے، لہذا ان مسائل میں شکل جدید کی اباحت کے لئے شرعی حکم درکار ہے جو یہاں مفقود نظر آرہا ہے۔

نیز یہ بات ہم بخوبی جانتے ہیں کہ کسی مسئلہ میں صریح نص کے نہ ہونے پر، قیاس کے ذریعہ مسئلہ کو حل کیا جاتا ہے، لیکن قیاس کے صحیح ہونے کے لئے مقیس علیہ اور مقیس کے مابین علت مشترکہ کا ہونا ضروری ہے، ورنہ قیاس درست نہ ہوگا، چھت پر دفن کرنے اور زمین پر دفن کرنے کے مابین یہ علت مشترکہ مفقود ہے، البتہ پہاڑ کی چوٹی اس سے مستثنیٰ ہے؛ کیونکہ وہ زمین ہی کے حکم ہے، نیز سرنگیں، غاروں کے تہہ خانے وغیرہ زمین ہی کے حکم میں ہے، اس لئے اس کو قبرستان بنایا جا سکتا ہے اور یہ ﴿ مِنها خَلَقنٰكُم وَفيها نُعيدُكُم وَمِنها نُخرِجُكُم تارَةً اخرى﴾ کے ضمن میں شامل ہیں، لیکن مذکورہ صورت علت مشترکہ نہ پائی جانے کی وجہ سے درست نہیں ہونی چاہیے۔ (مستفاد و

تلخیص وتوضیح از اصلاحی مجلہ محدث، صفر المظفر ۱۴۲۳ھ-اپریل:۲۰۰۲، فقہی مسائل، ص:۲۹-۳۰)

لیکن ہماری ناقص رائے کے اعتبار سے ایک صورت ہوسکتی ہے جس سے یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے کہ جہاں قبرستان میں جگہ کے اعتبار سے تنگی ہوتو یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ قبرستان کے ایک کونے سے ترتیب وار دفنانے کی ابتداء کی جائے اور جب قبرستان پورا بھر جائے گا تو تقریباً قوی امید یہی ہے کہ بالکل ابتداء میں دفن شدہ قبریں بوسیدہ ہوچکی ہوگی اور مٹی میں تبدیل ہوچکی ہوگی، لہٰذا پھر وہی سے دوبارہ تدفین کا سلسلہ شروع کیا جائے اگر ہڈیاں کہیں کہیں نکل آئیں تو اسے جمع کرکے دوسری جگہ دفن کردیا جائے، یہ شکل زیادہ بہتر اور آسان معلوم ہورہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال الزيلعي: ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه اهـ. (حاشية ابن عابدين: كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت، ۲/۲۳۳، ط: دار الفكر، بيروت)

حالت اضطرار:

فقہ حنفی میں ایسے حساس مسائل میں احتیاط لازم ہے، اگر موجودہ زمین بالکل ناکافی ہو اور قبرستان کو وسعت دینے کا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو، تو اولاً زیرزمین دومنزلہ قبریں بنانے کی سعی کی جائے گی، پھر اگر یہ صورت دشوار ہوتو مجبوری میں چھت ڈال کر اوپر قبریں بنانے کی اجازت دی جاسکتی ہے، لیکن یہ حکم اضطرار (شدید ضرورت) کے وقت شرائط شدیدہ، نیز علماء کرام وفقہاء عظام کی رہنمائی میں کیا جانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۷۳)

یہ آیت اصولی طور پر ہر مجبوری کے مسئلے میں دلیل بنتی ہے، لیکن اس میں سخت شرائط کے ساتھ گنجائش نکل سکتی ہے، جیسے:

(۱) اگر زمین واقعی تنگ ہوچکی ہو اور دفن کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہ ہو، تو شدید ضرورت کے تحت موجودہ قبرستان پر چھت ڈال کر قبریں بنانے کی اجازت ہوسکتی ہے۔ (۲) یہ اجازت صرف اضطراری حالت میں ہوگی اور شرط یہ ہے کہ پرانی قبروں کی بے حرمتی نہ ہو۔ (۳) اس کے لیے شرکاء سمینار کی آراء اور مشوروں کی ضرورت ہے، تاکہ حالات کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیا جاسکے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

جواب نمبر: (۳)

موقوفہ قبرستان کی تبدیلی:

احناف کے نزدیک وقف شدہ زمین (جیسے قبرستان) کو فروخت کرنا اور اس کی جگہ دوسری زمین لینا عام

حالات میں جائز نہیں ہے، کیونکہ وقف کی چیز کو تبدیل کرنا اصل میں اس کے مقصد کو ختم کرنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے، تاہم اگر واقعی شدید ضرورت اور مجبوری ہو اور اصل مقصد (قبرستان کی تدفین وغیرہ) کو پورا کرنا ممکن نہ ہو، تو فقہاء نے بعض صورتوں میں اس کے بدل کو لینے کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ وہ مقصد مکمل طور پر محفوظ رہے۔

ماقبل اجمالی تفصیل کے بعد مذکورہ مسئلہ کو دیکھا جائے تو واقعی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ آمد و رفت میں بڑی دشواری ہے آبادی کے پھیل جانے کی وجہ سے میت کو لے کر جانے میں دشواری ہو رہی ہے اور دوسرے لحاظ سے دیکھا جائے تو بھی اوقاف کے لیے فائدہ معلوم ہو رہا ہے کہ اس قبرستان کے بدلے شہر سے باہر وسیع قبرستان مل رہا ہے جس سے مستقبل میں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوگی وہ اس طرح کہ اگر شہر سے باہر قبرستان لے لیا جائے، تو پھر مستقبل میں بڑی آسانی ہو سکتی ہے اور اس قسم کی کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی، اس لیے شدید ضرورت کی وجہ سے یہ گنجائش نکل سکتی ہے۔

اسی لئے اصولِ فقہ میں "المشقة تجلب التيسير" (مشقت آسانی کو لاتی ہے) ایک مشہور قاعدہ ہے، اگر قبرستان کی موجودہ جگہ عوام کے لیے مشکل کا باعث ہو اور بہتر جگہ دستیاب ہو تو یہ قاعدہ اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ ضرورت کی بنا پر قبرستان کی جگہ تبدیل کی جا سکتی ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مراعاة غرض الواقفين واجبة.(كتاب الوقف،فصل اجارة الواقف،مطلب فى المصادقة على النظر،٤/٤٤٥، ط:دار الفكر، بيروت)

نیز دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

وإن كان للوقف ريع ولكن يرغب شخص في استبداله إن أعطى مكانه بدلا أكثر ريعا منه في صقع أحسن من صقع الوقف جاز عند أبي يوسف والعمل عليه. (كتاب الوقف،مطلب في استبدال الوقف وشروطه،٤/٣٨٧، ط:دار الفكر، بيروت)

وروي عن محمد: إذا ضعفت الأرض عن الاستغلال ويجد القيم بثمنها أخرى هي أكثر ريعا كان له أن يبيعها ويشتري بثمنها ما هو أكثر ريعا. (فتح القدير: كتاب الوقف،٦/٢٢١، ط:دار الفكر، لبنان)

فتاوی ہندیہ میں ذکر کیا گیا ہے:

أرض لأهل قرية جعلوها مقبرة وأقبروا فيها ثم إن واحدا من أهل القرية بنى فيها بناء لوضع اللبن وآلات القبر وأجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضا أهل القرية أو رضا بعضهم بذلك قالوا: إن كان في المقبرة سعة بحيث لا يحتاج إلى ذلك المكان فلا بأس به وبعدما بنى لو احتاجوا إلى ذلك المكان

رفع البناء حتى يقبر فيه، كذا في فتاوى قاضي خان. (الفتاوى العالمكيرية: كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات والحياض، ۲/۴۶۷، ط: دار الفكر، بيروت)

بہر حال فقہ حنفی کے اصولوں کے مطابق اسلامی شریعت میں قبرستان کے لیے مخصوص زمین کو بیچنا عام حالات میں جائز نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ایک وقف کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور وقف کی زمین کو بیچنا یا اس میں تصرف کرنا شرعاً ممنوع ہوتا ہے، البتہ اگر کوئی حقیقی ضرورت پیش آجائے، جیسے:

(۱) میت کو لے جانے میں شدید دشواری ہو۔ (۲) قبرستان کی جگہ لوگوں کے لیے غیر موزوں ہو۔ (۳) متبادل جگہ خریدنے کے لیے بہتر موقع موجود ہو۔ (۴) اور فروخت کی صورت میں حاصل ہونے والی رقم کو اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جائے، تو اس صورت حال میں قاضی یا علماء کی نگرانی میں اس زمین کو فروخت کرنا جائز ہوسکتا ہے، بشرطیکہ شرعی اصولوں کا مکمل لحاظ رکھا جائے۔

جواب نمبر: (۴)

قبروں پر بیت الخلاء وغیرہ بنانا:

قبرستان کی حرمت وعظمت، نیز وہاں مدفون مردوں کی عزت وحرمت اسی طرح قبرستان کے مقاصد وغیرہ کے بارے میں ماقبل میں گزر چکا اس لئے ان امور پر کلام نہ کرتے ہوئے اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ آیا اس طریقہ سے بیت الخلاء وغیرہ بنانا درست ہے یا نہیں؟

اگر اس بات کا یقین ہو کہ جس جگہ یہ تعمیر کی جائے گی وہاں قبریں یا میتیں موجود ہیں، تو ایسا کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، کیونکہ یہ مردوں کی بے حرمتی کے زمرے میں آتا ہے، ماقبل میں گزری ہوئی احادیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے، چلنے، روندنے وغیرہ امور قبیحہ سے منع فرمایا تو پھر قبروں پر بیت الخلاء وغیرہ بنانے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟ لہذا اس طرح قوی امید کے ساتھ قبروں پر بیت الخلاء وغیرہ نہیں بنانا چاہیے۔

نیز دوسری بات یہ ہے کہ قبرستان مردوں کی تدفین کے لئے ہوتا ہے اور بیت الخلاء وغیرہ یہ مقاصد قبرستان کے خلاف ہے اس لئے قبرستانِ موقوفہ میں مسجد کے نمازیوں کے استعمال کی خاطر بھی بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ہونا چاہیے۔

تاہم، اگر نماز پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے وضو اور بیت الخلا کی ضرورت ہو، تو بہتر یہ ہے کہ قبرستان کی حدود سے باہر ایسی جگہ منتخب کی جائے جہاں یہ تعمیرات کی جاسکیں، اگر قبرستان کے اندر ہی یہ تعمیر کرنا ناگزیر ہو، تو ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں پرانی قبریں نہ ہوں یا ان کی موجودگی کا یقین نہ ہو۔

اسی طرح کا ملتا جلتا ایک مسئلہ (جس جگہ کے بارے میں شبہ ہو کہ یہاں قبرستان تھا اس کے حکم) کے تحت علامہ

ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

"جس جگہ کے بارے میں یقین ہو کہ یہاں مسلمانوں کا وقف کردہ قبرستان ہے وہاں کسی کو اپنی ذاتی دنیوی کام کے لئے کھودائی کرنا جائز نہیں اور مردوں کو دفن کرنے کے لئے جائز ہے، بشرطیکہ قبر کا نشان قائم نہ ہو۔" (امداد الاحکام: احکام المقابر، ۳/ ۲۹٤، ط: مکتبہ دار العلوم کراچی)

نیز حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (مسجد کو وسیع کرنے کے لئے قبرستان کی جگہ شامل کرنا) کے تحت رقم طراز ہیں:

"اگر قبرستان کی زمین دفن اموات کے لئے وقف ہے اور اس میں دفن اموات جاری ہے تو اس زمین کو دفن سے معطل کرنا اور مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ جس کام کے لیے وہ وقف ہے اور وہ کام اس میں جاری یا ممکن ہے تو جہت موقوف علیہا سے اس وقف کو معطل کرنا ناجائز ہے۔"

ان دونوں مسائل سے معلوم ہوا کہ جس قبرستان کے بارے میں شبہ ہو کہ قبرستان ہے یا نہیں؟ نیز مسجد کی توسیع کے لئے بھی قبرستان کی موقوفہ زمین استعمال نہیں کی جاسکتی ہے تو بیت الخلاء وغیرہ بنانے کے لئے کیسے استعمال میں لائی جاسکتی ہے؟ (کفایت المفتی: کتاب الوقف، ۷/ ۱۳۷، ط: دار الاشاعت، کراچی)

الموسوعۃ الفقہیہ میں ذکر کیا گیا ہے:

القبر محترم شرعا توقيرا للميت, ومن ثم اتفق الفقهاء على كراهة وطء القبر, والمشي عليه؛ لما ثبت أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن توطأ القبور. (الموسوعة الفقهية الكويتية: يتعلق بالقبر من أحكام، احترام القبر، ٣٢/ ٢٤٥)

جواب نمبر: (۵)

قبرستان کی زائد اور تنگ دونوں زمینوں پر مسجد وغیرہ بنانے کا حکم:

جو زمین جس مقصد کے لئے وقف کی گئی ہو اسی میں استعمال کیا جانا ضروری ہے، جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا، لیکن اگر کسی جگہ قبرستان کی زمین مردوں کی تدفین کی ضروریات سے زائد ہو اور وہاں مسجد کی سخت ضرورت ہو، نیز قریب میں کوئی مسجد بھی نہ ہو تو ایسے وقت میں واقفین کی اجازت، نیز اہل محلہ وعلاقہ کے ذی رائے و باوقار حضرات سے مشورہ کرنے کے بعد مسجد کے بنانے کی اجازت دی جاسکتی ہے، ورنہ نہیں۔

فتاویٰ محمودیہ (۱۵/ ۳۵۰) میں ہے:

سوال: ایک گاؤں جہاں غیر قومیں آباد ہیں مسلمان کے چند گھر ہیں، گاؤں میں مسجد بنانے کے لیے مسلمانوں کے پاس زمین نہیں ایک مقبرہ ہے جس کی زمین قبرستان کے لئے درج ہے..... قبرستان کی زمین وسیع ہے..... وہاں

کے مسلمان متفقہ طور پر چاہتے ہیں کہ قبرستان کی جگہ میں جہاں قبریں نہیں ہیں مسجد کا سنگ بنیاد رکھ دیا جائے.....سوال یہ ہے کہ کیا اس قبرستان کی زمین میں مسجد بنائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں وہاں مسجد بنانا شرعاً درست ہے، بشرطیکہ موتی کے لیے اس جگہ کی حاجت نہ ہو اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ قبریں نمازیوں کے سامنے نہ ہوں؛ بلکہ درمیان میں دیوار حائل کردی جائے۔

جہاں تک تنگ اور چھوٹے قبرستان کا تعلق ہے تو وہاں مسجد بنانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے؛ کیونکہ یہ قبرستان کی جگہ کو محدود کردے گا اور دفن کے لیے جگہ کم رہ جائے گی، نیز اس سے قبرستان کے اصل مقصد (دفن) میں خلل پیدا ہوگا۔

جہاں تک وسیع قبرستان میں استنجا خانہ اور بیت الخلاء بنانے کی بات ہے تو اگر قبرستان وسیع ہو اور وہاں استنجا یا بیت الخلاء کی ضرورت ہو (جیسے زائرین یا منتظمین کے لیے)، تو اسے ایسی جگہ بنایا جاسکتا ہے جو قبروں سے دور ہو اور قبروں کی بے حرمتی کا سبب نہ بنے، یہ بھی ضروری ہے کہ اس تعمیر سے قبرستان کے احترام اور تقدس میں کمی نہ آئے۔

شامی میں مذکور ہے:

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة و وجوب العمل به.اه. (حاشية ابن عابدين: كتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع،٤/ ٤٣٣،ط: دار الفكر، بيروت)

نیز دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

وكذا تكره في أماكن كفوق كعبة وفي طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن إبل وغنم.....ولا بأس بالصلاة فيها إذا كان فيها موضع أعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة كما في الخانية ولا قبلته إلى قبر حلية. (كتاب الصلاة: مطلب في إعراب كائنا ما كان،١/ ٣٧٨، ٣٧٩، ط: دار الفكر، بيروت)

نیز ایک اور جگہ مذکور ہے:

ونقل في الذخيرة عن شمس الأئمة الحلواني أنه سئل عن مسجد أو حوض خرب، ولا يحتاج إليه لتفرق الناس عنه هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد أو حوض آخر: فقال: نعم ومثله في البحر عن القنية. (كتاب الوقف: فرع بناء بيتا للإمام فوق المسجد،٤/ ٣٥٩،ط: دار الفكر، بيروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

فإن قلت: هل يجوز أن تبنى على قبور المسلمين؟ قلت: قال ابن القاسم: لو أن مقبرةً من مقابر

المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدًا لم أر بذلك بأسًا، وذلك؛ لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقف من أوقاف المسلمين.... والمقبرة إذا عفت ودثرت تعود ملكا لأربابها، فإذا عادت ملكا يجوز أن يبنى موضع المسجد دارا وموضع المقبرة مسجدا وغير ذلك. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري: كتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد؟ ٤/١٧٩، ط: دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر، بيروت)

جواب نمبر: (٦)

قبرستان کی زائد زمین پر دینی ادارے بنانے کا حکم:

جیسا کہ ماقبل تفصیلات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ قبرستان کی زمین وقف ہوتی ہے اور اس کا استعمال صرف اسی کام کے لئے جائز ہوتا ہے جس کے لیے وہ وقف کی گئی ہو، یعنی تدفین کے لیے، کسی وقف شدہ زمین کو اس کے اصل مقصد کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ سوال مذکورہ کے مطابق زمین وسیع و عریض ہے اور اس طرح خالی چھوڑنے میں ضائع ہو جانے یا غلط و ناجائز قبضہ کا خطرہ ہے تو مقامی باوقار ذمہ داران اور بستی والوں کے مشوروں سے بعوض کرایہ وہاں دینی ادارہ قائم کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

نیز یہ اوقاف کے تحفظ کے خاطر کیا جارہا ہے اس لئے منشا واقف کے خلاف بھی متصور نہیں ہوگا؛ کیونکہ جس طرح قبرستان اوقاف مسلمین سے ہے اسی طرح دینی ادارے بھی مسلمانوں کے اوقاف میں داخل ہے دونوں کا تحفظ ضروری ہے، بالخصوص اس وقت تحفظ اوقاف کی خوب ضرورت ہے، اس لئے ایسی حالت میں دینی ادارہ قائم کرنے کی اجازت درست ہونی چاہیے۔

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری فتاوی محمودیہ (١٤/١٤٨) کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

اور اگر وقف ہے اور اُس کی زمین قبرستان کی ضرورت سے کافی زیادہ ہے اور اُسے اپنے حال پر چھوڑنے میں زمین میں ناجائز تصرف وغیرہ کا اندیشہ ہے، تو عامۃ المسلمین کی اجازت سے وہاں اسلامی مدرسہ بنانے کی گنجائش ہے۔ (کتاب النوازل: ١٤/٣٢٥)

(اس مسئلہ کے متعلق وہی دلائل ہیں جو ماقبل میں گزر چکے)

نیز اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے دسویں فقہی سمینار میں "اوقاف سے متعلق مسائل" کے زیر عنوان مساجد کی زائد خالی زمینوں کے سلسلے میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ اگر ان زائد اراضی کی فی الحال ضرورت نہیں ہے، ویران پڑی ہوئی ہے اور ناجائز قبضہ کا خطرہ بھی ہے تو اس پر دینی تعلیمی ادارہ یا مکتب قائم کیا جاسکتا ہے، ذیل میں وہ تجویز نقل کی جا

رہی ہے:

"مسجد پر وقف زائد اراضی جن کی نہ مسجد کو فی الحال ضرورت ہے اور نہ آئندہ ضرورت پیش آنے کی امید ہے، ان اراضی پر دینی تعلیم کا مدرسہ یا مکتب قائم کرنا درج ذیل صورتوں میں درست ہوگا:

(الف) مسجد آباد نہ ہو اور مدرسہ یا مکتب قائم ہونے میں مسجد کے آباد ہونے کی امید ہو۔

(ب) مسجد پر موقوف زائد اراضی پر قبضہ غاصبانہ کا شدید خطرہ ہے اور دینی مدرسہ یا مکتب قائم ہونے کی صورت میں قبضہ کا خطرہ ٹل جائے گا۔

(ج) جس آبادی یا محلہ میں مسجد واقع ہے وہاں مسلمان بچوں کے لئے کوئی دینی مدرسہ یا مکتب قائم کرنے کے لئے کوئی مستقل بندوبست بھی نہ ہو تو مسجد پر وقف زائد اراضی میں دینی مدرسہ یا مکتب قائم کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کے لئے مسجد کے متولی یا منتظمہ کمیٹی سے اجازت لے لی جائے، بہتر یہ ہے کہ خود مسجد کی کمیٹی ہی اس مکتب یا مدرسہ کا بندوبست کرے۔" (جدید مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص: ۱۶۵، ط: اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قبرستان کی زائد خالی زمینوں کے تحفظ نیز غاصبانہ ناجائز قبضہ سے بچانے کے لیے دینی تعلیمی ادارہ قائم کرنے کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

سوال نمبر: (۷)

قبرستان میں جنازہ گاہ بنانا:

قبرستان کے خالی حصہ میں کسی ایک کونے میں جنازہ گاہ بنائی جاسکتی ہے، جب جنازہ گاہ بنانا درست ہے تو اس میں نماز پڑھنے میں کراہت بھی نہیں ہونی چاہیے۔

علامہ شامیؒ رقم طراز ہیں:

ولا بأس بالصلاة فيها إذا كان فيها موضع أعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة كما في الخانية ولا قبلته إلى قبر حلية. (كتاب الصلاة: مطلب في إعراب كائنا ما كان، ۱/ ۳۷۸، ۳۷۹، ط: دار الفكر - بيروت)

علامہ طحطاویؒ لکھتے ہیں:

وتكره الصلاة في المقبرة إلا أن يكون فيها موضع أعد للصلاة لا نجاسة فيه ولا قذر فيه اهـ. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۷، ط: دار الكتب العلمية بيروت، لبنان)

سوال نمبر (۸)

قبرستان کی مخصوص جگہ زراعیت اور جانوروں کے رہنے کے لئے متعین کرنا:

واقف نے جب قبرستان کے لیے زمین وقف کی تو اب وہ زمین اس کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلی گئی اس لئے اب قیامت تک اس زمین سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے، اس کے باوجود اگر قبرستان کی فارغ زمین میں کاشت کاری کی گئی تو اسے کاٹنے کے بعد جو رقم حاصل ہوگی وہ قبرستان کے فنڈ میں جمع کی جائے گی، اسے ذاتی استعمال میں لانا کسی بھی حالت میں درست نہیں ہوگا، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی رقم طراز ہیں:

جو قبرستان مردے دفن کرنے کے لیے وقف ہو اس میں کاشت کرنا جائز نہیں، خواہ بالفعل اس میں قبر موجود ہوں یا نہ ہوں، لأن شرط الواقف كنص الشارع. كذا في رد المختار. اب جو دھان اس میں پیدا ہوا بہتر یہ ہے کہ اس کو غرباء، طلبہ پر صدقہ کیا جائے، بیواؤں، یتیموں کو دے دیا جائے، خواہ مدرسہ کے مہتمم کو دے دیں کہ وہ نادار طلبہ کے کپڑے، کھانے پر صرف کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی محمودیہ: کتاب الوقف، ۱۵/ ۳۰۵-۳۰۶، ط: مکتبہ محمودیہ، میرٹھ، یوپی)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

البقعة الموقوفة على جهة إذا بنى رجل فيها بناء ووقفها على تلك الجهة يجوز بلا خلاف تبعا لها، فإن وقفها على جهة أخرى اختلفوا في جوازه والأصح أنه لا يجوز كذا في الغياثية. (كتاب الوقف، الباب الثان فيما يجوز وقفه وما لا يجوز وفي وقف المشاع، ۲/۳۶۲، ط: دار الفكر، بيروت)

نیز دوسری جگہ مذکور ہے:

مقبرة عليها أشجار عظيمة فهذا على وجهين:... وفي القسم الثاني الحكم في ذلك إلى القاضي إن رأى بيعها وصرف ثمنها إلى عمارة المقبرة فله ذلك، كذا في الواقعات الحسامية. (كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات والحياض، ۲/ ۴۷۳، ط: دار الفكر، بيروت)

جہاں تک ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے کسی جگہ کو خاص کرنے کی بات ہے تو یہ بھی موقوفہ قبرستان میں درست نہیں ہونا چاہئے؛ کیوں کہ یہ منشا واقف اور مقاصد تدفین کے خلاف ہے، جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا، نیز دوسری خرابیاں، مثلاً: قبرستان کو راستہ بنانا، جانوروں کا قبروں کو روندنا، ان کے پیشاب و پاخانہ کی گندگی کا پھیلنا وغیرہ امور قبیحہ پیش آنا لازمی ہے اور اس سے قبروں کی سخت بے حرمتی و توہین ہوتی ہے، اس لئے یہ شکل بھی درست نہیں ہونی چاہیے، ہنگامی حالات کے لیے اس کی متبادل کوئی صورت اپنائی جاسکتی ہے، اس لئے مجبوری کا

درجہ دینا قابل غور ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

ولا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها. (كتاب الوقف، فصل اختص المسجد بأحكام تخالف أحكام مطلق الوقف، ٥/ ٢٦٨، ط: ج: دار الكتاب الاسلامي)

فتاوی ہندیہ میں ذکر کیا گیا ہے:

فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها. (كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات والحياض، ٢/ ٤٧١، ط: دار الفكر، بيروت)

خلاصہ

(۱) قبروں کی بے حرمتی وتوہین ہونے کی بناء پر یہ شکل درست نہیں ہونی چاہئے۔

(۲) بہت ساری قباحتوں اور خرابیوں کی وجہ سے یہ شکل اختیار کرنا مناسب نہیں ہونا چاہئے، البتہ اضطراری حالت میں شرائط شدیدہ کے ساتھ گنجائش نکل سکتی ہے۔

(۳) عام حالات میں جائز نہیں، البتہ سخت ضرورت کے پیش نظر، نیز مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ صورت جائز ہونی چاہیے۔

(۴) جواز نہیں ہونا چاہئے۔

(۵) اراضی قبرستان وسیع وعریض ہونے کی صورت میں گنجائش ہونی چاہیے، البتہ تنگ ہونے کی صورت میں مستقبل میں خلل ورکاوٹ کے بنا پر اجازت نہیں ہونی چاہیے، نیز بیت الخلاء وغیرہ کا حکم بھی وہی ہے کہ اگر قبرستان وسیع و عریض ہو تو قبروں سے دور کسی کونے میں بنانے کی اجازت دی جاسکتی ہے، تاکہ قبروں کی بے حرمتی نہ ہونے پائے۔

(۶) ناجائز وغلط قبضہ کے پیش نظر یہ صورت درست ہونی چاہیے۔

(۷) بنائی جاسکتی ہے، نیز جب اس میں جنازہ گاہ بنانا درست ہوا تو نماز پڑھنے میں بھی کراہت نہیں ہونی چاہیے۔

(۸) قبرستان کی موقوفہ زمین کاشت کاری کے لیے مخصوص نہیں ہونی چاہیے، نیز سخت بے حرمتی اور کثیر خرابیوں کی بنا پر جانوروں کے رہنے کے لیے قبرستان میں کوئی جگہ خاص نہیں ہونی چاہیے۔

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

اختر امام عادل قاسمی

جامعہ ربانی منورواشریف بہار

اسلامی اوقاف میں ایک اہم ترین وقف قبرستان بھی ہے، موجودہ حالات میں قبرستان کمیٹیوں کے سامنے اس کے تحفظ کا مسئلہ بھی درپیش ہے، اس تناظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ نے ایک سوالنامہ مرتب کیا ہے، اس کے جوابات پیش خدمت ہیں:

قبرستان میں پلر دے کر مارکیٹ بنانا

سوال نمبر (۱):- اگر قبرستان میں پلر دے دئے جائیں، جوتقریباً دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اوراس پر چھت دے دی جائے اوراس پر دکانیں بنادی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں، اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے، کیا شرعی نقطۂ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

جواب: فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان جب تک قابل انتفاع ہو، اوراس میں تدفین کا سلسلہ جاری ہو اس کو ذریعۂ آمدنی بنانے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ قبرستان کا بے مصرف استعمال ہے، نیز قبروں کی زیارت سے جو فکر آخرت اور موت کی یاد کا ماحول بنتا ہے وہ قبروں کے اوپر مارکیٹ بن جانے سے ختم ہوجائے گا، قبرستان پہونچ کر بھی لوگ دنیا ہی کی فکر اور جدوجہد میں مشغول رہیں گے، جو قبرستان کی وضع کے خلاف ہے۔ نیز اس میں قبرستان کی یک گونہ توہین بھی پائی جاتی ہے، اس لئے اس سے احتراز ہی کیا جائے۔

★وَسُئِلَ هُوَ أَيْضًا عَنْ الْمَقْبَرَةِ فِي الْقُرَى إذَا انْدَرَسَتْ وَلَمْ يَبْقَ فِيهَا أَثَرُ الْمَوْتَى لَا الْعَظْمُ وَلَا غَيْرُهُ هَلْ يَجُوزُ زَرْعُهَا وَاسْتِغْلَالُهَا؟ قَالَ: لَا، وَلَهَا حُكْمُ الْمَقْبَرَةِ.

★عن أبي هريرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (زوروا القبور. فإنها تذكركم الآخرة)

★عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أكثروا ذكر هاذم اللذات يعني الموت، قال وفي الباب عن أبي سعيد قال أبو عيسى هذا حديث حسن غريب قال الشيخ الألباني: حسن صحيح

دومنزلہ قبرستان بنانا

سوال نمبر(۲):۔اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں، اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتیں، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی، جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے، ایسی صورت حال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجود قبرستان میں پلر دے کر اوپر مضبوط چھت دے دی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے، جس کی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے، پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو، اس بارے میں شرعی نقطۂ نظر کیا ہے؟

جواب: میرے خیال سے اس میں عدم جواز کی کوئی بات موجود نہیں ہے، اس لئے بوقت ضرورت اس کی گنجائش ہونی چاہئے، کیونکہ یہ قبرستان کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے بلکہ انہی کی بہتر توسیع ہے۔

قبرستان کا تبادلہ

سوال نمبر(۳):۔قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں، اور بہت چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمد ورفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گذرنا دشوار ہوجاتا ہے، کمیٹی اس صورت حال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے، اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جب کہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں، مختلف مقاصد کے لئے، جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے، کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

جواب: جیسا کہ مساجد کے ضمن میں یہ بات عرض کی جاچکی ہے کہ وقف جب تک کسی درجہ میں بھی قابل انتفاع ہو اس کو بدلنے کی اجازت نہیں ہے، خواہ اس سے کتنا ہی بہتر متبادل ملنے کی امید ہو، اس میں وقف کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے، نیز متولیان کی جانب سے خیانت وبددیانتی کا بھی امکان ہے، عبارتیں پیچھے گذر چکی ہیں۔

قبرستان میں استنجا خانہ یا وضوخانہ بنانا

سوال نمبر(۴):۔بعض قبرستانوں کے کسی کنارے پر مسجد بنی ہے، اور باقاعدہ پنج وقتہ نمازیں ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجا خانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجا خانے بالخصوص

بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں، جب کہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہونگے ،لوگوں کی آمدورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجاخانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے ،ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجاخانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب: قبرستان کے کسی حصے میں جس میں کبھی تدفین کی جاتی تھی استنجاخانہ یا وضوخانہ بنانا جائز نہیں ہے، خواہ وہاں قبروں کے نشانات موجود ہوں یا نہ ہوں ، اس لئے کہ اس میں قبروں کی توہین ہے ،احادیث میں قبروں پر استنجا کے لئے بیٹھنے یا ان پر غلاظت وغیرہ ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، علاوہ یہ مقاصد قبرستان میں شامل نہیں ہے،

★عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ

★قلت وتقدم أنه إذا بلي الميت وصار ترابا يجوز زرعه والبناء عليه ومقتضاه جواز المشي فوقه، ثم رأيت العيني في شرحه على صحيح البخاري ذكر كلام الطحاوي المار ثم قال فعلى هذا ما ذكره أصحابنا في كتبهم من، أن وطء القبور حرام، وكذا النوم عليها ليس كما ينبغي، فإن الطحاوي هو أعلم الناس بمذاهب العلماء، ولا سيما بمذهب أبي حنيفة انتهى، قلت لكن قد علمت أن الواقع في كلامهم التعبير بالكراهة لا بلفظ الحرمة، وحينئذ فقد يوفق بأن ما عزاه الإمام الطحاوي إلى أئمتنا الثلاثة من حمل النهي على الجلوس لقضاء الحاجة يراد به في نهي التحريم، وما ذكره غيره من كراهة الوطء والقعود الخ يراد به كراهة التنزيه في غير قضاء الحاجة . ولا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة، فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها .وَيَكْرَهُ أَنْ يُبْنَى عَلَى الْقَبْرِ أَوْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ أَوْ يَنَامَ عَلَيْهِ أَوْ يُوطَأَ عَلَيْهِ أَوْ يُقْضَى عَلَيْهِ حَاجَةُ الْإِنْسَانِ مِنْ بَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ. ويكره أن يوضأ على القبر يعني بالرجل أو يقعد عليه أو يقضي عليه حاجة.

قبرستان میں مسجد کی تعمیر

سوال نمبر (۵) :-ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں ،کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا کیا حکم ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجاخانے اور بیت الخلا بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب: اگر قبرستان وسیع ہو اور جگہ خالی ہو اور تدفین کے لئے آئندہ بھی کوئی تنگی پیش آنے کا اندیشہ نہ ہو تو خالی

جگہ پر مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے، اس لئے کہ قبرستان کی طرح مسجد بھی بہترین وقف ہے بلکہ اس سے افضل ہے، اس لئے تعمیر مسجد سے مقاصد وقف کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، بلکہ ان کی توسیع ہوتی ہے، فقہاء نے قدیم قبروں کی جگہ پر تعمیر مسجد کی اجازت دی ہے، خود مسجد نبوی جس زمین پر تعمیر کی گئی وہاں پہلے مشرکین کی قبریں تھیں۔

اسی طرح فقہاء کی عبارتوں سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ وسیع قبرستان میں خالی جگہوں پر جہاں تدفین کا عمل نہ کیا گیا ہو وہاں قبرستان میں آنے والوں کی ضرورت کے پیش نظر استنجا خانے اور وضو خانے وغیرہ بھی بنائے جاسکتے ہیں۔

البتہ قبرستان تنگ ہونے کی صورت میں جبکہ تدفین میں آئندہ دقت پیش آسکتی ہو مسجد بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، یا جس حصے میں تدفین کا عمل جاری ہے وہاں بھی مسجد کی تعمیر کرنا صحیح نہیں ہے۔

وتتخذ مسجدا لما روي أن مسجد النبي كان قبل مقبرة للمشركين فنبشت كذا في الواقعات اه وأما المقبرة الداثرة إذا بني فيها مسجد ليصلى فيه فلم أر فيه بأسا، لأن المقابر وقف وكذا المسجد فمعناها واحد .أَرْضٌ لِأَهْلِ قَرْيَةٍ جَعَلُوهَا مَقْبَرَةً وَأَقْبَرُوا فيها ثُمَّ إنَّ وَاحِدًا من أَهْلِ الْقَرْيَةِ بَنَى فيها بِنَاءً لِوَضْعِ اللَّبِنِ وَالْآلَاتِ الْقَبْرِ وَأَجْلَسَ فيها من يَحْفَظُ الْمَتَاعَ بِغَيْرِ رِضَا أَهْلِ الْقَرْيَةِ أو رِضَا بَعْضِهِمْ بِذَلِكَ، قالوا إنْ كان في الْمَقْبَرَةِ سَعَةٌ بِحَيْثُ لَا يُحْتَاجُ إلَى ذلك الْمَكَانِ فَلَا بَأْسَ بِهِ وَبَعْدَ ما بَنَى لو احْتَاجُوا إلَى ذلك الْمَكَانِ رُفِعَ الْبِنَاءُ حتى يُقْبَرَ فيه كَذَا في فَتَاوَى قَاضِي خَانْ.

قبرستان کے تحفظ کے لئے تعلیمی ادارے قائم کرنا

سوال نمبر (۶):- ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں، لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بد لگی ہوئی ہے، اور ان پر ناجائز قبضے ہو رہے ہیں، اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کر دیئے جائیں، تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہوگی، اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں، اور فتوے بھی آئے ہیں، لیکن ان دنوں مسلمانوں اور ان کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں، اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشائے واقف کے خلاف تصور تو نہیں کیا جائے گا؟ اگر ادارہ قائم کر دینے سے اراضی کا تحفظ ہو تو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کر دیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہو تو کیا یہ صورت شرعاً درست ہوگی؟

جواب: فقہاء نے قبرستان میں خالی جگہوں پر قبرستان کی ضرورت کے لئے تعمیر کی اجازت دی ہے، مثلاً قبر کا ساز وسامان رکھنے کے لئے مکان بنایا جائے، یا قبرستان کے سامانوں کی نگرانی کے لئے کسی محافظ کی رہائش گاہ بنوائی

جائے ، بشرطیکہ ضرورت کے وقت اس کو ہٹایا جاسکتا ہو،قبرستان کا تحفظ بھی ایک بڑی ضرورت ہے،اس لئے اس کی حفاظت کی غرض سے تعلیمی ادارے قائم کرنا درست ہوگا ، یہ مقاصد وقف کے خلاف نہیں بلکہ ان کی تکمیل اور تحفظ کے لئے ہے،اگر ان اداروں پر کرایہ مقرر کردیا جائے اور اس کی آمدنی قبرستان کے لئے استعمال ہوتو یہ اور بہتر بات ہوگی۔

أَرْضٌ لِأَهْلِ قَرْيَةٍ جَعَلُوهَا مَقْبَرَةً وَأَقْبَرُوا فيها ثُمَّ إِنَّ وَاحِدًا من أَهْلِ الْقَرْيَةِ بَنَى فيها بِنَاءً لِوَضْعِ اللَّبِنِ وَالْآلَاتِ الْقَبْرِ وَأَجْلَسَ فيها من يَحْفَظُ الْمَتَاعَ بِغَيْرِ رِضَا أَهْلِ الْقَرْيَةِ أو رِضَا بَعْضِهِمْ بِذَلِكَ قالوا إِنْ كان في الْمَقْبَرَةِ سَعَةٌ بِحَيْثُ لَا يُحْتَاجُ إلَى ذلك الْمَكَانِ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَبَعْدَ ما بَنَى لو احْتَاجُوا إلَى ذلك الْمَكَانِ رُفِعَ الْبِنَاءُ حتى يُقْبَرَ فيه كَذَا في فَتَاوَى قَاضِي خَانْ.

قبرستان میں جنازہ گاہ بنانا

سوال نمبر(۷)ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں،اور نہ جنازہ گاہیں ہیں،کھیتی کے زمانے میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے، جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے،ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو،کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے ؟اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

جواب: متعدد احادیث میں قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے روکا گیا ہے:

عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « لاَ تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلاَ تُصَلُّوا إِلَيْهَا.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَمَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ"

ترجمہ: بلاشبہ بدترین لوگ وہ ہیں جن کی زندگی میں قیامت قائم ہوگی اور وہ ایسے لوگ ہوں گے جو قبروں کو مسجدیں بنائیں گے۔

اس لئے کسی حائل کے بغیر قبروں کے سامنے نماز پڑھنا (اگر قبر کو سجدہ کی نیت نہ ہو) مکروہ ہے،حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ قبروں کے درمیان خالی جگہوں پر نماز جنازہ ادا کرنے کو ناپسند کرتے تھے،حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بھی یہی رائے ہے ،البتہ اگر قبرستان کی خالی جگہ کو جنازہ گاہ بنایا جائے بایں طور کہ سامنے قبریں نہ آئیں یا ہوں

مگر درمیان میں کوئی حائل (دیوار وغیرہ) موجود ہوتو ایسا کرنا بلا کراہت جائز ہے اور اگر قبر سامنے ہو اور درمیان میں کوئی حائل موجود نہ ہوتو اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی، تاہم اگر پڑھ لی گئی تو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، منقول ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی نماز جنازہ جنۃ البقیع کے اندر قبروں کے درمیان ادا کی گئی تھی، جس کی امامت حضرت ابو ہریرہؓ نے کی، اور اس جنازہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی شریک تھے۔

قال أبو حَنِيفَةَ رحمه الله تعالى وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يصلي على مَيِّتٍ بين الْقُبُورِ وكان عَلِيٌّ وابن عَبَّاسٍ يَكْرَهَانِ ذلك وَإِنْ صَلَّوْا أَجْزَأَهُمْ لِمَارُوِيَ أَنَّهُمْ صَلَّوْا على عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ بين مَقَابِرِ الْبَقِيعِ وَالْإِمَامُ أبو هُرَيْرَةَ وَفِيهِمْ ابن عُمَرَ.

والصلاة في مظان النجاسة كمقبرة وحمام إلا إذا غسل موضعا منه ولا تمثال أو صلى في موضع نزع الثياب أو كان في المقبرة موضع أعد للصلاة ولا قبر ولا نجاسة فلا بأس كما في الخانية اهـ وفي القهستاني لا تكره الصلاة في جهة قبر إلا إذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلاة الخاشعين وقع بصره عليه كما في جنائز المضمرات.

قبرستان میں کھلیان بنانا

سوال نمبر (۸): -بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانے میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل بھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں، کیا اس کی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

جواب: قبرستانوں کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال کرنا یا اس کے کسی حصہ کو کھلیان یا مویشیوں کے لئے خاص کرنا جائز نہیں ہے، یہ قبرستان کے مقاصد، احترام اور تحفظ کے خلاف ہے۔

ولا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها.

(حواشی)

المحيط البرهاني ج 6 ص 119 المؤلف: محمود بن أحمد بن الصدر الشهيد النجاري برهان الدين مازه، الناشر: دار إحياء التراث العربي الفتاوى العالمكيرية المعروفة بالفتاوى الهندية ج 2

ص 470 المؤلف: جماعة من العلماء برئاسة الشيخ: نظام الدين البرنهابوري البلخي بأمر السلطان: محمد أورنك زيب عالمكير الطبعة: الثانية، ١٣١٠ هـ الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر.

سنن ابن ماجه ج 1 ص 500 حديث نمبر : 1569 المؤلف : محمد بن يزيد أبو عبدالله القزويني الناشر : دار الفكر – بيروت تحقيق : محمد فؤاد عبد الباقي عدد الأجزاء : 2

مع الكتاب : تعليق محمد فؤاد عبد الباقي والأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها

الجامع الصحيح سنن الترمذي ج 4 ص 553 المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها

الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج 3 ص 61 حديث نمبر : 2289 المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري الناشر : دار الجيل بيروت

حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ج 2 ص 245 ابن عابدين. الناشر دار الفكر للطباعة والنشر. سنة النشر 1421هـ-2000م.

البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج 5 ص 275 زين الدين ابن نجيم الحنفي سنة الولادة 926هـ/سنة الوفاة 970هـ الناشر دار المعرفة مكان النشر بيروت

تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج 1 ص 246 فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفي. الناشر دار الكتب الإسلامي. سنة النشر 1313هـ. مكان النشر القاهرة.

المحيط البرهاني ج 2 ص 350 المؤلف : محمود بن أحمد بن الصدر الشهيد النجاري برهان الدين مازه المحقق : الناشر : دار إحياء التراث العربي الطبعة : عدد الأجزاء : 11

حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ج 2 ص 234 ابن عابدين الناشر دار الفكر للطباعة والنشر. سنة النشر 1421هـ-2000م. بيروت

عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج 4 ص 174 المؤلف : بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد العيني (المتوفى : 855هـ)، دار الاحياء التراث العربى بيروت

الفتاوى الهندية ج 2 ص 467 المؤلف : لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي

الفتاوى الهندية ج 2 ص 467 المؤلف : لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي

الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج 3 ص 62 المؤلف: أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري، الناشر: دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة

مسند احمد جلد 6 ص 394 ،حديث 3844 ، ابن حبان: ٢٣١٦، ابويعلى: ٥٣١٦، ابن خزيمه: ٧٨٩

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج 1 ص 320 علاء الدين الكاساني سنة الولادة/سنة الوفاة 587 الناشر دار الكتاب العربي سنة النشر 1982 مكان النشر بيروت ★ البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج 2 ص 209 زين الدين ابن نجيم الحنفي سنة الولادة 926هـ/ سنة الوفاة 970هـ الناشر دار المعرفة مكان النشر بيروت ★ تحفة الفقهاء ج 1 ص 257 علاء الدين السمرقندي سنة الولادة / سنة الوفاة 539هـ الناشر دار الكتب العلمية سنة النشر 1405–1984 مكان النشر بيروت

حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ابن عابدين. الناشر دار الفكر للطباعة والنشر. سنة النشر 1421هـ-2000م. مكان النشر بيروت.

البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج 5 ص 275 زين الدين ابن نجيم الحنفي سنة الولادة 926هـ/سنة الوفاة 970هـ الناشر دار المعرفة مكان النشر

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی
جامعہ سید احمد شہیدؒ احمد اباد، کٹولی، ملیح آباد، لکھنؤ

اسلامی نقطہ نظر سے انسان حیات وموت ہر دو حالتوں میں قابل حرمت ہے اسی وجہ سے اسلامی شریعت نے مرنے کے بعد مردہ کو نہلانے کفن پہنانے اور دفن کرنے کا حکم دیا ہے دنیا کی بیشتر آبادی بھی دفن پر ہی عمل پیرا ہے اس میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائی اور یہودی بھی شامل ہے ہندوؤں کی اکثریت مردہ کو جلاتی ہے لیکن بالمیکی ہندو بھی اپنے مردہ دفن کرتے ہیں، جہاں مردہ دفن کیے جاتے ہیں اس کو مقبرہ یا قبرستان کہتے ہیں، شرعی نقطہ نظر سے قبروں کی بے حرمتی بھی درست نہیں ہے قبروں پر بیٹھنا اور ان کے درمیان نجاست کرنا بھی جائز نہیں ہے، اس پہلو سے قبرستان کی اپنی اہمیت ہے اس کا تحفظ بھی شرعا مطلوب ہے موجودہ دور میں اس کے تحفظ کے متعدد طریقے اختیار کیے جارہے ہیں کچھ طریقے ایسے ہیں جن پر فقہی نقطہ نظر سے غور کرنے کی ضرورت ہے جن کے بارے میں سوال نامہ تیار کیا گیا ہے۔

سوال نمبر (ا) کا جواب: پلر دے کر چھت قائم کر کے قبرستان کے اوپر دکانیں بنانے کے سلسلے میں شرعی نقطہ نظر۔

قبرستان میں پلر دے کر اور چھت قائم کر کے اوپر دکانیں بنانا شرعا جائز ہے جبکہ درج ذیل شرائط کی پابندی کی جائے (الف) آمدنی کا استعمال اس قبرستان کے مصالح میں کیا جائے، آمدنی کو ہر طرح کے خرد برد سے بچانے کے لیے ایک مقامی کمیٹی تشکیل دی جائے جس میں متولی سمیت 10 قابل اعتماد افراد ہوں جن میں سے تین اللہ ترس اور قابل اعتماد علماء ہوں۔

ج۔ زائد آمدنی سے متبادل قبرستان قائم کیا جائے۔

د۔ اگر بہت زیادہ آمدنی ہو اور اس قبرستان اور متبادل قبرستانوں کو بھی ضرورت نہ ہو تو پھر دوسرے قبرستان کے مصالح پر اسے خرچ کیا جائے۔

ھ۔ اگر علاقے کے کسی قبرستان کو اس آمدنی کی ضرورت نہ ہو تو پھر اس آمدنی سے مکتب کا نظام چلایا جائے یا کسی معتبر مدرسے کی امداد کی جائے۔

اس رائے کے دلائل۔

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔اس طرح پلر قائم کر کے اوپر مارکیٹ بنادینے سے قبرستان کا تحفظ ہوگا جو شرعا مطلوب ہے۔

۲۔پلرز اس طرح قائم کیے جائیں کہ قبروں کی بے حرمتی نہ ہو تو محض اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی نہیں ہوگی۔

۳۔بقیع غرقد مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، اس کے ایک حصے میں مختلف چیزوں کا بازار بھی لگتا تھا جسے مردوں کی بے حرمتی نہیں سمجھی گئی، حضرت حارث ابن سوید نخیر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے **خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی البقیع فرأی طعاما یباع فی غرائر، فادخل یدہ فأخرج شیئا کرھہ، فقال: من غشنا فلیس منا.** (**المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۱۲/۲، حدیث نمبر ۲۱۵۶**، اور صحیح درجہ کی حدیث ہے) (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع کی طرف آئے، آپ نے دیکھا کہ بوریوں میں غلہ فروخت کیا جارہا ہے، آپ نے اپنا ہاتھ اندر داخل کیا اور آپ نے ناپسندیدہ چیز نکالی (اندر سے تر و بھیگا ہوا غلہ نکالا) اور فرمایا: جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)۔

۴۔یہ مردہ کے لئے دعا کرنے سے مانع بھی نہیں ہے کہ قبریں اپنی جگہ محفوظ ہیں، لہذا یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ جس میں وارد ہے "**فجاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی وقف علی قبرہ، فصف الناس معہ فقال: اللھم الق طلحۃ تضحک الیہ، ویضحک الیک**" (**المعجم الاوسط للطبرانی ۱۲۵/۸، حدیث نمبر ۸۱۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۸/۴، حدیث نمبر ۳۵۵۴**، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی قبر کے پاس رکے اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ صف لگالی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! آپ کی ملاقات طلحہ سے اس حال میں ہو کہ آپ ان سے خوش ہوں اور وہ آپ سے خوش ہوں)۔

۵۔یہ اس کے بھی منافی نہیں ہے کہ مخلص اہل ایمان کی قبر پر رک کر ان کے لئے دعا کی جائے، منافقین کے لئے دعا نہیں کی جائے گی، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: (**ولا تصل علی احمد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون**) (۹/توبہ: ۸۴) (آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھائی اور نہ ان کی قبر پر حاضر ہوں، یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں، اور اپنے فسق و فجور کے ساتھ مرے ہیں)۔

۶۔جس طرح کوئی شخص قبرستان میں درخت لگائے تو درخت اس کی ملکیت ہے، اس میں مردوں کی بے حرمتی نہیں، اسی طرح قبروں کو بے حرمتی سے بچاتے ہوئے پلر اور چھت ڈال کر اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی نہیں ہوگی۔'المحیط البرھانی' میں ہے:

الوجہ الثانی: اذا انبتت الاشجار بعد اتخاذ الارض مقبرۃ۔ وانہ علی وجھین ایضا: ان علم لھا غارس

فهی للغارس؟ لانها ملکه، وان لم یعلم لها غارس فالحکم فی ذلک الی القاضی ، ان رأی بیعها وصرف ثمنها الی عمارة المقبرة فله ذلک؟لأنه اذا لم یعلم لها غارس کانت فی حکم الوقف"(ابن مازه بخاری ، المحیط البرهانی ، کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون، فی المسائل التی تعود الی الاشجار التی فی المقابر وفی ارض الوقف وغیر لک "۔ ۱۲۲/۶ ، بیروت دار احیاء التراث العربی، ع،أ: ۱۱)

(دوسری صورت یہ ہے کہ درخت زمین کو قبرستان بنانے کے بعد نکلے ہوں، اس کی بھی دو شکلیں ہیں۔ ۱۔ اگر اس کا لگانے والا معلوم ہو تو درخت لگانے والے کے ہوں گے اس لئے کہ وہ اس کی ملکیت ہیں۔ ۲۔ اور اگر ان کو لگانے والا معلوم نہ ہو تو اس سلسلے میں فیصلہ کا اختیار قاضی کو ہوگا، اگر وہ درختوں کو فروخت کر کے ان کی قیمت قبرستان کی تعمیر میں صرف کرنے کی رائے رکھے تو اسے اس کا حق ہے اس لئے کہ جب درختوں کے لگانے والے معلوم نہیں ہیں تو وہ وقف کے حکم میں ہیں)۔

الغرض سطور بالا میں ذکر کردہ شرائط کی پابندی کے ساتھ ایسی جگہ پلر اور چھت ڈال کر اوپر مارکیٹ بنانے کی گنجائش ہے، جہاں قبرستان کے تحفظ کے لیے ایسا کرنا ناگزیر ہو، یا متبادل قبرستان کے تحفظ کے لیے ایسا کرنا ناگزیر ہو، یا متبادل قبرستان کے لیے رقم کی ضرورت ہو اور مسلمانوں کے پاس اتنی وسعت نہ ہو کہ وہ رقم کا انتظام کر کے دوسری جگہ قبرستان کے لیے خرید سکیں، عام حالات میں اس سے گریز کیا جائے کہ اس طرح امت کا تعامل نہیں رہا ہے ،اور قبرستان کی دیکھ ریکھ کے لیے معمولی رقم درکار ہے جو مسلمانوں کے تعاون سے ممکن ہے۔

سوال نمبر ۲ کا جواب:

پلر ڈالکر اوپر مضبوط چھت بنا کر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ کر دفن کرنے کے سلسلے میں شرعی نقطہ نظر۔

شہر میں خالی آراضی نہ ملنے، یا بہت مہنگی ہونے کی وجہ سے حاصل کرنے میں دشواری ہونے کے سبب ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ قبرستان میں پلر دے کر اوپر مضبوط چھٹ دے دی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے ،جس کی حیثیت قبرستان کی ہو اور وہاں مردوں کی تدفین کا عمل جاری رہے۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔'دفن' لغت میں چھپا دینے کو کہتے ہیں کسی جگہ مٹی ڈال کر چھپا دینا ایسا ہی ہے جیسے زمین کھود کر مردہ کو چھپا دینا، احادیث میں دو طرح کی قبریں وارد ہیں۔(۱) لحد (بغلی قبر) (۲) شق (سیدھی قبر)۔ موجودہ قبرستان میں پلر اور مضبوط چھت ڈال کر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دینے کی صورت میں بغلی اور سیدھی دونوں قسم کی قبر بنائی جاسکتی ہے، لہذا اس

میں مردہ کی کسی طرح کی بے حرمتی نہیں ہے۔

۲۔موجود قبرستان کی پلر پر قائم مضبوط چھت پر رکھی ہوئی مٹی زمین ہی کے درجے میں ہے،لہذا یہ آیت کریمہ (منہا خلقنا کم وفیھا نعید یم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ)[۲۰/طہ ۵۵]۔(اس زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا،اور اسی میں واپس ڈال دیں گے،اور اسی سے دوبارہ نکال کر اٹھائیں گے)۔کے منافی نہیں ہے،اس لئے کہ قبرستان کی چھت پر جمع شدہ مٹی زمین کے درجہ میں ہے اور اس پر بنی ہوئی قبر میں شرع اعتبار سے کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ کوئی ایسی نص نہیں ہے جو اس طرح کی قبر سے مانع ہو۔

۳۔پہاڑ پر پتھر ہٹا کر موجود مٹی میں دفن کرنے سے جس طرح دفن کا فرض ادا ہوجاتا ہے اسی طرح قبرستان کی چھت پر پڑی ہوئی مٹی پر قبر بنانے سے بھی یہ فرض ادا ہوجائے گا۔

۳۔شریعت میں ضرورت کا اعتبار ہے،لہذا مجبوری کی بنا پر اس طریقہ کو اختیار کرنے میں شرعا کوئی حرج نہیں ہے،علامہ ابن ہمامؒ کے ذکر دہ اس واقعہ سے بھی استیناس کیا جاسکتا ہے،**ذکر لی ان بعض الارضیین من الرمال یسکنھا بعض الاعراب لا یتحقق فیھا الشق ایضا بل یوضع المیت ویھال علیہ نفسہ.** (ابن ہمام، فتح القدیر،کتاب الصلاۃ،باب الجنائز،فصل فی الدفن ۲/۹۸،کوئٹہ پاکستان،مکتبہ رشیدیہ)(مجھ سے بیان کیا گیا کہ بعض ریتلی زمین جہاں بعض بدو رہتے ہیں وہاں سیدھی قبر بھی ممکن نہیں ہوتی ہے بلکہ میت کو رکھ کر اس پر ریت ڈال دی جاتی ہے)۔اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت ومجبوری کے اپنے احکام ہیں،شرعا ان کی رعایت مطلوب ہے۔

سوال نمبر ۳ کا جواب۔

میت لے کر گزرنا دشوار ہونے کی وجہ سے قبرستان کو فروخت کر کے اس رقم سے آبادی سے باہر قبرستان کی وسیع آراضی خریدنے کے سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر ہے۔

عام طور سے فقہا احناف نے یہ ذکر کیا ہے کہ قبرستان کو اس کی اصل حالت پر رہنے دیا جائے،چنانچہ قاضی امام شمس الائمہ محمود اوزجندیؒ سے پوچھا گیا "**عن المقبرۃ فی القری اذا اندرست ولم یبق فیھا اثر الموتیٰ الا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعا واستغلالھا، قال: لا، ولھا حکم المقبرۃ، کذا فی المحیط**"۔(ہندیہ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد۔۲/۴۷۰-۴۷۱، بیروت، دارالفکر، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء ع، ۱،:۶)(گاؤں کا قبرستان جب مٹ جائے اور اس میں مردے کا اثر باقی نہ رہے،نہ ہڈیا باقی رہیں اور نہ ہی دوسری باقیات رہیں،کیا اس میں کھیتی کرنا اور اسے آمدنی کا ذریعہ بنانا جائز ہے،انہوں نے جواب دیا،نہیں،اسے قبرستان کا حکم ہی حاصل ہے،ایسے ہی "المحیط" میں ہے۔

البتہ موجودہ دور کی دشواریوں کو دیکھتے ہوئے،اس بات کی گنجائش ہوگی کہ موجودہ قبرستان کو فروخت کر دیا

جائے اوراس رقم سے آبادی سے باہر وسیع آراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل جاری رہے، لیکن یہ ضروری ہوگا کہ فروخت کرنے سے دوسال پہلے وہاں دفن کرنا ترک کردیا جائے، پھر فروخت کے وقت اسے پاٹ دیا جائے۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔مشہور فقہی قاعدہ ہے: الحرج مدفوع'' (تنگی کو دور کیا جائے گا) چونکہ قبرستان کے بیچ آبادی میں آنے کی وجہ سے تدفین کی بھی دشواری ہے نیز آمدورفت کی بھی دشواری ہے کہ راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے میت لے کر گزرنا دشوار ہوتا ہے، لہذا حرج وتنگی کو دور کرنے کی خاطر اس بات کی اجازت ہوگی کہ ایسے قبرستان کو فروخت کرکے متبادل قبرستان کو قائم کیا جائے۔

۲۔قبرستان کے تنگ اور چھوٹے ہونے نیز راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے میت لے کر گزرنے کے دشوار ہونے کے سبب یہ قبرستان گویا ایسا ہے کہ اس سے واقعی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے، لہذا اس مجبوری کے پیش نظر اسے تبدیل کرنے کی اجازت ہے گویا وہ بے نشان اور ویران قبرستان کے حکم میں ہے۔

سوال نمبر ۴ کا جواب:

قبرستان کے ایک حصہ میں استنجاء خانہ وغیرہ بنانے کے بارے میں حکم شرعی

جس قبرستان کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہو اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہوں، وہاں قبرستان کے ایسے حصے میں جہاں تازہ قبرہ نہ ہو بلکہ وہ حصہ قبروں سے دور ہو استنجاء خانے اور وضو وغیرہ بنانے کی گنجائش ہے۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔زائد حصہ جہاں تدفین متروک ہے، وہ اس حصہ کے درجہ میں ہے جس کی قبرستان کو ضرورت نہیں ہے، قبروں کے اثرات مٹ چکے ہیں، مملوکہ ہونے کی صورت میں یہ صاحب ملک کی ملکیت ہے، جبکہ غیر مملوکہ ہونے کی صورت میں یہ عامۃ المسلمین کی ملکیت ہے، لہذا تین اللہ ترس اور قابل اعتماد علماء کی اجازت سے وہاں وضوخانے اور استنجا خانے بنائے جاسکتے ہیں، علامہ بدر الدین عینیؒ (و:۸۵۵ھ/۱۴۵۱ھ) کی اس صراحت سے استئناس کیا جاسکتا ہے: **والمقبرة اذا عفت ودثرت يعود ملكا لاربابها ، فاذا عادت ملكا يجوز ان يبنى ، موضع المقبرة مسجد ، وغير ذلك ، فان لم يكن طعا ارباب يكون لبيت المال** '' (عینی شرح سنن ابی داود ۲/۳۵۵، ط: ریاض، مکتبہ الرشد، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، تحقیق ابو المنذر خالد بن ابراهيم مصری، ع، ا۔: ۶)۔(قبرستان اگر مٹ جائے تو وہ مالک کی ملکیت میں لوٹ آتا ہے، پھر جب وہ مالک کی ملکیت میں لوٹ

آیا تو قبرستان کی جگہ مسجد وغیرہ کی تعمیر جائز ہے۔ اگر اس کے مالک نہ ہوں تو پھر وہ بیت المال کا ہوگا)۔

۲۔ قبرستان کے متروکہ حصہ میں وضوخانہ اور استنجاخانہ بنانے میں قبروں کی بے حرمتی نہیں ہے، ''بقیع'' مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، اس کے زائد حصہ میں بازار بھی لگتا تھا، نیز اس کے زائد کنارے میں لوگ قضائے حاجت بھی کر لیتے تھے، حضرت ابوسعید خدری، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے روایت ہے:

لقد كانت صلاة الظهر تقام فيذهب الذاهب الى البقيع، فيقضى حاجته ثم يتوضا، ثم ياتى رسول الله صلى الله عليه وسلم - فى الركعة الأولىٰ مما يطولها''۔ (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة فى الظهر والعصر، حديث نمبر ۴۵۴، سنن سنائى، كتاب الافتتاح، باب تطويل القيام فى الركعة الأولىٰ من صلاة الظهر، حديث نمبر ۹۷۳)۔

ظہر کی نماز قائم کی جاتی تھی، پھر جانے والا ''بقیع'' جاتا اور قضائے حاجت کرتا، پھر وضو بناتا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلی رکعت میں شریک ہوجاتا تھا، اس لئے کہ آپ پہلی رکعت لمبی پڑھاتے تھے۔

۳۔ قبر پر بیٹھنا، قبروں کو روندنا اور قبروں کے پاس پیشاب و پاخانہ کرنا مکروہ ہے، ''فتح القدیر'' میں ہے: ''**و- أى :يكره - الجلوس على القبر ووطؤه، ويكره النوم عند القبر وقضاء الحاجة، بل أولىٰ، وكل مالم يعهد من السنة، والمعهود منا ليس إلا زيارتها والدعاء عندها قائما**'' (ابن ہمام، فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، فصل فی الدفن ۲/ ۱۴۲، بیروت، دارالفکر)۔ (قبروں پر بیٹھنا اور اسے روندنا مکروہ ہے، اور قبروں کے پاس سونا اور قضائے حاجت کرنا بھی مکروہ ہے، بلکہ قضائے حاجت کراہت کے زیادہ لائق ہے، (اسی طرح) ہر وہ چیز مکروہ ہے جو سنت کے معلوم نہیں ہے، سنت سے صرف یہ معلوم ہے کہ قبر کے پاس کھڑے ہوکر زیارت کی جائے اور دعا کی جائے)۔

قبرستان کے زائد یا متروکہ حصہ میں وضوخانہ یا استنجاء خانہ ہو تو اسے سے مردوں کی بے حرمتی نہیں ہوگی، لہذا اس کی گنجائش ہے، (اگر میت کے باقیات نکلیں تو ان کو دوسری جگہ دفن کر دیا جائے۔

سوال نمبر ۵ کا جواب۔

وسیع قبرستان کی خالی جگہ میں مسجد تعمیر کرنے کے سلسلے میں شرعی حکم

اصل حکم یہی ہے کہ ہر وقف کو اس کے مقصد میں ہی استعمال کیا جائے، لیکن اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہوں تو ایسی صورت میں زائد حصہ میں مسجد کی تعمیر جائز ہے تاکہ تدفین میں شامل ہونے والے نماز کے وقت نماز ادا کر سکیں۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں؛

۱۔قبرستان بھی وقف ہے اور مسجد بھی وقف ہے لہذا قبرستان کے زائد حصہ کو مسجد کی تعمیر کے لیے استعمال کرنے سے واقف کے منشا اور وقف کے مقصد میں خلل پیدا نہیں ہوگا، کیونکہ دونوں کے ذریعہ وقف کرنے والے کو ثواب پہنچتا رہے گا اور دونوں غیر مملوک ہی رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے خالص رہیں گے۔

۲۔ابن القاسم مالکیؒ نے صراحت کی ہے کہ ایک وقف سے دوسرے وقف میں مدد لی جاسکتی ہے، وہ تحریر فرماتے یں: "**وكذلك ما كان لله لا بأس ان يستعان ببعضه على بعض ، وينقل بعضه الى بعض**"۔(ابن بطال مالکی، شرح صحیح البخاری، ۲/۸۱-۸۲، ط: ۲، ریاض مکتبہ الرشد، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء تحقیق ابوتمیم یاسر بن ابراہیم، ع، ا۔:۱۰)۔(ایسے ہی جو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہو، اس میں سے ایک کے حق میں دوسرے سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور ایک کو دوسرے کی طرف منتقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے)۔ضرورت اور نماز جیسی اہم عبادت کی ادائیگی میں سہولت کے پیش نظر فقہاء احناف اس قول کو اختیار کر سکتے ہیں۔

(ب) قبرستان چھوٹا اور تنگ ہونے کی صورت میں مسجد تعمیر کرنے کے سلسلے میں شرعی نقطہ نظر

قبرستان چھوٹا اور تنگ ہونے کی صورت میں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں ہے۔

دلائل:

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔جب خود قبرستان کی ضرورت کے لئے یہ ناکافی ہے تو پھر اسے دوسرے وقف میں تبدیل کرنا وقف کے منشاء اور مقصد کے خلاف ہے۔

۲۔فقہاء کی صراحت کے مطابق ہر وقف کو اس کی اصل ہیئت پر برقرار رکھنا ضروری ہے جیسا کہ پہلے جزئیہ میں گزر چکا ہے، جب قبرستان کے مقصد کے لئے یہ یہ کافی نہیں ہے تو پھر دوسرے وقف میں اسے تبدیل کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ ضرورت کا وہاں اعتبار ہوتا ہے جہاں گنجائش ہو، مثلاً ایک مضطر و مجبور کے پاس اتنا ہی کھانا ہو کہ اس کی جان بچ جائے، تو دوسرے مضطر کے لئے اسے استعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔

متبادل طریقہ:

نماز جیسی اہم عبادت کی ادائیگی کی سہولت فراہم کرنے کے لئے یہ متبادل طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو تو قبروں کو بے حرمتی سے بچاتے ہوئے پلر ڈال کر قبرستان کے مغربی کنارہ میں ایک چھوٹی سے

مسجد تعمیر کر دی جائے، تا کہ نماز کے اوقات میں دفن ہونے کی صورت میں تدفین میں شامل ہونے والے آسانی سے نماز ادا کر سکیں اور ان کی نماز فوت نہ ہو۔

(ج)۔ اگر آراضی وسیع ہوں، اس طرف قبریں نہ ہوں تو آخری کنارہ پر استنجا خانہ اور بیت الخلا تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، پہلے گزر چکا ہے کہ ''بقیع'' کشادہ میدان ہے، متعدد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے ایک کنارہ پر بازار لگتا تھا، اور دور دراز کنارہ پر کبھی کبھار لوگ قضائے حاجت بھی کر لیتے تھے، البتہ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ استنجا خانہ قبروں سے بالکل قریب نہ ہو کہ اس میں مردوں کی بے حرمتی ہے۔

سوال نمبر ۶ کا جواب۔ ضرورت سے زائد قبرستان کی آراضی پر تحفظ کی خاطر دینی تعلیمی ادارے قائم کرنے کے سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر

(الف) قبرستان کی ضرورت سے زائد آراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کرنے کی گنجائش ہے۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ دینی تعلیمی ادارے قیام کرنے کی غرض چونکہ قبرستان کی آراضی کا تحفظ ہے، اس لئے موقوفہ قبرستان کی آراضی کا اس مقصد کے لئے استعمال واقف کے منشا کے خلاف نہیں ہے۔

۲۔ دینی تعلیمی ادارے بھی وقف اور اللہ تعلیٰ کی ملکیت ہیں، اور قبرستان بھی وقف اور اللہ تعلیٰ کی ملکیت ہیں، لہذا قبرستان کی زمین میں دینی تعلیمی ادارہ کی تاسیس سے وقف کے مقاصد متاثر نہیں ہوں گے، دونوں اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں رہیں گے۔

۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف، معروف بہ ابن بطال قرطبی مالکی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ (۴۴۹ھ/ ۱۰۵۷ء) ہوجائے، وہاں مسجد کی تعمیر کر سکتے ہیں، بالخصوص جبکہ مقصد قبرستان کا تحفظ ہو۔ علامہ ابن بطال۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ تحریر فرماتے ہیں: **وقال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت، فبنى قوم عليها مسجدا لم أر بذلك بأسا**''. (ابن بطال، شرح صحیح البخاری ابوتمیم یاسر بن ابراہیم، ع، ا۔ ۱۰)۔ (علامہ ابن القاسم۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ کا قول ہے کہ: اگر مسلمانوں کا کوئی قبرستان بے نشان ہوجائے اور کوئی جماعت وہاں مسجد تعمیر کر دے، تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ نے اس قول کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: ''**فان قيل: هل يجوز أن تبنى المساجد على قبور المسلمين؟ قلت: قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت، فبنى قوم عليها مسجدا لم أر بذلك بأسا، وذلك لأن المقابر**

وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم، لا يجوز لأحد أن تملكها، فاذا درست واستغنى عن الدفن موتاهم صرفها إلى المسجد، لأن المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تمليكه لأحد، فمعناهما على هذا واحد"۔ (عینی، شرح سنن ابی داود ۳۵۵/۲، ط: ۱، ریاض، مکتبہ الرشد، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، تحقیق: ابو المنذر خالد بن ابراهیم مصری، ع، ۱۔: ۶)۔

(اگر دریافت کیا جائے کہ کیا مسلمانوں کے قبرستان پر مساجد کی تعمیر کرنا جائز ہے؟ میں جواب دوں گا: ابن القاسم -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کا قول ہے: اگر مسلمانوں کا کوئی قبرستان بے نشان ہوجائے اور کوئی جماعت اس پر مسجد تعمیر کردے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا ہوں، یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ مردوں کو دفن کرنے کے لئے قبرستان بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے، کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ ان کا مالک ہوجائے، پھر جب قبرستان بے نشان ہوجائے اور وہاں دفن کرنے سے بے نیازی حاصل ہوجائے تو اسے مسجد میں صرف کرنا جائز ہے، اس لئے کہ مسجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے، جس کا کسی کو مالک بنانا جائز نہیں ہے، لہذا اس بنیاد پر دونوں کا مقصد ایک ہی ہے)۔

بندۂ ناچیز کی رائے میں موجودہ دور میں اوقاف کے تحفظ کے پیش نظر دیگر فقہاء احناف بھی اس رائے کو اختیار کرسکتے ہیں، اگرچہ عام حالات میں ہر وقف کو اس کی اصل شکل میں ہی رکھا جائے گا، جیسا کہ فقہائے احناف کی صراحت گزری۔

(ب): قبرستان کی زائد آراضی پر تعمیر کردہ دینی ادارہ پر کرایہ مقرر کرنے کے سلسلے میں شرعی حکم

قبرستان بھی وقف ہے اور دینی تعلیمی ادارہ بھی وقف ہے لہذا دونوں کی حیثیت اعتباری وقانونی شخصیت کی ہے، اس لیے ایک وقف دوسرے وقف کو اپنی زمین کرایہ پر دے سکتا ہے، جیسا کہ اوقاف کے باب میں فقہاء نے صراحت کی ہے۔ اس وجہ سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ دینی تعلیمی ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کردیا جائے، جسے قبرستان کے فنڈ میں جمع کیا جائے، تاکہ قبرستان کی دیکھ ریکھ پر صرف ہو۔

سوال نمبر ۷ کا جواب: قبرستان میں جنازہ گاہ بنانے کے سلسلے میں شرعی نقطہ نظر شرعی اعتبار سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ قبرستان کے کسی مخصوص حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ "بقیع غرقد" جو مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، اس کے ایک حصہ میں جنازہ گاہ تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں نیز صحابہ کے دور اور بعد کے ادوار وہیں جنازہ کی نماز پڑھی جاتی تھی، محمد بن ابی حرملہ مولیٰ عبد

الرحمن بن ابی سفیان بن حویطب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ھیں: ”زینت بنت ابی سلمہ توفیت، وطارق امیر المدینۃ، فأتی بجنازتھا، بعد صلاۃ الصبح، فوضعت بالبقیع، قال: وکان طارق یغلس بالصبح، قال بن ابی حرملہ: فسمعت عبد اللہ بن عمر یقول لأھلھا: إما أن تصلوا علی جنازتکم الآن، وإما أن تترکوھا حتی ترتفع الشمس“۔(موطا مالک، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الجنائز، بعد الصبح إلی الاسفار، حدیث نمبر ۵۳۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی، حدیث نمبر ۱۷۱۷، اور یہ صحیح درجہ کا اثر ھے)۔

(زینب بنت ابی سلمہ کا انتقال ہوا جبکہ طارقؒ مدینہ کے گورنر تھے، نماز صبح کے بعد ان کا جنازہ لایا گیا اور بقیع میں رکھا گیا، راوی کہتے ہیں: طارق رات کی تاریکی میں صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ ابن ابی حرملہ کہتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن عمر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ کو ان کے گھر والوں کو کہتے ہوئے سنا: یا تو تم ابھی نماز جنازہ پڑھ لو۔ یا تو ابھی رہنے دو یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے)۔

۲۔ قبرستان میں جنازہ گاہ ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں سامنے قبر نہیں ہوتی ہے، لہذا اس میں نماز پڑھنے کی صورت میں کوئی کراہت نہیں ہے کہ اس حالت میں یہود سے مشابہت نہیں ہے، جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا، نیز جنازہ گاہ میں میت کے باقیات بھی نہیں ہوتے ہیں کہ جگہ کے نجس و ناپاک ہونے کا احتمال ہو، اس لئے وہاں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”ثم فی ھذا الحدیث دلیل علی أن القبور إذا لم یبق فیھا بقیۃ من المیت، او من ترابہ، جازت الصلاۃ فیھا“۔(عینی، شرح سنن ابی داود ۲/ ۳۵۵، ط: ۱، ریاض مکتبہ الرشد، ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹ء، تحقیق: ابو المنذر خالد بن ابراہیم مصری، ع، ۱: ۶۰)۔ (پھر اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ قبروں میں جب میت کے باقیات موجود نہ ہوں، یا مردہ کی مٹی کے باقیات نہ ہو تو وہاں نماز پڑھنا جائز ہے)۔

”ردالمحتار“ میں ہے:

”أو کان فی المقبرۃ موضع أعد للصلاۃ، ولا قبر ولا نجاسۃ، فلا بأس، کما فی الخانیۃ“۔ (ابن عابدین رد المختار، کتاب الصلاۃ، فصل: مکروھات الصلاۃ ۱/ ۴۵۴، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء، ع، أ: ۸)۔

(یا قبرستان میں کوئی جگہ ہو جسے نماز کے لیے تیار کیا گیا ہو، اور کوئی قبر اور نجاست نہ ہو، تو اس میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے)۔

”ھندیہ“ میں ھے: وھذا کلہ إذا لم یکن بین المصلی وبین ھذہ المواضع حائط او سترۃ۔ أما إذا کان لا

یکرہ، ویصیر الحائط فاصلا". (ھندیہ کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس ی آداب المسجد والقبلۃ ۵/۳۲۰، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء ع۔أ: ۲)۔

اور یہ ساری کراہت اس صورت میں ہے جبکہ نمازی اور ان جگہوں کے درمیان کوئی دیوار یا سترہ نہ ہو۔ بہر حال اگر ہو تو مکروہ نہیں ہے، اور دیوار فصل کرنے والی ہو جائے گی)۔

۳۔ مسجد نبوی جہاں بنی ہے وہاں مشرکین کی قبر تھی، میت کے باقیات کو صاف کر کے مسجد بنائی گئی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وایت ہے: "فکان فیہ۔۔قبور المشرکین فنبشت، ثم بالخرب فسویت، وبالنخل فقطع"۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب: ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ویتخذ مکانھا مساجد، حدیث نمبر ۴۲۸، وکتاب فضائل المدینۃ، باب حرم المدینۃ، حدیث نمبر ۱۸۶۸، وکتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وأصحابہ المدینۃ، حدیث نمبر ۳۹۳۲، وصحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب ابتناء مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۵۲۴)۔ (اس جگہ میں مشرکین کی قبریں تھیں، ویرانہ تھا اور کھجور کے درخت تھے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے بارے میں حکم دیا تو وہ کھود دی گئیں، پھر ویرانہ کے بارے میں حکم دیا تو اسے برابر کر دیا گیا، اور کھجور کے سلسلے میں حکم دیا تو اسے کاٹ دیا گیا)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے باقیات صاف کر دیئے جائیں اور سامنے کوئی قبر نہ ہو تو ایسی جگہ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد جو منقول ہے:

"الارض کلھا مسجد إلا المقبرۃ والحمام"۔ (سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء أن الأرض کلھا مسجد إلا المقبرۃ والحمام، حدیث نمبر ۳۱۷، مسند احمد، حدیث نمبر ۱۱۷۸۴، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)۔ (ساری زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور غسلخانہ کے)۔

اس حدیث کا مصداق یہی ہے کہ قبرستان میں سامنے قبر ہو کہ یہ غیر اللہ کی پرستش کے مشابہ ہے، یا اس جگہ میں میت کے باقیات یعنی ہڈی وغیرہ ہونے کی وجہ سے جگہ پاک نہ ہو، جبکہ کسی حصہ کو مخصوص کرنے کی صورت میں یہ دونوں خرابیاں نہیں پائی جاتی ہیں، اس لیے قبرستان کے کسی مخصوص حصہ میں جنازہ گاہ بنانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

سوال نمبر ۸ کا جواب: قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لیے خاص کرنے کے سلسلے میں شرعی حکم

شرعاً یہ جائز نہیں ہے کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے

رہنے کے لیے خاص کر دیئے جائیں۔ اسے مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی راہ نہیں نکالی جاسکتی ہے۔

دلائل:

اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ وقف جس مقصد کے لیے ہو اسی مقصد میں استعمال ہونا چاہیے۔

۲۔ قبرستان جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لیے نہیں ہے یہ وقف کرنے والے کے منشاء کے بھی خلاف ہے۔

۳۔ فقہاء کے اس قول سے بھی استیناس کیا جاسکتا ہے کہ قبرستان میں جانوروں کو نہ چھوڑا جائے، 'ہندیہ' میں ہے:

فلو كان فيها -أي: في المقبرة المندرسة- حشيش يحش ويرسل الى الدواب، ولا ترسل الدواب فيها، كذا في البحر الرائق". (هنديه، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد ۲/ ۴۷۱، بيروت، دار الفكر، ۱۴۱۱/ ۱۹۹۱ء ع-أ: ۶)

(سو اگر بے نشان قبرستان میں گھاس ہو تو کاٹ لی جائے گی، اور جانوروں کو کودے دیا جائے، اور جانوروں کو وہاں نہ چھوڑا جائے، البحر الرائق'' میں یوں ہی ہے)۔

البتہ اگر سیلاب وغیرہ کے زمانہ میں قبرستان کے زائد حصہ میں گائے بیل وبھینس وغیرہ کو رکھ دیں، یا زائد حصہ میں غلہ تیار کرلیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہنگامی حالات کے بعد بھی گندگی وغیرہ صاف کر دی جائے لیکن اس کام کے لیے کسی حصہ کو خاص نہیں کیا جاسکتا ہے۔

درج ذیل جزئیہ سے اس سلسلہ میں استیناس کیا جاسکتا ہے:

"أرض لأهل قرية جعلوها مقبرة، وأقبروا فيها، ثم إن واحدا من اهل القرية بنى فيها بنا لو ضع اللبن وآلات القبر، وأجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضا أهل القرية، لا يحتاج إلى ذلك المكان فلا بأس به، وبعد ما بنى لو احتاجوا إلى ذلك المكان رفع البناء وحتى يقبر فيه، كذا في فتاوى قاضي خان"۔ (هنديه، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد، ۲/ ۴۶۸-۴۶۷، بيروت، دار الفكر، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء ع، ۱-: ۶)۔

(گاؤں والوں کی کوئی زمین تھی جسے انہوں نے قبرستان بنا دیا اور اس میں مردہ کو دفن کیا، پھر گاؤں کے کسی شخص نے اس میں کچی اینٹیں اور قبر کے آلات رکھنے کے لیے عمارت بنائی، اور وہاں ایسے شخص کو بٹھایا جو سامان کی حفاظت کرے، ایسا گاؤں والے کی رضامندی کے بغیر کیا، یا ان میں سے بعض کی رضامندی سے کیا۔ فقہاء کہتے ہیں: اگر قبرستان میں وسعت ہو، اس طرح کہ اس جگہ کی ضرورت نہ ہو تو اس میں کوئی حرج

نہیں ہے اور عمارت بنانے کے بعد اس جگہ کی لوگوں کو ضرورت ہو تو عمارت اٹھالی جائے گی، تا کہ اس میں قبر بنائی جا سکے۔ ایسے ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔

خلاصہ بحث:

۱۔ اگر قبرستان کے تحفظ کے پیش نظر پلر دے کر اور چھت قائم کر کے قبرستان کے اوپر مارکیٹ بنانا ضروری ہو تو درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے:

(الف) حاصل ہونے والی آمدنی کا استعمال اس قبرستان کے مصالح میں کیا جائے۔

(ب) آمدنی کو ہر طرح کے خرد برد سے بچانے کے لیے ایک مقامی کمیٹی تشکیل دی جائے، جس میں متولی سمیت دس قابل اعتماد افراد ہوں جن میں سے تین اللہ ترس اور قابل اعتماد علماء ہوں۔

(ج) زائد آمدنی سے متبادل قبرستان قائم کیا جائے۔

(د) اگر بہت زیادہ آمدنی ہو اور اس قبرستان اور متبادل قبرستان کو بھی ضرورت نہ ہو تو پھر اسے دوسرے قبرستان کے مصالح پر خرچ کیا جائے۔

(ھ) اگر علاقے کے کسی قبرستان کو اس آمدنی کی ضرورت نہ ہو تو پھر اس آمدنی سے مکتب کا نظام چلایا جائے، یا کسی معتبرہ مدرسہ کی امداد کی جائے۔

(و) قبروں کے درمیان پلر اس طرح قائم کیے جائیں کہ قبروں کی بے حرمتی نہ ہو۔

(ز) عام حالات میں اس طرح مارکیٹ قائم کرنے سے گریز کیا جائے۔

۲۔ قبرستان کے لیے آراضی نہ ملنے یا گرانی کی وجہ سے دشوار ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے کہ پلر ڈال کر اوپر مضبوط چھت بنا کر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ کر دفن کیا جائے۔

۳۔ موجودہ دور کی مجبوریوں کے مدنظر اس بات کی گنجائش ہے کہ میت لے گزرنے کی دشواری اور قبرستان کے تنگ ہونے کی وجہ سے موجودہ تنگ قبرستان کو فروخت کر دیا جائے، اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع آراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کی جائے، لیکن اس سلسلے میں یہ ضروری ہوگا کہ فروخت کرنے سے دو سال قبل وہاں دفن کرنا ترک کر دیا جائے، پھر فروخت کرنے کے وقت اسے پاٹ دیا جائے۔

۴۔ جس قبرستان کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہو اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہوں، وہاں قبرستان کے ایسے حصہ میں جہاں تازہ قبر نہ ہو بلکہ وہ حصہ قبروں سے دور ہو استنجاء خانے اور وضو خانے وغیرہ بنانے کی گنجائش ہے۔ بشرطیکہ تین اللہ ترس اور قابل اعتماد علماء کی اجازت سے ہو۔

۵۔(الف): قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہوں تو ایسی صورت میں زائد حصہ میں مسجد کی تعمیر جائز ہے۔

(ب) قبرستان چھوٹا اور تنگ ہونے کی صورت میں تدفین میں شامل ہونے والے کی سہولت کے لیے مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں ہے۔

متبادل طریقہ:

قبروں کو بے حرمتی سے بچاتے ہوئے پلر ڈال کر قبرستان کے مغربی کنارہ میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کر دی جائے۔

(ج): اگر آراضی وسیع ہوں، اس طرف قبریں نہ ہوں تو آخری کنارہ پر استنجا خانہ اور بیت الخلا تعمیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۶۔(الف)۔قبرستان کی ضرورت سے زائد آراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کرنے کی گنجائش ہے۔

(ب)۔دینی تعلیمی ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے تاکہ اس رقم سے قبرستان کی دیکھ ریکھ ہو سکے۔

۷۔قبرستان کے کسی مخصوص حصہ میں جنازہ گاہ بنانا جائز ہے۔

۸۔قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لیے خاص کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

خاص کیے بغیر کوئی زائد حصہ میں غلہ تیار کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، علمہ اتم واحکم

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل اور ان کا شرعی حل

راشد حسین ندوی
(مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی)

سوال نمبر (۱): قبرستان میں پلر دے کر اوپر دوکان بنانا اور نچلے حصے کو قبرستان بنائے رکھنا؟

آج کے دور میں دنیا کی آبادی بڑھتی جارہی ہے اور ظاہر ہے کہ زمین کی مقدار پہلے سے ایک انچ نہیں بڑھی ہے، لہٰذا دن بدن زمینوں کی اہمیت میں اضافہ ہورہا ہے اور ان کی قیمتیں بے تحاشا بڑھ رہی ہیں، بڑے شہروں میں وسیع قبرستان وقف کیے گئے تھے، لیکن جب آبادی بڑھی تو اموات کی بھی کثرت ہوئی اور اب صورت حال یہ ہے کہ بار بار ایک ہی جگہ کو دوبارہ قبر بنانا پڑتا ہے، پھر قبرستانوں پر ناجائز قبضوں نے اس مسئلہ کو اور نازک بنادیا ہے، اس طرح کی صورت حال میں ہمارے سامنے آج ایسے مسائل آتے ہیں جن کا ذکر صراحت سے نہ تو کتاب وسنت میں نظر آتا ہے، نہ ہی کتب فقہیہ میں ملتا ہے، البتہ ایسی جزئیات ضرور مل جاتی ہیں جن سے مقاصد شریعت کی روشنی میں سوالات کے جوابات کو تلاش کیا جاسکتا ہے، ہم جس مسئلہ پر بحث کررہے ہیں اس کا تعلق بھی ایسے ہی مسائل سے ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر قبرستان میں پلر دے کر اوپر دوکانیں بنالی جائیں اور نیچے تدفین کا عمل جاری رکھا جائے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ تدفین کا عمل پہلے کی طرح ہوتا رہے گا اور قبرستان کی آمدنی ہوتی رہے گی، جس کو مختلف مصارف میں لگادیا جائے گا۔

فقہی کتب میں صراحت سے اس کے بارے میں کچھ نہیں ملتا، البتہ یہ حکم صراحت سے ضرور ملتا ہے کہ میت جب پرانی ہوکر مٹی ہوجائے تو اس کی قبر میں دوسری میت کو دفن کرنا جائز ہے، اسی طرح اس میں کھیتی کرنا اور عمارت بنانا بھی جائز ہے مثلاً: شامی، ہندیہ اور تبیین الحقائق وغیرہ میں یہ عبارت ملتی ہے:

"ولو بلي الميت وصار تراباً جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه كذا في التبيين۔" (هندية: ۱/۱۶۷، ردالمحتار: ۲/۲۳۸، ط مصطفى حلبي بابي، تبيين الحقائق: ۱/۵۸۹)

(اگر میت بوسیدہ ہوکر مٹی ہوجائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا اور اس میں کھیتی کرنا اور اس پر تعمیر کرنا جائز ہوگا۔)

اس عبارت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ میت اگر بوسیدہ نہ ہوئی ہو تو یہ امور جائز نہیں ہوں گے، چنانچہ یہی حکم

صراحت سے احادیث اور فقہی کتابوں میں بھی ملتا ہے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے:

"عن جابر رضی اللہ عنہ قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يجصص القبور وأن يقعد عليه وأن يبني عليه۔" (مسلم، كتاب الجنائز، باب النهي عن تجصيص القبر: ۹۷۰)

(حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔)

"ہندیہ" میں ہے:

"ويكره أن يبني على القبر مسجداً أو غيره۔" (هندية: ۱/۱۶۷) (قبر پر مسجد وغیرہ بنانا مکروہ ہے۔)

"ويكره أن يبني على القبر أو يقعد أو ينام عليه أو يوطأ عليه أو تقضى حاجة الإنسان من بول أو غائط الخ۔" (أيضاً: ۱۶۶)

(اور یہ مکروہ ہوگا کہ قبر کے اوپر عمارت بنائی جائے، یا اس پر بیٹھا یا سویا جائے، یا اس کو روندا جائے، یا پیشاب پاخانہ جیسی انسانی ضرورت پوری کی جائے۔)

ان دو طرح کی عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قبر پر کوئی ایسا عمل کرنا مکروہ ہے جس سے صاحبِ قبر کی توہین لازم آتی ہو اور جب میت پرانی ہوگئی تو اب وہاں تصرفات کرنا جائز ہوگا، اس لیے کہ جب اتنی پرانی میت ہو کہ اہل بصیرت کے نزدیک اب اس میں کچھ بچا نہیں ہوگا، میت مٹی ہوگئی ہوگی تو اب اس پر وہ تمام چیزیں جائز ہوں گی جو پہلے ممنوع تھیں۔ (اور ظاہر ہے یہ ایسی صورت میں ہوگا جب قبرستان موقوفہ نہ ہو، ذاتی ملکیت ہو یا اگر موقوفہ ہو تو یہ تصرفات قبرستان کے مفاد میں ہوں۔)

نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ جس سے میت کی توہین ہو وہ چیز جائز نہیں، توہین نہ ہو اور کوئی دوسرا مانع بھی نہ ہو تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

اس کے بعد جب ہم اس مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں اور پتہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا اگر نیچے قبر ہو اور اس کے اوپر پلر ڈال کر سلیپ ڈال دی جائے اور اوپر خود قبرستان کی آمدنی کے لیے دوکان بنائی جائے تو اس سے میت کی توہین ہوگی؟ اس کا جواب نفی میں ہے، اس لیے کہ قرآن سے اوپر ہو جانے کو عرف میں خلافِ ادب سمجھا جاتا ہے، لیکن اگر نچلی منزل میں قرآن ہو تو اوپر کی منزل میں رہنے کو خلافِ ادب قرار نہیں دیا جاتا، اسی لیے پلر ڈال کر قبرستان کی زمین پر مسجد کی توسیع کو کئی اصحابِ فتاویٰ نے جائز قرار دیا ہے، چنانچہ "کتاب النوازل" (۱۴/۳۲۰) میں ہے:

"قبرستان میں اس طرح ستون نصب کر کے اوپر مسجد کی توسیع کرنا شرعاً جائز اور درست ہے۔"

اور جامعہ عثمانیہ پشاور کے آن لائن فتویٰ میں بڑی عمدہ بحث کی گئی ہے، لکھتے ہیں:

''اگر زمین واقعی قبرستان کے لیے وقف کی گئی ہو اور اس میں مردے بھی دفنائے گئے ہوں، نیز اب بھی وہ زائد از ضرورت نہ ہو، تو ایسی موقوفہ زمین کی سطح پر جدید قبروں کو ہموار کر کے مدرسہ کی تعمیر جائز نہیں، البتہ پلر گاڑ کر اس کے اوپر چھت ڈالنے کے بعد مسجد و مدرسہ بنانے کی گنجائش ہے، تاہم ضروری ہے کہ اس سے قبریں متاثر نہ ہوں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ قبرستان کے متولی علاقہ کے مشیران اور جن لوگوں کے عزیز و اقارب کی قبریں پلرز کے احاطے میں آرہی ہوں، ان سے اجازت حاصل کی جائے، تاکہ کہیں یہ اقدام فتنہ وفساد کا ذریعہ ثابت نہ ہو۔ (فتویٰ نمبر: ۳۲۸/۲۹۷/۴۷۴۵)

ظاہر ہے جب پہلے سے موجود قبروں پر پلر دے کر مدرسہ اور مسجد کی تعمیر جائز ہے تو جب پہلے سے قبر نہ ہو اور خود قبرستان کے مفاد کے لیے دوکان بنائی جائے اور چھت کے نیچے والی جگہ کو تدفین کے لیے خالی رکھا جائے تو اس کو بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس شکل کا ذکر کیا جارہا ہے، شرعاً جائز ہے، اس میں کوئی شرعی مانع نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

سوال نمبر (۲): دومنزلہ قبرستان؟

زندہ لوگوں پر مردے کو دفن کرنا واجب کفائی ہے، اس کے اشارات خود کتاب اللہ میں موجود ہیں مثلاً: جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو تدفین کا عمل سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوے کو بھیجا:

{فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَاباً يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ} (المائدة: ۳۱)

(پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اس کو دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کے لاشے کو کیسے چھپائے۔)

دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے:

{ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ} (عبس: ۲۱) (پھر اسے موت دی تو اسے قبر پہنچا دیا۔)

تیسری جگہ ارشاد ہے:

{أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتاً ★ أَحْيَاء وَأَمْوَاتاً} (المرسلات: ۲۶-۲۵)

(کیا ہم نے زمین سمیٹ لینے والی نہیں بنائی، زندوں کو اور مردوں کو۔)

اور ''ہندیہ'' میں ہے:

''دفن الميت فرض علىٰ الكفاية الخ'' (هندية: ۱۶۵/۱) (میت کا دفن کرنا فرض علیٰ الکفایہ ہے۔)

ان نصوص میں ذکر آیا کہ میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے، قرآنی آیات میں دفن وحفر کا بھی ذکر آیا ہے اور زمین

میں حفر کرنے کا بھی ذکر آیا ہے، اب اگر اصل اس کو قرار دیا جائے کہ اصل زمین میں دفن کرنا ہے تو سوال میں دریافت کردہ شکل جائز نہ ہونی چاہیے اور اگر زمین کو قیداتفاقی قرار دیا جائے اور اصل دفن کرنے اور جثہ کو چھپانے کو قرار دیا جائے تو یہ شکل جائز ہونی چاہیے، قبر کے اوپر پلر دے کر چھت بنانے کے جواز کے دلائل ہم سوال ۱ کے تحت دے چکے ہیں اور اس کے دلائل کہ اصل دفن کرنا ہے نہ کہ زمین میں دفن کرنا اور جہاں زمین کا ذکر ہے وہ بطور قید اتفاقی ہے نہ کہ بطور قید احترازی۔ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ اگر کسی کا انتقال سمندری سفر کے دوران ہو جائے اور خشکی تک لے جانا ممکن نہ ہو، یا خشکی تک پہنچنے میں نعش میں تغیر ہو جانے کا امکان ہو تو اسے سمندر میں ہی ڈال دینے کا حکم فقہاء نے دیا ہے:

"ولو مات الرجل فی السفینة یغسل ویکفن، کذا فی المضمرات، ویصلی علیه ویثقل ویرمی فی البحر، کذا فی معراج الدرایة۔" (۱/۱۵۹، جنائز، الفصل الثانی فی غسل المیت)

اور "شامی" میں یہ قید بھی ہے:

"وألقی فی البحر إن لم یکن قریباً من البر۔" (شامی: ۲/۲۳۵، ط الحلبی بابی)

دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کا سمندری جہاز میں انتقال ہو جائے تو اگر اسے خشکی پر لے جانے میں نعش خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو نعش کو کسی وزنی چیز پتھر وغیرہ سے باندھ کر سمندر میں ڈال دیا جائے گا۔

۲۔ ضرورت وحاجت کے وقت فقہاء نے تابوت کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے، بہتر تو لکڑی کا ہے، لیکن ضرورت ہو تو لوہے وغیرہ کا بھی بنایا جا سکتا ہے، چنانچہ "شامی" میں ہے:

"ولا بأس باتخاذ تابوت له ولو من حجر أو حدید عند الحاجة کرخوة الأرض (قوله ولا بأس باتخاذ تابوت) أی رخص ذلک عند الحاجة والإکراه)" (شامی: ۲/۲۳۴-۲۳۵، نیز دیکھئے: هندیه: ۱/۱۶۶)

(زمین کی نرمی جیسی کسی حاجت سے تابوت کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ وہ پتھر یا لوہے کا ہو، (قولہ باتخاذ تابوت) یعنی حاجت واکراہ کے وقت اس کی رخصت دی گئی ہے۔)

اور "البحر الرائق" میں مسنون اس کو قرار دیا ہے کہ تابوت کے فرش میں مٹی ڈال دی جائے:

"وإن تعذر اللحد فلا بأس بتابوت یتخذ للمیت لکن السنة أن یفرش فیه التراب۔" (البحر الرائق: ۲/۲۰۸، ط دار الکتاب الإسلامي)

۳۔ ان دو مثالوں سے ہمارا استدلال صرف یہ ہے کہ ان میں قرن اول سے ماثور طریقوں سے ضرورت کی وجہ سے انحراف کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ قرن اول سے آج تک رائج یہی رہا ہے کہ زمین میں دفن کیا جائے، لیکن

ضرورت کے وقت اس سے عدول کرنا بھی جائز ہوگا اور اوپر دفن کرنے میں بھی اگرچہ انحراف ہے، لیکن سمندر میں ڈالنے اور تابوت میں رکھنے کے مقابلے کم ہے، لہٰذا مذکورہ شکل جائز ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ دوسری منزل پر مٹی اتنی ڈالی جائے کہ صحیح طور سے قبر بن جائے، زیادہ بہتر تو یہ رہے گا کہ اتنی مٹی ہو کہ درمیانی قد کے انسان کے سینے تک قبر کھودی جاسکے۔

"وينبغي أن يكون مقدار عمق القبر إلىٰ صدر رجل وسط القامة وكلما زاد فهو أفضل كذا في الجوهرة النيرة۔" (هندية: ۱/۱۶۶)

(اور قبر کی گہرائی کی مقدار درمیانی قد کے آدمی کے سینے تک ہونا چاہیے اور جب اس پر اضافہ کر دیا جائے تو افضل ہوگا۔)

"واختلفوا في عمق القبر فقيل قدر نصف القامة وقيل إلىٰ الصدر وإن زادوا فحسن۔" (البحر الرائق: ۲/۲۰۸، ط دار الكتاب الإسلامي)

(اور قبر کی گہرائی کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، تو ایک قول یہ ہے کہ نصف قامت تک ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سینے تک ہو اور اگر لوگ اس پر اضافہ کر دیں تو بہتر ہے۔)

اور "شامی" میں نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ نصف قامت ادنیٰ مقدار ہے اور اعلیٰ مقدار قامت اور ان دونوں کے درمیان کی مقدار ہے اور حکمت اس کی یہ ہے کہ بدبو نہ پھیلے اور میت درندوں سے محفوظ رہے:

"فعلم أن الأدنىٰ نصف القامة والأعلىٰ القامة وما بينهما شرح المنية وهذا أحد العمق، والمقصود منه المبالغة في منع الرائحة ونبش السباع۔" (شامي: ۲/۲۳۴، ط الحلبي بابي)

اور دار العلوم دیوبند کے ایک آن لائن فتویٰ میں ہے:

"قبر میں جس جگہ میت کو رکھا جائے وہ اتنی گہری ہونی چاہیے کہ قبر کا تختہ میت کے جسم سے مس نہ کرے۔" (دیکھئے: جواب ۶۰۵۸۶۹)

خلاصہ جواب: مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ قبرستان میں پلر دے کر چھت بنانا اور چھت پر پانچ چھ فٹ مٹی ڈال کر پھر اس میں تدفین کرنا ماثور طریقوں کے اگرچہ خلاف ہے، لیکن جب مجبوری کے تحت اس شکل کو اختیار کیا جائے تو شرعاً اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ أعلم!

سوال نمبر (۳): قبرستان فروخت کر کے قبرستان کے لیے وسیع اراضی خریدنا؟

جب مذکورہ زمین قبرستان کے لیے وقف کی گئی تو صرف راستہ تنگ ہونے یا اس کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا، خواہ مقصد یہ ہو کہ قبرستان کے لیے دوسری وسیع اراضی لی جائے گی، اس لیے کہ اس

میں کئی خرابیاں ہیں مثلاً: اگر تدفین کا عمل فی الحال جاری ہے تو اس جگہ کچھ اور تعمیرات کرنے میں توہین ہوتی ہے، اس لیے کہ جب تک میت اتنی پرانی نہ ہوجائے کہ خیال ہو مٹی بن گئی ہوگی، اس وقت تک تبدیلیاں کرنا احترام موتی کے خلاف ہے۔ (دیکھئے سوال ۱ے کے تحت عبارت: ولو بلی الميت الخ)

نیز اس میں واقفین کے منشا کی کھلی خلاف ورزی ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے:

"شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به۔" (شامی، كتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع: ۴/۴۳۳، ط الحلبي بابي، نيز ديكهئے: الأشباه والنظائر: ۱/۱۶۳)

اور راقم نے مساجد سے متعلق مقالہ میں سوال ۷ے کے تحت استبدال وقف سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے، اخیر میں خلاصہ کے طور پر لکھا ہے کہ

"حاصل یہ ہے کہ استبدال کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ خود واقف نے استبدال کی شرط لگادی ہو، تو اس صورت میں بالاتفاق استبدال جائز ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ واقف نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی، لیکن موقوفہ زمین سے کسی طرح کا فائدہ حاصل نہیں ہورہا ہے، اس صورت میں بھی قاضی کی اجازت سے استبدال جائز ہے۔ الخ

۳۔ واقف نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی، نہ ہی موقوفہ جائیداد سے نفع بالکلیہ منقطع ہوا ہے، البتہ اگر استبدال کرلیا جائے تو زیادہ نفع ہوگا، صحیح قول کے مطابق اس صورت میں استبدال جائز نہیں ہے۔

"(قوله وجاز الإستبدال به) اعلم أن الإستبدال على ثلاثة وجوه: الأول أن يشترطه الواقف لنفسه أو لغيره فالإستبدال فيه جائز على الصحيح وقيل اتفاقاً والثاني۔۔الخ" (شامی: ۴/۳۸۴)

اور یہاں استبدال میں یہی تیسری شکل پائی جارہی ہے۔

پھر فقہی کتابوں میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ وقف جب مکمل ہوجائے تو واقف کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور بیع یا ہبہ وغیرہ کے ذریعہ کسی اور کو بھی اس کا مالک نہیں بنایا جاسکتا، نہ ہی عاریت یا رہن پر رکھا جاسکتا ہے:

"فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن، قوله لا يملك أي لا يكون مملوكاً لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه ولا يعار ولا يرهن لاقتضاءهما الملك۔" (شامی: ۴/۳۵۲)

مندرجہ بالا تفصیلات سے واضح ہوا کہ اس طرح کے قبرستانوں کو نہ فروخت کرنا جائز ہے نہ ان کا استبدال ہو سکتا ہے، البتہ اگر وہ شہر کی ضروریات کے لیے ناکافی ہوں تو لوگوں کو چاہیے کہ باہر وسیع اراضی قبرستان کے لیے خرید

لیں اور مذکورہ قبرستان کو صرف محدود لوگوں کے لیے استعمال کی اجازت دیں، اس طرح روز روز ٹریفک اور جام کے مسائل پیدا نہیں ہوں گے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ اس طرح کی صورت حال میں استبدال کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں توہین موتی ہے، نیز فی الجملہ چونکہ اس کا استعمال ہوسکتا ہے، لہٰذا اس میں جواز استبدال کی شرط بھی مفقود ہے۔ واللہ أعلم!

سوال نمبر (۴): قبرستان میں مسجد کا استنجا خانہ بنانا؟

اگر قبرستان کے کسی کنارے مسجد بنی ہوئی ہے اور اس میں استنجا خانہ اور لیٹرین کی سخت حاجت ہے تو اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) قبرستان موقوفہ نہ ہو اور جس کی ملکیت ہو وہ لیٹرین بنانے کی اجازت دے دے اور جہاں لیٹرین ہو وہاں کوئی قبر نہ ہو، اس صورت میں استنجا خانہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

(۲) جہاں استنجا خانہ بنانا ہے، وہاں کوئی تازہ قبر موجود ہو، اس صورت میں استنجا خانہ بنانے کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی، خواہ قبرستان موقوفہ ہو یا ذاتی ملکیت ہو، اس لیے کہ یہ کھلم کھلا احترام موتی کے خلاف ہے، نیز احادیث میں قبروں پر بیٹھنے اور بول و براز سے صراحت کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور اس کی ممانعت کی تصریح فقہاء نے بھی کی ہے، جیسا کہ گذشتہ سوالوں کے جوابات میں گذر چکا ہے۔

(۳) پرانی اور بوسیدہ قبریں موجود ہیں، یا ان کے ہونے کا احتمال ہے اور قبرستان ذاتی ہے، مالک استنجا خانہ وغیرہ بنانے کی اجازت دے رہا ہے، تو قبریں اگر اتنی پرانی ہیں کہ موتی کے اجسام مٹی بن چکے ہوں گے تو وہاں استنجا خانہ بنایا جاسکتا ہے، اس لیے کہ فقہاء نے صراحت سے اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ سوال ۱ کے تحت ''ولو بلی المیت وصار ترابًا الخ'' عبارت بحوالہ ''تبیین الحقائق'' ''ہندیہ'' اور ''شامی'' گذر چکی ہے اور اگر استنجا خانہ تعمیر کرتے ہوئے ہڈی وغیرہ جیسے میت کے کچھ آثار نظر آئیں تو ان کو احترام سے کہیں دفن کردیا جائے۔

(۴) قبرستان موقوفہ ہے تو اس صورت میں وہاں استنجا خانہ نہیں بنایا جاسکتا، سوائے اس کے کہ قبرستان کے پاس وسیع اراضی ہوں اور استنجا خانہ کے لیے مختصر زمین لینے سے قبرستان کے لیے تنگی کا کوئی مسئلہ نہ ہو، چنانچہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جہت وقف میں تبدیلی کی اجازت نہیں ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ جس جہت کے لیے وقف کیا تھا، اس کی بالکل ضرورت نہ رہے، تو کسی دوسری جہت پر اب لگا سکتے ہیں، چنانچہ ''بخاری'' کی شرح ''عمدۃ القاری'' میں ہے:

''فإن قلت: هل يجوز أن تبنى المساجد على قبور المسلمين؟ قلت: قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر لذلك بأساً، وذلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين (إلى) لأن المسجد أيضاً وقف من أوقاف المسلمين۔'' (كتاب الصلوٰة، هل

تنبش قبور مشرکی الجاهلیة: ۹ ۷ ۱/۴، ط دار احیاء التراث العربی)

(اور اگر تم کہو کہ کیا مسلمانوں کی قبروں پر مساجد کی تعمیر جائز ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ابن القاسم نے فرمایا: اگر مسلمانوں کا کوئی قبرستان مٹ جائے اور کچھ لوگ اس پر مسجد بنا دیں، تو مجھے اس میں کوئی حرج نہیں دکھتا، اس لیے کہ قبرستان بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ہے.....اور مساجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ہیں۔)

اور ''فتاویٰ ہندیہ'' میں ہے:

''البقعة الموقوفة علیٰ جهة إذا بنی رجل فیها بناء ووقفها علیٰ تلک الجهة یجوز بلا خلاف تبعاً لها، فإن وقفها علیٰ جهة أخریٰ اختلفوا فی جوازه والأصح أنه لا یجوز۔ کذا فی الغیاثیة'' (۲/۳۶۲)

(کسی جہت پر وقف شدہ پلاٹ پر اگر کسی شخص نے عمارت تعمیر کی اور اسی جہت پر وقف کر دیا تو بغیر کسی اختلاف کے اسی کے تابع ہو کر جائز ہوگا اور اگر کسی دوسری جہت پر وقف کیا تو اس کے جواز کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔)

نیز ''شامی'' میں ہے:

''شرط الواقف کنص الشارع الخ'' (۴/۴۳۳) (واقف کی شرط کی حیثیت شارع کی نص کی طرح ہوتی ہے۔)

خلاصہ جواب یہ کہ اگر تازہ قبریں ہوں تو وہاں استنجا خانہ بنانا جائز نہیں ہے اور اگر پرانی قبریں ہوں جن کے بارے میں خیال ہو کہ مردوں کے اجسام مٹی ہو گئے ہوں گے تو اگر قبرستان کسی شخص کا ہو اور وہ استنجا خانہ بنانے کی اجازت دے دے، یا قبرستان وقف ہو لیکن استنجا خانہ بننے سے قبرستان پر کوئی تنگی نہ ہو رہی ہو، یا قبرستان ویران ہو گیا ہو تو استنجا خانہ بنایا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں بنایا جا سکتا۔ واللہ أعلم!

سوال نمبر (۵): قبرستان میں مسجد کی تعمیر کرنا؟

قبرستان اگر بہت وسیع ہے اور اس میں مسجد بنانے سے نہ فی الحال تنگی ہونی ہے، نہ آئندہ کوئی تنگی ہونے کا امکان ہے، تو اس کی خالی جگہ میں مسجد بنائی جا سکتی ہے، دلیل وہی عبارت ہے جو ''عمدۃ القاری'' کے حوالے سے سوال ۴ کے تحت گذر چکی ہے:

''لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمین ... لأن المسجد أیضاً وقف من أوقاف ... فمعناها واحد۔'' (عمدة القاری، باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلیة: ۹ ۷ ۱/۴، تحت حدیث: ۴۲۸)

لیکن چونکہ اس میں جہت وقف میں تبدیلی کی جا رہی ہے اور وقف کی جہت میں تبدیلی کرنا بہت ہی ناگزیر حالات ہی میں جائز ہوتا ہے، لہٰذا یا تو اس کے لیے قضاء قاضی کی ضرورت ہوگی، یا اگر قاضی نہ ہو تو قبرستان کی کمیٹی اور

بستی کے معزز افراد کا اتفاق ضروری ہوگا، جہت وقف میں تبدیلی کے عدم جواز کے دلائل ہم گذشتہ سوالوں کے تحت نقل کر چکے ہیں مثلاً: شامی اور اشباہ وغیرہ میں منقول یہ عبارت:

''شرط الواقف کنص الشارع الخ'' (شامی: ۴/ ۴۳۳)

اور اگر قبرستان تنگ ہو اور تدفین کا سلسلہ جاری ہو تو وہاں مسجد نہیں بنائی جاسکتی، اس لیے کہ جہت وقف میں تبدیلی کی شرائط اس میں مفقود ہیں، البتہ اس صورت میں اس کا حال یہ ہوسکتا ہے کہ پلر دے کر اوپر مسجد بنا دی جائے اور نیچے تدفین کا عمل حسب سابق ہوتا رہے، بس یہ خیال رہے کہ پلر کی تعمیر کرتے وقت احترام موتی ملحوظ رہے، اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ''کتاب النوازل'' میں ہے:

''قبرستان میں اس طرح ستون نصب کر کے اوپر مسجد کی توسیع کرنا شرعاً جائز اور درست ہے۔ الخ'' (کتاب النوازل: ۱۴/ ۳۲۱)

دار العلوم دیوبند کے آن لائن فتویٰ میں ہے:

''اگر پلر پر تعمیر کرنا بہتر معلوم ہو رہا ہو تو پلر پر بھی تعمیر کر سکتے ہیں۔'' (جواب نمبر: ۱۶۱۰۲۸)

اور جامعہ عثمانیہ کے جواب میں پوری تفصیل موجود ہے:

''واضح رہے کہ جب زمین کسی خاص مصرف میں استعمال کے لیے وقف کی جائے..... (تو) اس موقوفہ زمین کو اس وقت تک دوسرے مصارف میں استعمال نہیں کیا جاسکتا، جب تک اس کو متعلقہ وقف یا مصالح وقف میں استعمال کرنا ممکن ہو..... البتہ پلر گاڑ کر اس کے اوپر چھت ڈالنے کے بعد مسجد بنانے کی گنجائش ہے۔ الخ'' (فتویٰ نمبر: ۴۷۹۱/ ۲۹۷/ ۳۲۸)

خلاصہ یہ کہ اگر قبرستان وسیع ہو اور اس میں نہ فی الحال کوئی تنگی ہو، نہ آئندہ تنگی کا کوئی خوف ہو تو اس کے کسی کنارے پر مسجد بنانے کی گنجائش ہوگی اور ساتھ ہی استنجا خانہ وغیرہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور اگر قبرستان میں تنگی ہے تو اس کی اجازت نہیں ہوگی، الگ مسجد بنائی جائے، یا سخت ضرورت ہو تو پلر دے کر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ واللہ أعلم!

سوال نمبر (۶): قبرستان کے تحفظ کے لیے اس پر مدرسہ قائم کرنا؟

سابقہ سوالات کے تحت جو بحث کی گئی ہے، اس سے صاف واضح ہے کہ اگر قبرستان وسیع ہے اور اس پر ناجائز قبضوں کا خوف ہے، تو اس پر مسلمانوں کا قبضہ باقی رکھنے کے لیے مسجد اور مدرسہ بنانے کی اجازت ہوگی، گذشتہ سوالات کے تحت ''عمدۃ القاری'' کے حوالے سے گذرنے والی یہ عبارت صراحت سے اس کی اجازت دیتی ہے:

''فإن قلت: هل تبنى المساجد على قبور المسلمين الخ'' (عمدة القاري، كتاب الصلوٰة، باب هل تنبش...: ۴/ ۱۷۹)

اس عبارت میں اصل بات یہ ہے کہ اس میں خاص حالات میں وقف کردہ جہت کے علاوہ پر صرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور حکمت یہ بتائی گئی ہے کہ واقف کا مقصد مسلمانوں کو نفع پہنچانا ہے اور مسلمانوں کا نفع جیسے معین جہت میں ہے، اسی طرح دوسری جہات میں بھی ہے اور جب خطرہ یہ ہو کہ جہت میں تبدیلی نہ کر سکنے کی وجہ سے واقف کی منشاء کلی طور پر فوت ہو جائے گی تو جہت میں تبدیلی صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہو جائے گی اور جس مسئلہ پر ہم بحث کر رہے ہیں، اس میں واقف نے قبرستان پر وقف کیا ہے، ظاہر ہے اس میں مسلمانوں کا مفاد ہے، لیکن جب اس کے ضیاع کا اندیشہ ہو تو مسجد مدرسہ جیسی جہات پر صرف کرنا ہی اس کے تحفظ کی متعین شکل ہوگی۔ ہاں! یہ فیصلہ کرنا (کہ جائیداد پر قبضہ کا اندیشہ واقعی ہے یا وہمی) بجائے فرد واحد کے پوری کمیٹی اور بستی کے ممتاز افراد کا کام ہے، لہٰذا باقاعدہ شوریٰ کے فیصلے کے بعد ہی یہ عمل ہونا چاہیے تاکہ مستقبل کے تنازعات سے بچا جا سکے۔ ''کتاب النوازل'' میں ''فتاویٰ محمودیہ'' (۱۴/ ۱۴۸) کے حوالہ سے ہے:

''اگر مملوکہ قبرستان ہے، تو مالک کی اجازت سے وہاں مدرسہ بنایا جا سکتا ہے اور اگر وقف ہے اور اس کی زمین قبرستان کی ضرورت سے کافی زیادہ ہے اور اسے اپنے حال میں چھوڑنے میں زمین میں ناجائز تصرف وغیرہ کا اندیشہ ہے تو عامۃ المسلمین کی اجازت سے وہاں اسلامی مدرسہ بنانے کی گنجائش ہے۔'' (۱۴/ ۳۲۵)

پھر زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ یہ مدرسہ مسجد کمیٹی ہی کے زیر انتظام رہے تاکہ کوئی نزاع نہ ہو، لیکن اس کی الگ انتظامیہ بھی ہو سکتی ہے، اس صورت میں اگر قبرستان انتظامیہ مدرسہ انتظامیہ پر کچھ کرایہ مقرر کر دے، جس کو قبرستان کے مصارف کے لیے محفوظ رکھا جائے، تب تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ جہت تبدیل ہوئی ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ قبرستان کی ضرورت سے زیادہ زمین پر زمین کے تحفظ کے خیال سے مدرسہ قائم کرنا جائز ہے، یہ واقف کے اصل منشا کے خلاف نہیں ہوگا اور اگر قائم کردہ ادارہ پر کرایہ مقرر کر کے اس کو قبرستان کے فنڈ میں جمع رکھا جائے (بشرطیکہ قبرستان کے کچھ مصارف ہوں) تو یہ مزید بہتر شکل ہوگی۔ واللہ اعلم!

سوال نمبر (۷): قبرستان میں جنازہ گاہ بنانا؟

جہاں جنازہ کا مصلی بنانا مقصود ہے، اگر وہاں سرے سے قبریں نہیں ہیں، یا قبریں ہیں لیکن بہت پرانی ہیں اور قبرستان وسیع ہے، قبروں کے لیے تنگ پڑنے کا اندیشہ نہیں ہے، تو وہاں جنازہ گاہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (حوالہ کے لیے گذشتہ اوراق میں ''عمدۃ القاری'' کی عبارت نیز ''شامی'' وغیرہ کی ولو بلا لمیت والی عبارت ملاحظہ ہو۔)

بنوری ٹاؤن کے فتویٰ میں خاصی تفصیل کی ہوئی ہے، ایک عبارت ملاحظہ ہو:

''البتہ اگر قبرستان کی زمین وقف کی ہے اور وقف کرنے والے نے اس جگہ کو قبرستان کے لیے ہی وقف کیا ہو۔ اب وہ جگہ مردوں کو دفنانے کے لیے استعمال نہیں کی جاتی ہے..... تو اس صورت میں اہل علاقہ کے مسلمانوں کے

مشورے سے اس جگہ پر عیدگاہ اور جنازہ گاہ بنانا جائز ہے۔ (جامعہ علوم اسلامیہ فتویٰ نمبر ۱۴۴۵۱۱۱۰۱۶۶۶)

قبر کے سامنے نماز پڑھنے احادیث میں منع کیا گیا ہے، اس کے لیے اگر ممکن ہو تو جنازہ گاہ جانب قبلہ بنائی جائے، تاکہ سامنے قبریں نہ رہیں اور اگر ممکن نہ ہو تو کسی بھی طریقہ سے سامنے آڑ کر دی جائے۔

"عن أبی مرثد الغنوي قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا إلیها۔" (مسلم، جنائز، باب النهي عن الجلوس علی القبر: ۹۷۲)

چونکہ ممانعت کی حکمت قبر کی عبادت کے شائبہ سے محفوظ رکھنا ہے، لہٰذا سامنے آڑ ہونے کی صورت میں ممانعت نہیں ہوگی۔ (دیکھئے: دارالافتاء بنوری ٹاؤن کا آن لائن فتویٰ نمبر: ۱۴۴۱۰۷۲۰۰۲۶۷) (فتویٰ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند جواب نمبر: ۳۶۸۷۶)

خلاصہ جواب یہ کہ اگر وسیع قبرستان میں خالی جگہ ہو یا قبریں رہی ہوں تو بہت پرانی ہوں اور سامنے یا تو قبریں نہیں ہیں یا ہیں تو آڑ کر لی گئی ہے تو اس جگہ کو جنازہ گاہ بنانا اور وہاں جنازہ کی نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ أعلم!

سوال نمبر (۸): قبرستان کے کسی حصے کو کھلیان یا جانوروں کے باڑے کے لیے خاص کرنا؟

اگر قبرستان وقف نہیں ہے، کسی کی ذاتی ملکیت ہے اور قبرستان کی کچھ جگہ قبروں سے خالی ہے، یا سینکڑوں سال پرانی قبریں ہیں تو مالکوں کی اجازت سے اس جگہ کو کھلیان بنانے کی اجازت ہوگی اور اگر آس پاس موجود قبروں کی بے حرمتی کا اندیشہ نہ ہو تو مویشیوں کے لیے بھی مالکوں کی اجازت سے خاص کیا جا سکتا ہے۔

لیکن اگر قبرستان وقف ہے، تو لوگوں کا ان کاموں کے لیے قبرستان کا استعمال کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ گذشتہ سوالات کے تحت عبارتیں گذر چکی ہیں کہ واقف کی نیت اور منشا کا خیال رکھنا لازم ہوتا ہے اور اس طرح کا استعمال واقفین کے منشاء کی کھلی خلاف ورزی ہے، اسی طرح جہت وقف کو بدلتے ہوئے وقف قبرستان کے کسی حصے کو کھلیان یا جانوروں کا باڑہ بنانے کی بھی اجازت نہیں ہوگی، خواہ ان جگہوں پر قبریں ہوں یا نہ ہوں، اس لیے کہ قبریں ہوں تو اس میں ان کی اہانت ہے اور اگر قبریں نہ بھی ہوں تو اس میں واقفین کے منشاء کی خلاف ورزی ہے، گذشتہ سوالوں میں علامہ عینی کے حوالے سے قبرستان کی زمین کو مدرسہ یا مسجد میں بدلنے کی خاص حالات میں اجازت دی گئی تھی، لیکن اس مسئلہ کو میرے خیال سے اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس لیے کہ مدرسہ اور مسجد میں قبرستان سے بھی بڑھ کر تعبدی پہلو ہے، اس لیے وہاں جہت کی تبدیلی کو واقفین کے منشاء کے عین مطابق کہا جا سکتا ہے، لیکن عرف میں کھلیان اور جانوروں کے باڑے کے لیے وقف کا کوئی عرف موجود نہیں ہے، تو یہ تبدیلی واقف کے منشاء کے مطابق نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس مسئلہ کو اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ مجبوری کی حالت میں بھی قبرستان کو کھلیان یا باڑا بنانا جائز نہیں ہے۔ واللہ أعلم!

قبرستان سے متعلق مسائل

محمد عثمان بستوی عفی عنہ
مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی، جون پور، یوپی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين ومن تبعهم بإحسان الى يوم الدين

.....اما بعد

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران: ۹۲)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ (البقرة: ۲۶)

ان آیات کے عموم میں وقف بھی داخل ہے اس لیے کہ اسلام میں وقف نام ہے اپنی ملک سے نکال کر اللہ تعالی کی ملک میں اس طرح سے داخل کر دینا کہ وہ چیز اپنی اصل کے ساتھ محفوظ رہے اور اس کا نفع اس کے متعینہ کارِ خیر کو ملتا رہے۔

اسلام میں وقف کی ابتدا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے بئر رومہ کو وقف کر کے کیا اس کے بعد سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے خیبر میں ملنے والی زمین کو وقف کیا اور اس کے شرائط متعین کیے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ انہی شرائط کی روشنی میں حضرات فقہاء نے یہ مسئلہ متعین کیا کہ **مراعاة غرض الواقفين واجبة، شرط الواقف كنص الشارع۔**

یعنی واقف نے وقف کا جو مصرف متعین کیا ہے اس مصرف میں تغیر وتبدل کا اختیار نہیں، لہذا مسجد کے وقف کو دوسرے مصرف میں خرچ نہیں کیا جا سکتا اور دوسرے مصارف والے اوقاف کو مسجد میں یا کسی اور مصرف میں خرچ کرنے کا اختیار نہیں غیر متعینہ مصرف چاہے جتنا اہم ہو اور چاہے جتنا اس کا ثواب ہو لیکن واقف نے جو متعین کر دیا ہے اسی کو ہمیشہ باقی رکھنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ اس لیے حتی الامکان اوقاف میں تغیر وتبدل شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے۔

اب اس مختصر سی تمہید کے بعد سوالات کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں:

السؤال الاول

اگر قبرستان میں پلر دے دیے جائیں جو تقریبا دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دے دی جائے اور اس پر دکانیں بنا دی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ تو کیا

شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

الجواب عن السؤال الاول

جواب سے قبل بطور تمہید چند مسائل لکھے جاتے ہیں:

(۱) جن امور سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مردے کو بھی تکلیف ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے یعنی جس طرح سے ہڈی توڑنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح سے مردے کو بھی کو تکلیف ہوتی ہے اسی لیے حضرات فقہاء نے انسانی جسم کے ساتھ ہر ایسے عمل سے منع کیا ہے جس سے اس کو تکلیف پہنچتی ہو۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا"۔ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث، ۱۶۱۶)

توضيحه الاتفاق على ان حرمة المسلم ميتاً كحرمته حياً. (فتح القدير ۲/۱۴۲)

(۲) تدفین کے بعد جائے دفن سے مردے کا حق متعلق ہو جاتا ہے لہذا تدفین کے بعد قبور سے مردے کی باقیات کو نکالنا منع ہے اسی طرح گنجائش ہوتے ہوئے قبر میں جب تک اس کی باقیات موجود ہیں دوسرے کو دفن کرنا بھی منع ہے جب تک اس کی باقیات موجود ہیں اس جگہ میں نہ دوسرے کو دفن کیا جائے گا اور نہ دوسری جگہ اس کی ہڈیوں کو منتقل کیا جائے گا البتہ مجبوری کی صورت میں اس کی ہڈیوں کو کنارے کر کے اور مٹی سے آڑ بنا دینے کے بعد دوسری میت کو دفن کرنے کی اجازت ہے۔

(۳) زندہ لوگوں کی طرح مردوں کا بھی احترام لازم ہے چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے قبروں کو روندنے سے منع فرمایا ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو قبر پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ صاحب قبر کو تکلیف مت پہنچاؤ اسی طرح ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبروں پر مت بیٹھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی کا انگارے پر بیٹھنے کی وجہ سے اس کے کپڑے کا جل جانا اور آگ کا اس کے کھال تک سرایت کر جانا کسی کی قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

ان روایات کی روشنی میں بہت سے فقہاء نے یہ فرمایا کہ قبروں پر بلا وجہ چلنا پھرنا اور اس کو روندنا اور اس پر بیٹھنا سب حرام یعنی مکروہ تحریمی ہے البتہ امام طحاوی نے اس طرح کی روایات کو بول و براز کے لیے قبروں پر بیٹھنے پر

محمول کیا ہے، صاحب ردالمحتار نے نتیجہ نکالا کہ بول و براز کے لیے قبروں پر بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر بول و براز کے لیے بیٹھنا نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، اس تطبیق پر علامہ رافعی کو اطمینان نہیں اور انہوں نے فرمایا کہ روایات کا عموم اس تطبیق کے موافق نہیں ہے قبروں پر چلنا پھرنا مکروہ تحریمی ہو یا تنزیہی بہرحال اکرام میت کے خلاف ہونے کی وجہ سے منع ہے۔

ثم ذكر عن الإمام الطحاوى أنه حمل ما ورد من النهى عن الجلوس على القبر على الجلوس لقضاء الحاجة، وأنه لا يكره الجلوس لغيره جمعاً بين الآثار. (رد المحتار على الدر المختار ۱۵۴/۳)

قلت: لكن قد علمت أن الواقع فى كلامهم التعبير بالكراهة لا بلفظ الحرمة، وحينئذ فقد يوفق بأن ما عزاه الإمام الطحاوى إلى أئمتنا الثلاثة من حمل النهى على الجلوس لقضاء الحاجة يراد به نهى التحريم، وما ذكره غيره من كراهة الوطء والقعود الخ يراد به كراهة التنزيه فى غير قضاء الحاجة. (رد المحتار على الدر المختار ۱۵۵/۳)

عن جابر رضى الله عنه قال: نهى رسول الله أن يجصص القبور، وأن يكتب عليها، وأن يبنى عليها، وأن توطأ. (اعلاء السنن ۳۱۸/۸)

وفى "فتح البارى: روى الإمام أحمد من حديث عمرو بن حزم الأنصارى مرفوعا: لا تقعدوا على القبور. وفى رواية له: رآنى رسول الله ﷺ وأنا متكئ على قبر فقال: لا تؤذ صاحب القبر إسناده صحيح. (أيضاً ۳۱۹/۸)

عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله عل. لأن يجلس أحدكم على جمرة فتحرق ثيابه فتخلص إلى جلده، خير له من أن يجلس على قبر. (أيضاً ۳۲۰/۸)

قوله (فقد يوفق بأن ما عزاه الامام) يبعد هذا التوفيق ما ذكره فى القنيه عن علاء الدين الترجمانى ياثم لو وطئ القبور كما نقله السندى اذ مقتضى الاثم كراهة التحريم وهو مقتضى كثير من الاحاديث الواردة فى النهى كحديث ابن ماجه مرفوعاً لان امشى على جمر او سيف او اخصف نعلى برجلى أحب إلى من أن امشى على قبر مسلم نقله السندى أيضاً۔ (تقريرات الرافعى ۱۲۴)

(۴) جو جگہ کسی کی ذاتی ملک ہو تو اس جگہ کے اوپر اسی کو مالکانہ استحقاق حاصل ہے یعنی فضا اور خلا اصل زمین کے تابع ہوا کرتے ہیں اسی بناء پر اگر زمین کا حصہ مسجد ہے تو اس کے اوپر بھی مسجد ہی کا استحقاق ہوگا اور اگر کسی دوسرے مصرف میں وقف ہے تو فضا والے حصے کا بھی وہی وہ مستحق ہوگا البتہ اگر استثنی وغیرہ پالیا جائے تو احکام جدا ہو جاتے ہیں اس لیے اگر زمین کا حصہ قبرستان ہے تو فضا میں قبرستان ہی کا حق رہے گا جیسے کہ اگر مسجد ہے تو اوپر بھی مسجد

ہی کا حق رہتا ہے۔

(۵) مقابر جائے موعظت وعبرت ہے اسی لیے مقابر میں آخرت سے غفلت والے امور ناپسندیدہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر ہنسنے سے منع فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ قبرستان میں جانا موعظت ونصیحت دعا واستغفارِ میت کی غرض سے ہونا چاہئے اور آخرت سے غفلت پیدا کرنے والے امور سے بچنا چاہیے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ کرہ لکم ثلاثا العبث فی الصلاہ والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر. (أخرجہ ابن خزیمۃ فی الصحیح رقم الحدیث ۲۰۸) (رد المحتار ۲/ ۴۰۶)

رأی عبد اللہ بن مسعود رجلاً یضحک فی جنازۃ فقال: أتضحک وأنت تتبع جنازۃ، واللہ لا أکلمک أبدا. (البیہقی فی شعب الإیمان 9271))

(۶) حضرات فقہاء نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ جس گھر میں قرآن کریم ہو اس کی چھت پر پیشاب وغیرہ کرنے سے قرآن کی بے ادبی نہیں ہوتی ہے اسی طرح اگر مسجد کے اوپر مکان ہو جو شرعی ضابطوں کے مطابق بنا ہو تو اس مکان میں حوائجِ بشریہ کو انجام دینے سے مسجد کے تقدس میں خلل نہیں پڑتا ہے تو معلوم ہوا کہ اگر کسی جگہ نیچے قبر ہو اور اسکے اوپر چھت ہو اور اس چھت پر ایسے امور انجام دینا جو احترام قبور کے منافی معلوم ہوتے ہوں اس سے قبر کا احترام فوت نہیں ہوگا۔

لو بال علی سطح بیت فیہ مصحف وذلک لا یکرہ کما فی جامع البرھانی. (رد المحتار علی الدر المختار ۲/ ۴۳۰)

مذکورہ بالا تفصیلات سے قبرستان کے اوپر مارکیٹ کی تعمیر کا حکم واضح ہو جاتا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) تعمیر کے وقت کھدائی وغیرہ کی وجہ سے قبروں کی بے حرمتی لازم ہے۔

(۲) مقصدِ وقف کے خلاف ہے، منشا شریعت سے ہم آہنگ بھی نہیں اگرچہ مارکیٹ بننے کے بعد اوپر انجام دیئے جانے والے امور سے قبر کی بے حرمتی نہیں ہوگی لیکن دیگر محظورات سے مفر نہیں اس لیے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی البتہ اگر قبرستان بنانے سے پہلے اس طرح کیا جائے کہ پہلے تعمیر کر لی جائے پھر نیچے تدفین کی جائے اور اوپر مارکیٹ بنا دی جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے جیسے کہ نیچے مسجد بنا دی جائے اور اس کے اوپر دکانیں بنا دی جائے۔

بخلاف ما اذا کان السرداب أو العلو موقوفًا لصاحب المسجد فانہ یجوز إذ لا ملک فیہ لأحد بل ھو من تنمیم مصالح المسجد فھو کسرداب مسجد بیت المقدس ھذا ھو ظاھر المذھب. (الھدایۃ

مع فتح القدیر ۶/۲۳۴)

السؤال الثانی

اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کیے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے ایسی صورتِ حال میں کیا ایسا کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ قبرستان میں پلر دے کر اوپر مضبوط چھت دے دی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے جس کی حیثیت قبرستان کی طرح ہو جائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔ اس بارے میں شرعی نقطۂ نظر کیا ہے؟

الجواب عن السؤال الثانی

جواب سے قبل تمہید کے طور پر چند مسئلے لکھے جاتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) تدفین کے عمل کے لیے اگر قبروں پر چلنا پھرنا پڑے تو مجبوراً اس کی اجازت ہوتی ہے۔

وفی خزانة الفتاوی وعن أبی حنیفة : لا یوطأ القبر إلا لضرورة، ویزار من بعید ولا یقعد، وإن فعل یکره. وقال بعضهم : لا بأس بأن یطأ القبور وهو یقرأ أو یسبح أو یدعو لهم. (رد المحتار علی الدر المختار ۳/۱۵۴)

(۲) قبرستان تنگ ہونے کی صورت میں میت کی ہڈیوں کے مٹی ہونے سے پہلے قبر کو کھود کر اس میں دوسرے کی تدفین کرنا اور پہلے کی باقیات کو کنارے کر دینا جائز ہے۔

ولا یحفر قبر لدفن آخر إلا إن بلی الأول فلم یبق له عظم إلا أن لا یوجد، فتضم عظام الأول ویجعل بینهما حاجز من تراب. (رد المحتار علی الدر المختار ۳/۱۳۸) (فتح القدیر ۲/۱۴۱)

(۳) قبرستان کو ضرورت کے وقت ڈبل منزلہ کرنے سے مصلحت وقف فوت نہیں ہوتی ہے، بلکہ مصالح وقف کے موافق ومناسب ہے نیز واقف کے منشا کے خلاف بھی نہیں جیسے کہ مساجد وغیرہ کو ڈبل منزلہ کرنے سے مسجد کی بے حرمتی نہیں ہوتی اور یہ مصالح مسجد کے خلاف نہیں اسی طریقے سے مجبوری کے وقت قبرستان کو ڈبل منزلہ کرنا بھی مصالح قبرستان کے خلاف نہیں اور بقدر قبر مٹی پاٹ دینے سے قبرستان کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔

لأن صاحب الارض حقه فی باطنها وظاهرها. (فتح القدیر ۲/۱۴۱)

(۴) اگر مجبوری کی وجہ سے میت کو تابوت میں دفن کرنے کی نوبت آئے تو تابوت میں مٹی بچھا دینے کا حکم ہے۔

(۵) قبرستان ڈبل منزلہ کرنے میں بناء علی القبور پائی جاتی ہے لیکن یہ بناء منہی عنہ میں داخل نہیں اس لیے کہ

جب پورے قبرستان پر چھت ہوگی تو اس سے قبروں کی تعظیم کا شبہ پیدا نہیں ہوگا نیز اس کا مقصد استحکامِ قبور بھی نہیں اور ممانعت کی علت استحکام اور تعظیم وغیرہ ہے تو علتِ نہی مفقود ہونے کی وجہ سے یہ تعمیر منہی عنہ میں داخل نہیں ہوگی۔

مذکورہ بالا تمہیدی مسائل سے قبرستان کو ڈبل منزلہ کرنے کا حکم واضح ہو جاتا ہے کہ مجبوری کے وقت ایسا کرنا جائز ہے اس لیے کہ جو اوپر تعمیر ہوگی وہ نیچے والی قبروں کے استحکام کے لیے نہیں ہے اور اس کی تعمیر سے جو بے حرمتی ہو رہی ہے وہ مجبوری کے بنا پر ہے اور آئندہ بے حرمتی سے بچانے کے لیے ہے" الامور بمقاصدھا" کے ضابطے سے یہ متعین ہو گیا کہ قبرستان کی ڈبل منزلہ تعمیر کے لیے جو کھدائی وغیرہ ہوگی وہ بے حرمتی میں داخل نہیں اور مقصدِ وقف کے خلاف بھی نہیں نیز یہ عمل ضرورت اور مجبوری کی بنا پر قبروں کی بے احترامی سے بچانے کے لیے کیا جائے گا اس لیے اس کی گنجائش نظر آتی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بناء علی القبر سے جو نہی آئی ہے وہ وہ ہے جو بناء للقبر ہوا اور یہاں ایسا نہیں۔ (امداد الفتاوی ۱/ ۷۴۲)

حاصل یہ ہے کہ جو فساد بغرض اصلاح ہو وہ فساد نہیں جیسے ہڈیوں کو توڑنے اور جسم کو چیرنے سے جب بغرض علاج و معالجہ ہو تو یہ فساد میں داخل نہیں۔

السؤال الثالث

قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آ گئے ہیں اور چھوٹے ہیں تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمد و رفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہو گیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہو جاتا ہے، کمیٹی اس صورتحال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کر دیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جبکہ لوگ اس قبرستان کے اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لیے تیار ہوں مختلف مقاصد کے لیے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لیے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لیے تیار ہوتی ہے کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

الجواب عن السوال الثالث:

جواب سے قبل چند تمہیدی مسئلے لکھے جاتے ہیں:

(۱) قبروں میں میت کی ہڈیوں کے موجود رہنے تک میت کو اس جگہ کا حق حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے ہڈیوں کے مٹی ہونے سے پہلے قبروں پر تعمیر اور زراعت کو ناجائز کہا ہے۔

ولا يخرج منه بعد اهالة التراب إلا لحق آدمی. قوله: (إلا لحق آدمی)
احترازعن حق الله تعالی، كما إذا دفن بلا غسل أو صلاة أو وضع على غير يمينه أو إلى غير القبلة فإنه لا ينبش عليه بعد إهالة التراب (رد المحتار على الدر المختار ۱۴۵/۳)

(۲) جب دو مشقتیں جمع ہو جائیں تو ادنی ضرر والی مشقت کو انگیز کیا جائے گا۔

قال الزيلعی فی باب شروط الصلاة، ثم الأصل فی جنس هذه المسائل أن من ابتلی ببليتين، وهما متساويتان يأخذ بأيتهما شاء، وإن اختلفا يختار أهونهما. (شرح الحموی على الاشباه والنظائر، الفن الاول فی القواعد الكليه النوع الاول، القاعدة الخامسة: الضرار يزال ۲۶۱/۱)

الضرر الاشد يزال باضرر الاخف، اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما. يختار واهون الشرين (شرح مجلة الاحكام ۳۷/۱، ۳۶)

(۳) قبرستان کی فراہمی یہ عامۃ المسلمین کے ذمے فرض ہے۔

(۴) وقف میں اصل دوام ہے، نفع کو بڑھانے کے لیے وقف کی خرید وفروخت جائز نہیں۔

(۵) جب تک اراضی وقف سے مقصدِ وقف کسی نہ کسی درجے میں پورا ہوتا رہے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں اس لیے کہ جب تک وقف آباد ہے اس وقت تک اصل اس میں خرید وفروخت کا ناجائز ہونا ہے۔

لا يجوز استبدال العامر الا فی الاربع.

قوله: (إلا فی أربع) الأولى: لو شرطه الواقف. الثانية: إذا غصبه غاصب وأجری عليه الماء حتى صار بحراً فيضمن القيمة، ويشتری المتولی بها أرضاً بدلاً. الثالثة: أن يجحده الغاصب ولا بينة: أی وأراد دفع القيمة فللمتولی أخذها ليشتری بها بدلاً۔ الرابعة: أن يرغب إنسان فيه ببدل أكثر غلة وأحسن صقعاً، فيجوز على قول أبی يوسف، وعليه الفتوى كما فی فتاوی قارئ الهداية. (رد المحتار على الدر المختار ۵۸۸/۶)

وفی فتح القدير والحاصل أن الاستبدال إما عن شرط الاستبدال أو لا عن شرطه، فإن كان لخروج الوقف عن انتفاع الوقوف عليهم فينبغی أن لا يختلف فيه، وإن كان لا لذلك بل اتفق أنه أمكن أن يؤخذ بثمنه ما هو خير منه مع كونه منتفعاً به، فينبغی أن لا يجوز، لأن الواجب إبقاء الوقف على ما كان عليه دون زيادة، ولأنه لا موجب لتجويزه، لأن الموجب فی الأول الشرط وفی الثانی الضرورة، ولا ضرورة فی هذا إذ لا تجب الزيادة بل نبقيه كما كان. (رد المحتار على الدر المختار ۵۸۹/۶)

مذکورہ بالا تمہیدی مسائل کی روشنی میں آبادی کے بیچ میں واقع قبرستان کی خرید وفروخت کا حکم یہ واضح ہو جاتا

ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ جب وقف آباد ہے اور اس کے بیچنے کا مقصد نفع حاصل کرنا ہے اور نفع حاصل کرنے کے لیے وقف کی خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں، رہی بات مشقت سے چھٹکارا پانے کی تو وہ ممکن نہیں اس لیے کہ نزدیک ہونے کی صورت میں میں بھیڑ بھاڑ کی مشقت ہوتی ہے تو دور ہونے میں لمبی مسافت کی مشقت ہوگی اور نزدیک والی مشقت میں محظورات سے تحرز ہے اور دور والی مشقت میں کثرت نفع ہے اور حظر کو مصلحت پر مقدم رکھا جاتا ہے اس لیے ایسی صورت میں آباد قبرستان کی خرید وفروخت جائز نہیں اگر تنگی ہو رہی ہو تو مسلمانوں کے لیے اپنی دیگر ضروریات کی طرح قبرستان کی ضرورت کا بھی انتظام کرنا فرض ہوگا۔ واللہ اعلم

السؤال الرابع

بعض قبرستانوں کے کسی کنارے پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنج وقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجاخانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لیے وہاں استنجاخانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جا سکتے ہیں، جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمدورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجاخانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجا خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

الجواب عن السؤال الرابع

جس طرح سے زندہ کا احترام واجب ولازم ہے اسی طرح سے مردے کا احترام بھی واجب ہے اور ہر ایسا عمل جس سے مردے کی بے حرمتی ہوتی ہو شرعاً ناجائز وحرام ہے اسی بنا پر قبروں پر چلنا پھرنا یا بول وبراز کرنا سب منع ہے، ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انگارے پر بیٹھ کر جل جانا یہ اہون ہے قبروں پر بیٹھنے سے، اس طرح کی اور بھی متعدد روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی بے حرمتی سے منع فرمایا ہے اور حضرات فقہاء نے قبروں پر بول وبراز کو ناجائز وحرام لکھا ہے لہذا جب قبروں میں باقیات موجود ہونے کا ظن غالب ہو تو اس وقت قبروں پر استنجاء خانہ وغیرہ بنانا ہرگز جائز نہیں۔

وثبت مرفوعاً عن زيد بن ثابت قال: إنما نهى النبي صلى الله عليه وآله وسلم عن الجلوس على القبور ولحدث، أو بول، أو غائط أخرجه الطحاوي برجال ثقات قال الطحاوي بعد كلام: وقد ثبت بذلك أن الجلوس المنهى عنه في الآثار هو الجلوس للغائط، أو البول وأما الجلوس لغير ذلك فلم يدخل في ذلك النهي. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۶۲۳)

السؤال الخامس

ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لیے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہ پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجا خانہ اور بیت الخلا بنائے جاسکتے ہیں؟

الجواب عن السؤال الخامس

وہ قبرستان جس میں تدفین متروک ہو چکی ہو اور آئندہ بھی اس میں تدفین کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہو تو اس قبرستان میں مسجد بنانے کا جواز منقول ہے اسی طرح سے جب راستہ کشادہ ہو اور مسجد کی توسیع کی ضرورت ہو تو عارضی طور پر راستے پر مسجد کی توسیع جائز ہے لیکن جب کبھی راستے کی تنگی ہوگی تو راستے میں بنی ہوئی مسجد کے حصے کو ختم کیا جائے گا، لہذا اگر قبرستان اتنا وسیع اور جگہ خالی ہو اور آئندہ بھی قبرستان کے تنگ ہونے کا خطرہ نہ ہو تو خالی جگہ میں مسجد اور اس کی ضروریات کو بنانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے بشرطیکہ قبروں کی بے حرمتی نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قبرستان میں انجمن کا مکان بنانے کے سلسلے میں فرماتے ہیں جواب مذکور سے بعلت اشتراک علت معلوم ہوا کہ انجمن کا مکان وقفی نفع عام کے لیے اس مقبرے کی جگہ بنانا جائز ہے۔ (امداد الفتاوی ۲/ ۵۷۹)

قال الحافظ العینی رحمه الله تعالی: فان قلت هل یجوز ان تبنی المساجد علی قبور المسلمین؟ قلت قال ابن القاسم رحمه الله تعالی لو ان مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجدا لم أر بذلک بأساً و ذلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لا یجوز لاحد ان یملکها فاذا درست و استغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد أیضاً وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکه لاحد فمعناهما علی هذا واحد. (عمدۃ القاری ۴/ ۱۷۹)

السؤال السادس

ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں، لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بد لگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہو رہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کر دیئے جائیں تو کیا شرعاً اسکی گنجائش ہوگی، اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اور فتوے بھی آئے ہیں لیکن ان دنوں مسلمانوں

اوران کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشا واقف کے خلاف تصور تو نہیں کیا جائے گا؟ اگر ادارہ قائم کردینے سے اراضی کا تحفظ ہوتو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر دیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہوتو کیا یہ صورت شرعاً درست ہوگی؟

الجواب عن السؤال السادس

جواب سے قبل چند تمہیدی مسائل لکھے جاتے ہیں:

(۱) تمام قسم کے اوقاف اولاً وہ اللہ رب العزت کی ملک ہوتے ہیں اور موقوف علیہ کے ختم ہونے کے بعد سب کا مرجع اس کے مجانس کار خیر بنتے ہیں یعنی جب موقوف علیہ ختم ہوجائیں گے تو تمام اوقات کا استعمال اس کے مجانس کار خیر پر ہوگا، تو ان دو چیزوں میں تمام اوقاف متحد ہوتے ہیں سوائے مسجد کے کہ مسجد ہمیشہ ہمیش کے لیے باقی رہتی ہے، اس کو منتقل نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) جہات کے اعتبار سے اوقاف میں اختلاف ہوتا ہے مثلاً بعض مرتبہ وقف علی الاولاد ہوتا ہے بعض مرتبہ وقف علی المسجد ہوتا ہے بعض مرتبہ وقف علی الفقراء ہوتا ہے بعض مرتبہ وقف علی العلماء والأئمہ ہوتا ہے لیکن جہت کے اعتبار سے مختلف ہونے کے باوجود بعض اوقاف نتیجے کے اعتبار سے متحد ہوتے ہیں مثلاً مسجد کا وقف لمصالح المسلمین ہوتا ہے اسی طرح راستہ بھی لعامۃ الناس ہوتا ہے اسی کے مشابہ قبرستان بھی ہے وہ بھی لعامۃ الناس ہوتا ہے اور اسی کے حکم میں مدارس بھی ہیں تو معلوم یہ ہوا کہ راستہ قبرستان مدارس گرچہ جہت کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن مرجع کے اعتبار سے متحد ہے یعنی ان سب کا نفع عامۃ الناس کی طرف لوٹتا ہے اسی اتحاد کی بنا پر فقہاء نے ایک کی ضرورت اور دوسرے کے فاضل ہونے کی صورت میں اسی علت کی بنیاد پر ایک کو دوسرے میں صرف کرنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ معطل قبرستان میں مسجد بنانے کی اجازت اسی علت کی بنیاد پر دی گئی ہے نیز مسجد کے تنگ ہونے اور راستہ کے کشادہ ہونے کی صورت میں راستے پر مسجد کی توسیع کی اجازت اسی بنیاد پر دی گئی ہے تو معلوم یہ ہوا کہ اوقاف جب منافع کے اعتبار سے متحد ہوں اور اس میں ایک کو حاجت اور ضرورت ہو اور دوسرے سے فاضل ہو تو فاضل والا حصہ ضرورت مند وقف کو دینے کی اجازت ہے۔

مذکورہ بالا تمہیدی مسائل سے یہ معلوم ہوا کہ قبرستان ہو یا مدارس یہ اللہ تعالی کی ملک ہیں اور دونوں کا نفع عامۃ المسلمین کی طرف لوٹتے ہیں لہذا اگر قبرستان اتنا بڑا ہے نہ تو فی الحال اس کی ضرورت ہے نہ آئندہ ضرورت کا امکان ہے ساتھ میں ضیاع کا خطرہ بھی ہے اور فاضل حصے پر دینی تعلیمی ادارہ کی تعمیر سے بقیہ حصے کے محفوظ ہوجانے کا ظن

غالب ہے تو ایسی صورت میں فاضل حصے پر دینی تعلیمی ادارہ کے قیام میں ممانعت کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ دونوں کے منافع عامۃ المسلمین سے وابستہ ہیں ایک اپنی ضرورت سے زائد ہے نیز ساتھ میں ضیاع کا بھی خطرہ ہے اور دینی تعلیمی ادارے سے اس کی حفاظت کا بندوبست ہے تو منافع کے اشتراک کی وجہ سے فاضل حصے پر دینی تعلیمی ادارے کا قیام جائز ہوگا۔

السؤال السابع

ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جگہ نہیں ملتی ہے اور نہ جنازہ گاہ ہیں کھیتی کے زمانے میں زمین خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کے سامنے نماز پڑھنا پڑتا ہے۔ جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصے میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

الجواب عن السؤال السابع

جواب سے قبل چند مسئلے لکھے جاتے ہیں:

(۱) اگر قبرستان کشادہ ہو اور کسی حصے کو تدفین سے علیحدہ کر دینے میں کوئی دشواری نہ ہو تو اس حصے پر جنازہ گاہ بنا لینا شرعاً جائز ہے، البتہ اگر جنازہ گاہ بنانے سے تدفین میں دشواری ہوتی ہے تو نماز جنازہ پڑھنے کا کہیں اور انتظام کیا جائے قبرستان میں جنازہ گاہ بنانے کی اجازت نہ ہوگی اس لیے کہ قبرستان کا مقصد تدفین ہے نماز پڑھنا نہیں۔

(۲) نماز جنازہ ہو یا دوسری نمازیں سامنے ابھرے ہوئے نشان والی قبروں کا ہونا باعث کراہت ہے، البتہ اگر نشانات موجود نہ ہوں تب کوئی کراہت نہیں۔

وتكره الصلاة في المقبرة۔ قوله: (وفي المقبرة) بتثليث الباء لأنه تشبه باليهود والنصارى۔ قال: لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد، وسواء كانت فوقه أو خلفه، أو تحت ما هو واقف عليه، ويستثنى مقابر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام فلا تكره الصلاة فيها مطلقاً منبوشة، أو لا بعد أن لا يكون القبر في جهة القبلة لأنهم أحياء في قبورهم ألا ترى أن مرقد اسمعيل عليه السلام في الحجر تحت الميزاب وأن بين الحجر الأسود وزمزم قبر سبعين نبياً. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۳۵۶)

(۳) جن قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں یا مٹا دیے گئے ہوں ان کے اوپر کھڑے ہو کر کے نماز پڑھنے

میں کراہت نہیں خواہ نماز جنازہ ہو یا دوسری نمازیں نیز دعا استغفار کے لیے قبروں پر بیٹھنا یا کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے البتہ بلاضرورت اس کو روندنا یا تعظیم کے منافی کوئی عمل کرنا یہ منع ہے، لیکن تلاوت یا نماز کے لیے قبر پر کھڑے ہونے کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔

لایکرہ الجلوس للقراءۃ علی القبور فی المختار۔(مراقی: ۳۴۲)

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں قبرستان میں جنازہ گاہ بنانے کا حکم واضح ہوجاتا ہے کہ قبرستان اگر کشادہ ہو اور جنازہ گاہ بنانے سے تدفین میں دشواری نہ ہوتی ہو تو جنازہ گاہ بنالینا جائز ہے، بشرطیکہ نماز پڑھنے میں سامنے ایسی قبریں نہ ہوں جن کے نشانات واضح ہوں، لہذا اگر سامنے ایسی قبریں ہوں جن کے نشانات مٹ چکے ہوں یا جنازہ گاہ میں قبروں کے نشانات مٹا کر ان پر نماز جنازہ ادا کی جائے تو بھی شرعاً اس کی اجازت ہے، اس لیے کہ قبروں پر نماز پڑھنا یا اس پر کھڑے ہو کر دعا و استغفار کرنا جائز ہے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، البتہ نماز پڑھنے میں خواہ نماز جنازہ ہو یا کوئی دوسری نماز اگر سامنے ابھرے ہوئے نشانات والی قبریں موجود ہوں تو نماز مکروہ ہوگی۔

وان فی الحطیم بین الحجر الاسود وزمزم قبر سبعین نبیاً. (مرقاۃ المفاتیح ۴/۱۵۷)

وفی خزانة الفتاوى وعن أبی حنيفة:لا يوطأ القبر إلا لضرورة، ويزار من بعيد ولا يقعد، وإن فعل يكره. وقال بعضهم : لا بأس بأن يطأ القبور وهو يقرأ أو يسبح أو يدعو لهم. (رد المحتار على الدر المختار ۳/۱۵۴)

السؤال الثامن

بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اس طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل وبھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں، کیا اسکی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دیکر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

الجواب عن السؤال الثامن

قبرستان میں کھلیان بنانا یا مویشیوں کو اس میں داخل کرنا یہ سب قبرستان کے احترام کے منافی عمل ہیں لہذا قبرستان میں نہ کھلیان بنانے کی اجازت ہوگی نہ مویشیوں کو باندھنے کی، البتہ اگر کبھی سیلاب وغیرہ کی وجہ سے ایسی ہنگامی صورتحال پیش آجائے کہ کوئی جگہ قبرستان کے علاوہ موجود نہ ہو جہاں جانوروں کو باندھا جاسکے یا غلے کو نکالا جا

سکے تو ایسی مجبوری کی حالت میں گنجائش ہوگی اس لیے کہ جانور ہوں یا غلۂ جات اس پر انسانی زندگی کا مدار ہوتا ہے اور جب کوئی جگہ قبرستان کے علاوہ میسر نہ ہو تو الضرورات تبیح المحظورات کے ضابطے سے وقتی طور پر اجازت ہوگی، لیکن عام حالات میں ان ضروریات کے لیے اپنا انتظام کرنا ضروری ہے اور قبرستان میں ان امور کی اجازت نہیں یعنی قبرستان میں کھلیان بنانا اور مویشیوں کو باندھنا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ولا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها. (البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل اختص المسجد بأحكام تخالف أحكام مطلق الوقف: ۵/۲۵۴)

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

مفتی حبیب اللہ قاسمی

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ

الحمد للہ مسلمانوں نے پورے ملک میں جہاں بہت سی اراضی مختلف قسم کے کار خیر میں وقف کی ہیں، وہیں بڑے پیمانے پر مسلمان اموات کی تدفین کی غرض سے قبرستان وقف کر رکھے ہیں، تقریبا ملک کے تمام شہروں، دیہاتوں اور قصبات میں قبرستان پائے جاتے ہیں، بعض مقامات پر بڑی بڑی اراضی اس مقصد کے لئے وقف ہیں لیکن حالات کی ستم ظریفی ہے کہ بے شمار جگہوں میں قبرستان کی اراضی پر غیروں سے زیادہ خود اپنوں نے قبضہ کر رکھا ہے، اور ناجائز قبضوں کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے۔ بہت سی جگہوں پر مسلمانوں نے توجہ دی اور کمیٹیاں بنا کر کسی قدر تحفظ کا سامان بھی کیا۔ بعض ریاستی سرکاروں نے بھی گھیرابندی میں مدد کی، خود مسلمانوں نے بھی بے شمار قبرستانوں میں چہار دیواری کے ذریعہ تحفظ کا کام کیا۔

اس پس منظر میں بہت سی جگہوں میں چہار دیواری دکانوں کی شکل میں کر دی گئی تاکہ تحفظ کے ساتھ قبرستانوں کی آمدنی بھی ہو اور اس سے نظام قبرستان میں مدد مل سکے۔ اس نقطہ نظر سے بعض اصحاب افتاء نے چہار دیواری اور اس میں دکانوں کی تعمیر کے جواز پر فتوے بھی دیے ہیں۔

اسی سلسلہ میں قبرستان کی بعض کمیٹیوں کی طرف سے درج ذیل سوالات کئے جارہے ہیں، جن کے مفصل اور مدلل جوابات کی درخواست آپ حضرات سے کی جارہی ہے؟

سوال:۱۔ اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریبا دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ کیا شرعی نقطۂ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

الجواب:۱۔ قبرستان کے اوپر مارکیٹ یا دکانوں کی تعمیر جیسے مسائل کے متعلق فقہ اسلامی میں عمومی اصولوں اور فقہاء کی تصریحات سے رہنمائی لی جاتی ہے۔ شریعت مطہرہ نے قبرستان اور قبور کے احترام کو لازم قرار دیا ہے اور ایسی کسی بھی حرکت سے منع کیا ہے جس سے مردے کی بے حرمتی ہو یا قبرستان کے مقصد میں خلل واقع ہو۔ اس سلسلے میں

درج ذیل اصول اور دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

۱-قبروں کا احترام:

قبر کے احترام کے بارے میں فقہاء نے تصریح کی ہے کہ مردے کو ایذا دینا یا اس کی بے حرمتی کرنا حرام ہے، خواہ وہ براہ راست ہو یا بالواسطہ۔

حوالہ: ا علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لا يجوز وطء القبر ولا الجلوس عليه ولا الاستناد إليه ولا الاتكاء عليه، لأن فی ذلک إيذاء للميت" (رد المحتار، جلد 2، صفحہ 242، مطبع دار الفکر)

یعنی قبر پر چلنا، بیٹھنا، یا اس پر سہارا لینا جائز نہیں کیونکہ یہ مردے کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے۔

۲-قبر کے اوپر تعمیرات: قبر کے اوپر عمارت بنانا یا ایسی کوئی چیز تعمیر کرنا جو تدفین کے مقصد کو متاثر کرے، ممنوع ہے۔

حوالہ: ۲-علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولا يجوز البناء على القبر لأنه يُشبِهُ الترف ويزيل المقصود من المقبرة" (حاشية الطحطاوی على الدر المختار، صفحہ 610، مطبع دار الكتب العلمية)

یعنی قبر پر تعمیر کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ قبر کے احترام کے منافی ہے اور قبرستان کے اصل مقصد کو ختم کر دیتا ہے۔

۳-قبرستان کی زمین وقف ہوتی ہے:

وقف شدہ زمین کا مقصد صرف وہی ہونا چاہیے جو وقف کرنے والے نے طے کیا ہو۔ قبرستان کے لیے وقف کی گئی زمین پر کوئی اور مصرف لگانا جائز نہیں، سوائے اس کے کہ وہ قبرستان کے مفاد میں ہو اور تدفین کے عمل میں خلل نہ ڈالے۔

حوالہ: ۳-فقہائے کرام فرماتے ہیں:

"إذا وقف أرضاً للمقبر ة، يختص الاستعمال بما وقف له، فلا يجوز تغيير الغرض" (الفتاوى الهندية، جلد 2، صفحہ 360، مطبع دار الفکر)

۴-مردے کی بے حرمتی کا معاملہ:

فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی عمل سے مردے کی بے حرمتی ہوتی ہو تو وہ ناجائز ہے، چاہے وہ بالواسطہ ہو۔

حوالہ: ۴-علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والأصل أن ما فيه إهانة للميت أو أذى له يمنع شرعاً" (البحر الرائق، جلد 2، صفحہ 210، مطبع دار المعارف)

۵-زیرِ زمین تدفین اوراوپر مارکیٹ کی تعمیر:

قبرستان کے اوپر دکانوں یا مارکیٹ کی تعمیر کے سلسلے میں، اگرچہ مقصد قبرستان کی آمدنی بڑھانا ہے، لیکن اس سے مردوں کی بے حرمتی اور قبرستان کے اصل مقصد میں خلل واقع ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

حوالہ: ۵-علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"المقبرة معدة لتكريم الأموات، فكل ما ينافي هذا المقصد يمنع فيه." (بدائع الصنائع، جلد 5، صفحہ 128، مطبع دار الكتب العلمية)

۱-قبرستان کے اوپر دکانیں یا مارکیٹ تعمیر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ:

یہ قبروں کے احترام کے منافی ہے۔

اس سے مردے کی بے حرمتی کا خدشہ ہے۔

تدفین کے عمل میں مشکلات پیدا ہوں گی۔

وقف کے اصل مقصد میں خلل واقع ہوگا۔

۲-اگر تحفظِ قبرستان اور آمدنی کے لیے کوئی انتظام کرنا ہو تو چہار دیواری کے ساتھ باہر کی طرف یا متصل زمین پر دکانیں تعمیر کی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ وہ قبرستان کی زمین کے اصل مقصد کو متاثر نہ کریں۔

۳-فقہاء کی تصریحات اور شریعت کے اصولوں کے مطابق، قبروں کے اوپر تعمیرات کرنے سے اجتناب لازم ہے۔

سوال: ۲-اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموما شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورتحال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجود قبرستان میں پار دے کر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے جسکی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔ اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

الجواب: ۲-قبرستان میں جگہ کی قلت کے سبب قبروں کے اوپر چھت ڈال کر نئی تدفین کرنے کا مسئلہ اسلامی شریعت میں تفصیل طلب ہے۔ اس معاملے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ قبروں کا احترام لازم ہے، اور کسی بھی اقدام سے مردوں کی بے حرمتی نہ ہو۔ ذیل میں فقہ حنفی کی معتبر کتابوں کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت کی گئی ہے:

۱-قبروں کی دوبارہ تدفین کا جواز:

فقہاء کے نزدیک قبروں کو دوبارہ استعمال کرنے کے متعلق اصول یہ ہے کہ اگر مردے کے باقیات مکمل طور پر مٹی میں

تبدیل ہوچکی ہوں اوران کی بے حرمتی نہ ہوتو وہ جگہ دوبارہ تدفین کے لیے استعمال ہوسکتی ہے۔

حوالہ:۱-علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا بليت العظام وصارت تراباً جاز دفن غيره في موضعه." (رد المحتار، جلد 2، صفحه 242، مطبع دار الفكر)

یعنی اگر مردے کی ہڈیاں ختم ہوچکی ہوں اور وہ مٹی میں تبدیل ہوگئی ہوں، تو اسی جگہ کسی اور کو دفن کرنا جائز ہے۔

۲-قبروں پر تعمیرات کی ممانعت:

قبر پر کسی بھی قسم کی تعمیر، چاہے وہ قبر کے احترام کے لیے ہو یا کسی اور مقصد کے لیے، جائز نہیں ہے۔ تاہم اگر حالات ایسے ہوں کہ کوئی اور متبادل نہ ہو، تو بعض فقہاء نے ضرورت کے تحت تدبیر کرنے کی گنجائش دی ہے۔

حوالہ:۲-علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن البناء على القبر منهي عنه لأنه يمنع المقبرة من أداء غرضها." (بدائع الصنائع، جلد 5، صفحه 128، مطبع دار الكتب العلمية)

۳-نئی تدفین کے لیے مٹی کا اضافہ:

قبرستان میں جگہ کی قلت کی وجہ سے موجود قبروں کے اوپر مٹی ڈال کر تدفین کے عمل کو جاری رکھنے کے بارے میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ یہ اس وقت جائز ہے جب:

۱-مردوں کے باقیات کو بے حرمتی سے بچایا جائے۔

۲-مٹی کی موٹائی اتنی ہو کہ نیچے دفن مردے کی بے حرمتی نہ ہو۔

۳-تدفین کا مقصد پورا ہو اور کسی متبادل کے بغیر یہ اقدام ضروری ہو۔

حوالہ:۳-علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا ضاقت الأرض عن الأموات ولم يكن بد من ذلك، فيجوز بشرط عدم إهانة الأموات."

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، صفحه 611، مطبع دار الكتب العلمية)

۴-ضرورت اور اضطرار کے اصول:

فقہ اسلامی میں ضرورت و اضطرار کے اصول کے تحت، غیر معمولی حالات میں کچھ امور کی اجازت دی جاسکتی ہے جو عام حالات میں ممنوع ہوں۔ اگر شہر میں خالی اراضی میسر نہ ہو اور قبروں کے لیے جگہ کا حصول ممکن نہ ہو، تو

شریعت ایسے اقدام کی اجازت دیتی ہے جو ضرورت کو پورا کرے، بشرطیکہ:

مردے کی بے حرمتی نہ ہو۔

قبرستان کا اصل مقصد برقرار رہے۔

حوالہ: ۴-علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الضرورة تبيح المحظورات بشرط أن لا يتعدى الضرورة." (البحر الرائق، جلد 8، صفحہ 232، مطبع دار المعارف)

۵-قبروں کے اوپر چھت ڈال کر تدفین:

اگر موجودہ قبرستان میں پار دے کر چھت بنا کر اوپر مٹی ڈال کر نئی تدفین کی جائے تو درج ذیل شرائط کا لحاظ ضروری ہوگا:

۱-نیچے دفن شدہ مردے کی باقیات محفوظ ہوں اور ان کی بے حرمتی نہ ہو۔

۲-اوپر کی سطح کو قبرستان کے طور پر استعمال کیا جائے اور وہاں تدفین کا عمل وہی ہو جو عام قبرستان میں ہوتا ہے۔

۳-یہ اقدام شدید ضرورت کے تحت ہو، اور کسی اور متبادل کی عدم موجودگی میں کیا جائے۔

حوالہ: ۵-علامہ مرغینانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الضرورات تقدر بقدرها، فما كان منه أحق لحفظ الحرمات جاز." (الهداية، جلد 2، صفحہ 273، مطبع دار الفكر)

۱-موجودہ قبروں کے اوپر مضبوط چھت ڈال کر تدفین کا عمل ضرورت کے تحت جائز ہے، بشرطیکہ:

نیچے دفن شدہ مردوں کی بے حرمتی نہ ہو۔

چھت کے اوپر مناسب مٹی ڈال کر اس کو قبرستان جیسا بنایا جائے۔

اس اقدام کا مقصد سخت ضرورت کے تحت ہو، نہ کہ سہولت یا آمدنی کے لیے۔

۲-یہ اقدام آخری چارہ ہو، جب شہر میں تدفین کے لیے کوئی اور اراضی میسر نہ ہو یا اس کا حصول ممکن نہ ہو۔

۳-ان تمام شرائط کے ساتھ، یہ عمل فقہاء کی تصریحات کے مطابق جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

سوال: ۳-قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آ گئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمد و رفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہو گیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہو جاتا ہے، کمیٹی اس صورتحال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو

فروخت کر دیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟

جبکہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے، کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

الجواب: ۳-قبرستان کی زمین کو فروخت کر کے کسی دوسری جگہ پر متبادل زمین خریدنے کے مسئلے کو فقہ اسلامی میں استبدال کہتے ہیں۔ اس معاملے میں فقہاء نے عام طور پر وقف کے احکام اور اصولوں کو بنیاد بنایا ہے، کیونکہ قبرستان وقف کی زمین ہوتی ہے۔ وقف کی زمین کو فروخت کرنا اور بدلنا جائز نہیں ہے، سوائے بعض صورتوں میں جب شدید ضرورت پیش آئے اور وقف کے مقصد کو مزید بہتر انداز میں پورا کیا جا سکے۔

۱-وقف کی زمین کو فروخت کرنے کا عمومی حکم:

وقف شدہ زمین کی فروخت اور اس کی جگہ دوسری زمین لینے کے متعلق فقہاء کا عمومی اصول یہ ہے کہ وقف کو اپنی اصل حالت پر باقی رکھنا لازم ہے۔ وقف کو فروخت کرنا اور اس کی جگہ دوسری زمین لینا بغیر ضرورت کے جائز نہیں ہے۔

حوالہ:۱-علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لا يجوز بيع الوقف إلا إذا خرب ولم يكن له ريع، واحتاج إلى البيع للإصلاح." (رد المحتار، جلد 4، صفحہ 384، مطبع دار الفكر)

یعنی وقف کی زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس صورت میں جب وقف زمین تباہ ہو چکی ہو یا اس کا مقصد پورا نہ ہو رہا ہو، اور فروخت کے بغیر کوئی اور چارہ نہ ہو۔

۲-قبرستان کے وقف کا حکم:

قبرستان وقف کا مقصد مردوں کی تدفین اور ان کا احترام ہے۔ اگر موجودہ قبرستان میں تدفین یا آمد و رفت میں مشکلات ہوں تو اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے متبادل زمین خریدنے کی گنجائش ضرورت کے تحت دی جا سکتی ہے، بشرطیکہ قبرستان کے وقف کا مقصد پورا ہو۔

حوالہ:۲-علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا صار الوقف غير صالح لما وقف له، جاز استبداله بما يحقق المقصود منه." (بدائع الصنائع، جلد 6، صفحہ 214، مطبع دار الكتب العلمية)

۳۔شدید ضرورت کے تحت استبدال کی گنجائش:

اگر وقف زمین اپنے اصل مقصد کے لیے کارآمد نہ رہے، جیسا کہ:

موجودہ قبرستان میں تدفین ممکن نہ ہو۔

آمدورفت میں شدید مشکلات ہوں۔

قبرستان کے اردگرد کی آبادی کے باعث وقف کا مقصد پورا نہ ہو رہا ہو۔

تو ایسی صورت میں فقہاء نے استبدال کی اجازت دی ہے، یعنی وقف زمین کو فروخت کر کے دوسری زمین لینا جائز ہے، بشرطیکہ نئی زمین کا مقصد وہی ہو جو وقف کا اصل مقصد تھا۔

حوالہ: ۳۔علامہ مرغینانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا خرب الوقف ولم يمكن الانتفاع به، جاز بيعه واشتراء غيره ليقوم مقامه." (الهداية، جلد 2، صفحه 482، مطبع دار الفكر)

۴۔استبدال کے لیے شرطیں:

فقہاء نے وقف کی زمین کے استبدال کے لیے چند شرطیں مقرر کی ہیں:

۱۔موجودہ زمین کا استعمال مقصود کے لیے ممکن نہ ہو۔

۲۔متبادل زمین وقف کے اصل مقصد کو پورا کرے۔

۳۔نئی زمین زیادہ فائدہ مند ہو اور اس کی خرید و فروخت میں دھوکہ یا نقصان نہ ہو۔

۴۔فروخت کی گئی زمین سے حاصل ہونے والی رقم کو صرف اور صرف متبادل زمین خریدنے میں استعمال کیا جائے۔

حوالہ: ۴۔علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"يشترط في الاستبدال أن يتحقق به مقصود الوقف بشكل أفضل، وإلا فلا يجوز." (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، صفحه 510، مطبع دار الكتب العلمية)

۵۔قبرستان کی زمین کی فروختگی کی موجودہ صورت:

اگر موجودہ قبرستان چھوٹا ہو گیا ہو، گھنی آبادی کے باعث آمدورفت میں دشواری ہو، اور تدفین کے لیے جگہ بھی محدود ہو، تو متبادل زمین لینے کے لیے اس قبرستان کی فروختگی درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے:

۱۔قبرستان کی زمین کی فروختگی شدید ضرورت کے تحت ہو۔

۲۔متبادل زمین زیادہ وسیع اور تدفین کے لیے موزوں ہو۔
۳۔فروخت سے حاصل ہونے والی رقم مکمل طور پر نئی زمین کی خریداری اور قبرستان کی ضروریات پر خرچ کی جائے۔
۴۔یہ اقدام قبرستان کمیٹی یا شرعی طور پر معتبر افراد کی نگرانی میں ہو۔
حوالہ: ۵۔علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
"وإذا كان البدل أفضل من المبدل وأصلح للغرض، جاز بيعه، لأن الوقف للمنفعة لا للعين." (البحر الرائق، جلد 5، صفحہ 203، مطبع دار المعارف)
۱۔موجودہ قبرستان کی زمین کو فروخت کر کے متبادل زمین لینا ضرورت اور مصلحت کے تحت جائز ہے، بشرطیکہ:
فروخت کی گئی زمین کی رقم مکمل طور پر نئی زمین کی خریداری میں استعمال ہو۔
نئی زمین قبرستان کے لیے زیادہ مناسب اور وسیع ہو۔
یہ فیصلہ شرعی اصولوں اور معتبر افراد کی نگرانی میں کیا جائے۔
۲۔اگر فروختگی کا مقصد دنیاوی فائدہ یا قبرستان کے علاوہ کسی اور کام کے لیے ہو، تو یہ جائز نہیں ہوگا۔
سوال: ۴۔بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنج وقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضو خانے اور استنجا خانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجا خانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں، جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمد و رفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجا خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجاء خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟
الجواب: ۴۔قبرستان کے کسی حصے میں وضو خانے یا بیت الخلاء کی تعمیر کے مسئلے کو شریعت کی روشنی میں واضح کیا جاتا ہے۔فقہ اسلامی کے اصولوں اور فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق، قبرستان کے مقصد اور قبروں کے احترام کو مقدم رکھا گیا ہے، اور ایسی تعمیرات کی اجازت صرف شدید ضرورت اور شرعی ضوابط کے ساتھ ممکن ہے۔

۱۔قبرستان کا مقصد اور احترام:

قبرستان ایک وقف شدہ زمین ہے، جس کا بنیادی مقصد مردوں کی تدفین اور ان کے لیے دعاؤں کا انتظام ہے۔
قبرستان میں ایسی تعمیرات جو اس مقصد کے منافی ہوں یا قبروں کی بے حرمتی کا باعث بنیں، ناجائز ہیں۔
حوالہ: ۱۔علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إن المقبرة مخصصة للدفن والتكريم، فلا يجوز فيها ما ينافي ذلک.“ (رد المحتار، جلد 2، صفحہ 243، مطبع دار الفکر)

یعنی قبرستان تدفین اور مردوں کے احترام کے لیے مخصوص ہے، لہذا وہاں ایسے اعمال جائز نہیں جو اس مقصد کے خلاف ہوں۔

۲۔ بیت الخلاء یا وضو خانے کی تعمیر کی ضرورت:

ایسی صورت میں جب قبرستان کے قریب موجود مسجد میں نماز پڑھنے والوں، تبلیغی جماعتوں، یا عام زائرین کے لیے وضو اور استنجا خانے کی سخت ضرورت ہو، تو شریعت کے عمومی اصول کے تحت ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ قبروں کی بے حرمتی نہ ہو۔

حوالہ: ۲۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”الضرورات تبيح المحظورات، ما لم تتعد الضرورة.“ (بدائع الصنائع، جلد 5، صفحہ 125، مطبع دار الکتب العلمية)

یعنی ضرورت کے وقت ممنوع امور کی اجازت دی جاسکتی ہے، لیکن ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔

۳۔ قبروں کی بے حرمتی کا معاملہ:

بیت الخلاء یا استنجا خانے کی تعمیر اس وقت جائز ہوگی جب اس بات کا اطمینان ہو کہ قبروں کی بے حرمتی نہیں ہوگی۔ اگر یہ یقین ہو کہ جس جگہ تعمیر ہو رہی ہے وہاں قبریں یا میت کے باقیات موجود ہیں، تو یہ عمل ناجائز ہوگا۔

حوالہ: ۳۔ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وإن كان في ذلک أذى للأموات أو امتهان لهم، فلا يجوز.“ (حاشية الطحطاوی على الدر المختار، صفحہ 245، مطبع دار الکتب العلمية)

یعنی اگر کسی عمل سے مردوں کی بے حرمتی یا ان کی توہین ہوتی ہو، تو وہ عمل ناجائز ہوگا۔

۴۔ مسجد کے ساتھ تعمیرات کی گنجائش:

مسجد کے ساتھ وضو خانے اور بیت الخلاء کی تعمیر جائز ہے، لیکن اگر یہ قبرستان کے اندر ہو اور وہاں پرانی قبریں موجود ہوں، تو اس صورت میں شدید ضرورت کے تحت اس کا جائزہ لینا ہوگا۔ ضرورت کے تحت قبروں کی باقیات کو کسی اور مناسب جگہ منتقل کرنے کی گنجائش ہو سکتی ہے، بشرطیکہ یہ عمل احترام کے ساتھ کیا جائے۔

حوالہ: ۴-علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن كان النقل أو الاستبدال لتحقيق مصلحة شرعية، يجوز بشرط عدم الإهانة" (البحر الرائق، جلد2، صفحہ210، مطبع دار المعارف)

۵-ضرورت کے تحت تعمیر کی شرائط:

اگر بیت الخلاء یا وضوخانے کی تعمیر ناگزیر ہو تو درج ذیل شرائط کا لحاظ ضروری ہوگا:

۱-یقین ہو کہ قبروں کی بے حرمتی یا میت کی توہین نہ ہوگی۔

۲-تعمیر کی جگہ کا تعین شرعی رہنمائی کے مطابق ہو، جہاں پرانی قبریں یا میت کے آثار موجود نہ ہوں۔

۳-قبرستان کا اصل مقصد متاثر نہ ہو۔

۴-یہ عمل شدید ضرورت کے تحت ہو، اور کوئی اور متبادل ممکن نہ ہو۔

حوالہ: ۵-علامہ مرغینانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن الضرورة تقاس بقدرها، ولا تتجاوز عن حاجتها" (الهداية، جلد 2، صفحہ 374، مطبع دار الفكر)

نتیجہ اور فتویٰ:

۱-اگر مسجد کے ساتھ وضوخانے اور بیت الخلاء کی تعمیر کے لیے کوئی اور مناسب جگہ میسر ہو، تو اسے ترجیح دی جائے۔

۲-اگر قبرستان کے کسی کنارے پر تعمیر ناگزیر ہو، تو یقین کیا جائے کہ اس جگہ قبریں یا میت کے باقیات نہ ہوں۔

۳-اگر اس بات کا یقین ہو کہ تعمیر کی جگہ پر پرانی قبریں موجود ہیں، تو وہاں بیت الخلاء یا وضوخانے کی تعمیر ناجائز ہوگی۔

۴-شدید ضرورت کے تحت اگر اس اقدام کی ضرورت ہو، تو شرعی رہنمائی اور معتبر علماء کی نگرانی میں اسے انجام دیا جائے۔

سوال: ۵-ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجا خانہ اور بیت الخلا بنائے جاسکتے ہیں؟

الجواب: ۵-قبرستان کے اندر مسجد تعمیر کرنے یا اس کے قریب استنجا خانہ اور بیت الخلا بنانے کے مسائل کو فقہ اسلامی اور فقہ حنفی کے اصولوں کے مطابق بیان کیا جاتا ہے۔ اس جواب میں دونوں صورتوں (یعنی قبرستان کے وسیع

اور تنگ ہونے) کا الگ الگ جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۔قبرستان میں مسجد تعمیر کرنے کا عمومی حکم:

فقہاء کے نزدیک قبرستان کے اندر مسجد کی تعمیر عمومی طور پر مناسب نہیں سمجھی جاتی، کیونکہ یہ قبرستان کے اصل مقصد یعنی تدفین اور دعا و استغفار کے عمل کے ساتھ میل نہیں کھاتی۔

حوالہ:۱۔علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا يجوز بناء المساجد في المقابر، لأنه قد يؤدي إلى امتهان حرمة القبور." (رد المحتار، جلد 3، صفحہ 367، مطبع دار الفكر)

یعنی قبرستان میں مسجد کی تعمیر جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے قبروں کی بے حرمتی کا خدشہ ہوتا ہے۔

۲۔قبرستان کے قریب مسجد تعمیر کرنے کی گنجائش:

قبرستان کے قریب، لیکن اس سے باہر، مسجد تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ نمازیوں اور تدفین میں شریک افراد کے لیے سہولت فراہم کرنے کا باعث بنے گا، بشرطیکہ مسجد قبرستان کی اراضی پر نہ ہو۔

حوالہ:۲۔علامہ مرغینانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا كان البناء خارج المقبرة ولا يؤدي إلى امتهانها، فلا بأس بذلك". (الهداية، جلد 1، صفحہ 262، مطبع دار الفكر)

۳۔وسیع قبرستان میں مسجد تعمیر کرنے کی گنجائش:

اگر قبرستان وسیع ہو اور اس کے کسی کنارے پر خالی اراضی موجود ہو، جہاں یہ یقین ہو کہ وہاں پر کوئی پرانی قبریں موجود نہیں ہیں، تو ایسی جگہ پر مسجد تعمیر کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ اس سے قبروں کی بے حرمتی نہ ہو اور قبرستان کا اصل مقصد متاثر نہ ہو۔

حوالہ:۳۔علامہ کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إذا كان في بناء المسجد فيه منفعة للعامة، ولا يؤدي إلى انتهاك حرمة القبور، فلا بأس بذلك".

(بدائع الصنائع، جلد 5، صفحہ 185، مطبع دار الكتب العلمية)

۴۔تنگ قبرستان میں مسجد تعمیر کرنے کا حکم:

اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو، اور وہاں مسجد تعمیر کرنے سے تدفین یا قبرستان کے دیگر مقاصد میں خلل پیدا ہو یا

قبروں کی بے حرمتی کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں ہوگا۔

حوالہ: ۴-علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا یجوز التصرف فی الوقف بما یؤدی إلی تعطیل الغرض الذی وقف له". (البحر الرائق، جلد 4، صفحہ 234، مطبع دار المعارف)

۵-وسیع قبرستان میں استنجا خانے اور بیت الخلاء کی تعمیر:

اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی اراضی موجود ہو، تو ضرورت کے تحت وہاں وضو خانے، استنجا خانے، اور بیت الخلاء کی تعمیر جائز ہے، بشرطیکہ:

یہ جگہ قبروں سے خالی ہو۔

ان تعمیرات سے قبرستان کا احترام مجروح نہ ہو۔

تعمیر کا مقصد تدفین میں شریک افراد یا زائرین کی ضروریات پوری کرنا ہو۔

حوالہ: ۵-علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الضرورة تقدر بقدرها، فما كان لمصلحة الأموات أو الزائرين، يؤخذ به بشرط عدم الإهانة."

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، صفحہ 310، مطبع دار الکتب العلمیۃ)

۱-وسیع قبرستان میں مسجد کی تعمیر:

اگر قبرستان کے کسی کونے میں خالی اراضی ہو اور وہاں پرانی قبریں نہ ہوں، تو مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ اس سے قبرستان کا احترام اور مقصد متاثر نہ ہو۔

۲-تنگ قبرستان میں مسجد کی تعمیر:

اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو، یا تعمیر کے لیے قبروں کو نقصان پہنچانا پڑے، تو مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں ہوگا۔

۳-وسیع قبرستان میں وضو خانے اور استنجا خانے:

وسیع قبرستان کے خالی حصے میں وضو خانے اور بیت الخلاء کی تعمیر ضرورت کے تحت جائز ہے، بشرطیکہ قبروں کی بے حرمتی نہ ہو اور ان کی تعمیر سے قبرستان کا مقصد متاثر نہ ہو۔

۴-تنگ قبرستان میں وضو خانے یا بیت الخلاء:

اگر قبرستان چھوٹا ہے اور وضو خانے یا بیت الخلاء کی تعمیر سے قبروں کی بے حرمتی ہو یا تدفین کا عمل متاثر ہو، تو یہ ناجائز ہوگا۔

سوال:۶۔ ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بدلگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کردیئے جائیں تو کیا شرعاً اسکی گنجائش ہوگی؟ اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اور فتوے بھی آئے ہیں لیکن ان دنوں مسلمانوں اور ان کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔ کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشاء واقف کے خلاف تصور تو نہیں کیا جائے گا؟ اگر دارہ قائم کردینے سے اراضی کا تحفظ ہوتو شرعا یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کردیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہوتو کیا یہ صورت شرعا درست ہوگی؟

الجواب:۶۔ قبرستان کی موقوفہ اراضی کا تحفظ شریعت میں انتہائی اہمیت رکھتا ہے، اور اس کا استعمال منشاءِ واقف کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ وقف شدہ اراضی کو دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرنے یا وہاں دینی تعلیمی ادارہ قائم کرنے کی گنجائش صرف ضرورتِ شدیدہ کے تحت، شرعی اصولوں اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں ممکن ہے، بشرطیکہ اس سے قبرستان کے اصل مقصد کو نقصان نہ پہنچے۔

۱۔ وقف کے اصول اور منشاء واقف کا احترام:

شریعت میں وقف شدہ جائیداد کا استعمال صرف اسی مقصد کے لیے جائز ہے، جس کے لیے اسے وقف کیا گیا ہو۔ وقف کا یہ اصول بنیادی ہے کہ اس کی اصل منشاء تبدیل نہ ہو، اور اسے دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرنا عام حالات میں ناجائز ہوتا ہے۔

حوالہ:۱۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”إذا وقف شيء على جهة معينة، فلا يجوز صرفه إلى غيرها إلا إذا تعذر العمل بالأصل“. (رد المحتار، جلد4، صفحہ432، مطبع دار الفكر)

یعنی اگر کسی چیز کو ایک معین مقصد کے لیے وقف کیا گیا ہو، تو اسے کسی اور مقصد میں استعمال کرنا جائز نہیں، الا یہ کہ اصل مقصد پر عمل کرنا ناممکن ہوجائے۔

۲۔ قبرستان کی اراضی پر دینی ادارے کے قیام کی گنجائش:

اگر کسی وسیع قبرستان کی اراضی کا کچھ حصہ ایسا ہو جو عملی طور پر تدفین کے لیے استعمال نہیں ہو رہا، اور اس پر غیر قانونی قبضے یا حکومتی مداخلت کا خطرہ ہو، تو ایسی صورت میں دینی تعلیمی ادارے کا قیام ایک استثنائی ضرورت کے طور پر جائز ہو سکتا ہے، بشرطیکہ:

۱- یہ قیام قبرستان کے احترام کے ساتھ ہو۔

۲- اس سے وقف کی اصل منشاء متاثر نہ ہو۔

۳- ادارے کی آمدنی کا کچھ حصہ قبرستان کے انتظامات میں استعمال کیا جائے۔

حوالہ: ۲- علامہ کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إذا كان الصرف إلى غير جهة الوقف يحقق مصلحة معتبرة شرعاً ولا يؤدي إلى تضييع الجهة الأصلية، جاز ذلك للحاجة". (بدائع الصنائع، جلد 6، صفحہ 215، مطبع دار الكتب العلمية)

۳- ضرورت کے تحت وقف کے استعمال کا شرعی اصول:

وقف کے عمومی اصول کے تحت اس کا استعمال تبدیل کرنا ناجائز ہے، لیکن ضرورتِ شدیدہ اور مصلحتِ شرعیہ کے تحت اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اگر قبرستان کی اراضی پر قبضے کا خطرہ ہو اور دینی ادارہ قائم کرنے سے اس کا تحفظ ممکن ہو، تو یہ اقدام جائز ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وقف کا اصل مقصد متاثر نہ ہو۔

حوالہ: ۳- علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الضرورات تبيح المحظورات، وتقدر بقدرها". (البحر الرائق، جلد 7، صفحہ 150، مطبع دار المعارف)

۴- دینی ادارے کے کرایے کی آمدنی کا حکم:

اگر قبرستان کی حفاظت اور اس کے انتظامات کے لیے ادارے کی اراضی سے کرایہ لیا جائے، اور وہ رقم قبرستان کے فنڈ میں جمع کی جائے، تو یہ صورت جائز ہوگی، کیونکہ اس سے وقف کے اصل مقصد کو نقصان نہیں پہنچ رہا، بلکہ اس کے تحفظ کا سامان کیا جا رہا ہے۔

حوالہ: ۴- علامہ مرغینانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"يجوز الانتفاع بمال الوقف فيما يحقق مصلحة الوقف ويعود بالنفع عليه". (الهداية، جلد 2، صفحہ 280، مطبع دار الفكر)

۵-دینی ادارے کے قیام کی شرائط:

دینی ادارہ قائم کرنے کی اجازت دینے کے لیے درج ذیل شرائط کا لحاظ ضروری ہے:

۱-قبرستان کی تدفین کے لیے مختص اراضی کو متاثر نہ کیا جائے۔

۲-خالی اور ضرورت سے زائد زمین پر ہی تعمیر ہو۔

۳-ادارے کا مقصد دینی ہو، جیسے مدرسہ یا مکتب، تاکہ اس کا تعلق قبرستان کے مقصد (دعائے مغفرت وغیرہ) سے جڑا رہے۔

۴-اگر اراضی کو کرایے پر دیا جا رہا ہو، تو اس کی آمدنی قبرستان کے انتظامات میں استعمال کی جائے۔

۵-اس عمل سے وقف کی منشاء کی خلاف ورزی نہ ہو۔

حوالہ:۵-علامہ طحطاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إذا كان فيه نفع للوقف وحفظ لأصل الموقوف، جاز بشرط عدم تعدي حدود الشرع". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، جلد3، صفحه410، مطبع دار الكتب العلمية)

۱-ضرورت سے زائد اراضی:

اگر قبرستان کی اراضی وسیع ہے اور ضرورت سے زائد ہے، تو تحفظ کے پیش نظر اس پر دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس سے وقف کی منشاء متاثر نہ ہو اور تدفین کا عمل متاثر نہ ہو۔

۲-قبضے کے خطرے سے تحفظ:

اگر دینی ادارے کے قیام سے قبرستان کی اراضی کو غیر قانونی قبضے سے بچایا جا سکتا ہو، تو یہ اقدام مصلحتِ شرعیہ کے تحت جائز ہوگا۔

۳-کرایہ کی صورت:

اگر ادارے کے قیام کے ساتھ کرایہ مقرر کیا جائے اور وہ رقم قبرستان کے انتظامات میں استعمال کی جائے، تو یہ جائز ہے۔

۴-شرعی اصولوں کی پابندی:

اس عمل کے دوران منشاء واقف، قبرستان کے احترام، اور اس کے اصل مقصد کو ہمیشہ مقدم رکھا جائے۔

سوال: ۷۔ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں، کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو،تو کیا شرعاً اس کی اجازت ہے؟، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

الجواب :۷۔قبرستان کے کسی حصے میں جنازہ گاہ بنانا اور وہاں نماز جنازہ ادا کرنا، شریعت اور فقہ حنفی کے اصولوں کی روشنی میں بعض شرائط کے تحت جائز ہے۔اس مسئلے میں اصل غور قبرستان کے احترام، تدفین کے مقصد، اور نماز جنازہ کی شرعی حیثیت پر ہوتا ہے۔

۱۔قبرستان میں نماز پڑھنے کا عمومی حکم:

فقہ حنفی میں قبرستان کے اندر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ قبرستان دعا و استغفار کی جگہ ہے اور وہاں نماز پڑھنے سے خشوع وخضوع متاثر ہوسکتا ہے۔البتہ نماز جنازہ کا حکم دیگر نمازوں سے مختلف ہے، کیونکہ یہ دعائے مغفرت پر مبنی ایک مخصوص نماز ہے اور اس کا ادا کرنا قبرستان میں بھی جائز ہے۔

حوالہ:۱۔علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أما الصلاة فی المقبرة فهی مکروهة إلا صلاة الجنازة، لأنها دعاء واستغفار، فجازت هنا للضرورة“ (بدائع الصنائع، جلد 1، صفحہ 322، مطبع دار الکتب العلمیة)

۲۔جنازہ گاہ کی تعمیر کا حکم:

اگر علاقے میں نماز جنازہ کے لیے مناسب جگہ موجود نہ ہو، اور قبرستان کا کوئی حصہ خالی ہو، جہاں کوئی پرانی یا نئی قبریں نہ ہوں، تو اس خالی حصے میں جنازہ گاہ بنائی جاسکتی ہے، بشرطیکہ:

۱۔جنازہ گاہ کے قیام سے قبرستان کا احترام برقرار رہے۔

۲۔اس جگہ کو مستقل مسجد یا عمومی نمازوں کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

۳۔یہ حصہ تدفین کے لیے مختص نہ ہو۔

حوالہ: ۲۔علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لا بأس بالصلاة علی الجنائز فی المقبرة إذا کان ذلک مکاناً معداً لها، ولا یؤدی إلی امتهان القبور“

(رد المحتار، جلد 2، صفحہ 627، مطبع دار الفکر)

۳۔نماز جنازہ کا قبرستان میں ادا کرنا مکروہ نہیں:

نماز جنازہ دعائے مغفرت کی ایک خاص صورت ہے، اور اس کے لیے قبرستان میں مخصوص جگہ کا انتخاب مکروہ نہیں ہے۔ البتہ اس جگہ کو عام نمازوں کے لیے استعمال کرنا مکروہ ہوگا، کیونکہ اس سے قبرستان کے اصل مقصد میں مداخلت ہوسکتی ہے۔

حوالہ: ۳۔علامہ مرغینانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"صلاة الجنازة ليست من الصلوات المعتادة، ولهذا جازت في المقابر، لأن المقصود منها الدعاء للأموات" (الهداية، جلد 1، صفحه 114، مطبع دار الفكر)

۴۔جنازہ گاہ کی تعمیر کی گنجائش:

فقہاء نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر عوام کی ضرورت ہو اور جنازہ گاہ کی تعمیر سے قبروں کی بے حرمتی نہ ہو، تو خالی زمین پر جنازہ گاہ بنانا جائز ہے۔ اس کا مقصد سہولت فراہم کرنا ہے، نہ کہ قبرستان کے مقصد کو متاثر کرنا۔

حوالہ: ۴۔علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ما كان من الأمور لمصلحة العامة، ولا يؤدي إلى تضييع أصل الوقف، جاز إن كانت الحاجة داعية إليه." (البحر الرائق، جلد 5، صفحه 266، مطبع دار المعارف)

۵۔شرعی ضوابط: جنازہ گاہ کی تعمیر درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے:

۱۔جنازہ گاہ قبرستان کے اس حصے میں ہو جہاں قبریں نہ ہوں۔

۲۔جنازہ گاہ کا استعمال صرف نماز جنازہ کے لیے ہو، عمومی نمازوں کے لیے نہ ہو۔

۳۔جنازہ گاہ کی تعمیر سے قبرستان کے مقصد (یعنی تدفین) میں رکاوٹ نہ ہو۔

۴۔جنازہ گاہ کا قیام ضرورتِ شدیدہ کے تحت ہو، اور علاقے میں کوئی متبادل جگہ موجود نہ ہو۔

حوالہ: ۵۔علامہ طحطاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إذا كان الغرض مشروعاً ولا يؤدي إلى انتهاك حرمة الموقوف عليه، يؤخذ به عند الحاجة" (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، جلد 1، صفحه 312، مطبع دار الكتب العلمية)

۱۔جنازہ گاہ کی تعمیر:

اگر قبرستان کا کوئی حصہ خالی ہو اور وہاں قبریں موجود نہ ہوں، تو نماز جنازہ کے لیے مخصوص جگہ (جنازہ گاہ) بنائی جاسکتی ہے۔

۲۔نماز جنازہ کا حکم:

قبرستان میں نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ یہ دعا اور استغفار کی نماز ہے۔

۳۔شرعی پابندیاں:

جنازہ گاہ کو عام نمازوں کے لیے استعمال نہ کیا جائے، اور اس کی تعمیر سے قبرستان کے احترام یا تدفین کے عمل میں رکاوٹ نہ آئے۔

سوال:۸۔بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل بھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگی پھیل جاتی ہے، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں، کیا اسکی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

الجواب:۸۔قبرستان کا استعمال کسی بھی مقصد کے لیے وقف کی منشاء کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے، چاہے وہ غلہ تیار کرنے کے لیے ہو یا ہنگامی حالات میں مویشیوں کو رکھنے کے لیے۔قبرستان کو صرف دفن اموات اور دعائے مغفرت کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے۔فقہ حنفی میں قبرستان کی زمین کو کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرنا عمومی طور پر ناجائز اور ممنوع ہے، کیونکہ یہ قبرستان کی حرمت اور وقار کے منافی ہے۔

۱۔وقف کی منشاء کا احترام:

شریعت کے مطابق وقف شدہ زمین کا مقصد صرف وہی ہوتا ہے جس کے لیے وہ وقف کی گئی ہو۔قبرستان کو کاشتکاری یا مویشیوں کے لیے استعمال کرنا اس کی حرمت کو پامال کرنے کے مترادف ہے، اور یہ منشاء واقف کے خلاف ہوگا۔

حوالہ:۱۔علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لا يجوز استعمال الموقوف في غير ما وُقِفَ له، لأن في ذلك تغييرًا للمقصود منه وإهمالًا لحرمته.“(ردالمحتار، جلد4، صفحہ432، مطبع دار الفکر)

۲۔قبرستان کی حرمت:

قبرستان کی زمین ایک مقدس جگہ ہے، جہاں زندہ لوگوں کو احتیاط اور ادب کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ وہاں غلہ اگانا یا جانور باندھنا قبرستان کی بے حرمتی کے زمرے میں آتا ہے۔

حوالہ: ۲۔علامہ کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لا یجوز انتهاک حرمة القبور بأی عمل یؤدی إلی امتهانها، لأن ذلک ینافی المقصود من الوقف."

(بدائع الصنائع، جلد 6، صفحہ 210، مطبع دار الکتب العلمیة)

۳۔ضرورت یا مجبوری کے اصول:

شریعت میں ضرورت کے اصول کے تحت ممنوع امور کی اجازت صرف اس وقت دی جا سکتی ہے جب وہ ضرورت واقعی شدید اور ناگزیر ہو۔ قبرستان میں جانوروں کو رکھنا یا کاشتکاری کرنا کسی شدید ضرورت یا مجبوری کے زمرے میں نہیں آتا، کیونکہ اس کے متبادل وسائل موجود ہوتے ہیں۔

حوالہ: ۳۔علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الضرورة تُقدَّر بقدرها، ولا یُتوسَّع فیها إلا عند عدم وجود البدائل الشرعیة". (الأشباه والنظائر، صفحہ 90، مطبع دار الکتب العلمیة)

۴۔قبرستان کی حفاظت کا شرعی حکم:

قبرستان کی زمین کی حفاظت مسلمانوں پر واجب ہے۔ اگر لوگ قبرستان کو کھلیان یا مویشیوں کے لیے استعمال کر رہے ہیں، تو یہ کمیٹی یا متعلقہ افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ قبرستان کی حفاظت کے لیے مناسب اقدامات کریں، جیسے چہار دیواری بنانا یا دیگر حفاظتی تدابیر اختیار کرنا۔

حوالہ: ۴۔علامہ مرغینانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إذا خُشی علی الموقوف الضیاع أو الامتهان، وجب علی القائم علیه أن یتخذ ما یلزم لحفظه وصیانته". (الهدایة، جلد 2، صفحہ 230، مطبع دار الفکر)

۵۔شرعی اصول اور فتویٰ:

قبرستان کی زمین کو کھلیان یا مویشیوں کے لیے استعمال کرنا درج ذیل وجوہات کی بنا پر ناجائز ہے:

۱۔یہ وقف کی منشاء کے خلاف ہے۔

۲۔یہ قبرستان کی حرمت کی پامالی ہے۔

۳۔اس کا کوئی شرعی جواز یا شدید ضرورت موجود نہیں ہے۔

حوالہ:۵ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا یجوز استعمال ما وُقِفَ للدفن فی أی غرض آخر، لأن ذلک یفضی إلی امتهان الموقوف وضیاع حق الأموات". (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، جلد 1، صفحه 311، مطبع دار الکتب العلمیة)

نتیجہ اور فتویٰ:

۱۔قبرستان کو کھلیان یا مویشیوں کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ عمل شرعی طور پر ناجائز اور وقف کی منشاء کے خلاف ہے۔

۲۔ضرورت کا عذر قبول نہیں:

یہ کسی شدید ضرورت یا مجبوری کے زمرے میں نہیں آتا، کیونکہ اس کے متبادل ذرائع موجود ہوتے ہیں۔

۳۔حفاظت کی ذمہ داری:

قبرستان کمیٹی اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قبرستان کی حفاظت کے لیے فوری اقدامات کریں، جیسے چہار دیواری بنانا یا دیگر حفاظتی تدابیر اختیار کرنا۔

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

مفتی ذاکر نعمانی
مفتی شہر جے پور

سوال نمبر:(۱) اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریباً دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں، اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے، کیا شرعی نقطۂ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

جواب: مولانا خالد سیف اللہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ ''اگر فی الحال قبرستان استعمال میں نہ ہو اور یوں ہی چھوڑ دینے کی وجہ سے شر پسند عناصر کا قبضہ اور قبروں کی توہین کا بھی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں وقف کی زمین کے تحفظ اور قبروں کی تکریم کو ملحوظ رکھتے ہوئے کامپلکس بنانے کی گنجائش ہے۔[بدائع الصنائع ۲/ ۳۴۲]۔۔۔ایسے کامپلکس کی آمدنی سے شہر کے مضافات میں قبرستان کی وسیع اراضی خریدی جائیں، نیز اس کی احاطہ بندی اور نگہداشت وغیرہ پر یہ رقم خرچ کی جائے۔[کتاب الفتاویٰ ۴/ ۲۸۹، نعیمیہ]

مفتی شبیر احمد قاسمی تحریر فرماتے ہیں کہ ''اگر قبرستان کی باؤنڈری نہیں ہے اور چہار دیواری کے بغیر قبرستان محفوظ نہیں ہے اور لوگوں کے آہستہ آہستہ قبضہ کر لینے کا خطرہ ہے اور چہار دیواری کے بغیر حفاظت دشوار ہے اور قبرستان کے پاس چہار دیواری کے لئے اتنی رقم بھی نہیں ہے جس سے باؤنڈری قائم ہوجائے تو ایسی مجبوری کی صورت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ قبرستان کے کنارے پر اگر فاضل زمین پڑی ہوئی ہے، جس پر کوئی قبر نہ ہو تو اس پر دکانیں بنا کر کرایہ پر دینا جائز اور درست ہے تاکہ اس کے کرایہ کے پیسے سے قبرستان کی چہار دیواری کی ضرورت پوری ہو سکے، حضرات فقہاء نے اس حکم کو اِس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

وإذا أراد أن يبني فيها بيوتا ليستغلها بالإجارة إن كانت أرض الوقف متصلة ببيوت المصر يرغب في إستئجار بيوتها وتكون غلة ذلک فوق غلة الأرض والنخيل كان له ذلک۔ [تاتارخانيه، كراچى ۵/۷۴۶] ماخوذ از[انوارِ رحمت ص:۱۵۲][مستزاد: الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب

الوقف، فصل في تصرف القيم في الأوقاف رقم: ۱۱۲۱۵، ۸/۶۳، زكريا]

مفتی نظام الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں: وہ زمین اگر اس درجہ میں ہو کہ نہ تو اس وقت تدفین کی ضرورت ہو اور نہ آئندہ متوقع ہے تو اس صورت میں حواشی پر دکانیں بنا کر چوحدی قبرستان بھی محفوظ کر سکتے ہیں۔

[نظام الفتاویٰ جزء: ۲، جلد: ۴، ص: ۲۳۸، زکریا]

اسی طرح اگر یہ موقوفہ قبرستان کی زمین شہر سے متصل ہو تو دکان کی گنجائش ہے، جیسا کہ صاحب بزازیہ نے یہ لکھا ہے:

"إلا إذا كانت الأرض متصلة بالمصر" التفاوىٰ البزازيه ۶/۲۵۴، [جديد فقهى مسائل ۲/۲۹۵]

[مستزاد: الفتاوىٰ البزازيه ۳/۱۳۴، فيصل]

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر وہ قبرستان وقف ہے تو واقف نے مردے دفن کرنے کے لئے وقف کیا ہے، دکانیں بنا کر آمدنی حاصل کرنے کے لئے وقف نہیں کیا، اس لئے اس کی اجازت نہیں۔" حاشیہ میں ہے:

شرط الواقف كنص الشارع" [درمختار مع الشامي، كراچى ۴/۴۳۳، النهر الفائق، كتاب الوقف ۳/۳۲۶، بيروت، البحر الرائق كوئٹه ۵/۲۴۵، كتاب الوقف] فتاوىٰ محموديه ۲۳/۳۲۲۔ مستزاد: در مختار مع رد المحتار، كتاب الوقف ۳/۴۵۶، كوئٹه، الأشباه والنظائر، ص: ۱۹۵، بيروت۔

مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ تحریر فرماتے ہیں: واقف نے جس مقصد کے پیش نظر وقف کیا ہے، اس کے مطابق عمل کرنا ضروری اور لازم ہے، اس کی خلاف ورزی جائز نہیں ہے، شامی میں ہے:

"شرط الواقف كنص الشارع." [شامى ۳/۵۷۵] ثم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة۔ [شامى ۳/۵۸۵]

قبرستان مسلمان مردوں کے لئے وقف ہوتا ہے، قبرستان کی پوری زمین کا استعمال اسی کام میں ضروری ہے، اس کے علاوہ دیگر امور میں اس زمین کو استعمال کرنا درست نہیں، لہٰذا قبرستان کی زمین پر دکانیں بنانا جائز نہیں۔ [فتاویٰ رحیمیہ ۹/۱۸۰، نیز ۶/۲۷۲۔ ۸/۱۷۹، لاہور] [مستزاد: شامی، کتاب الوقف، ۳/۴۵۶، ۳/۴۶۴، کوئٹہ]

مفتی احمد حسن خاں صاحب ٹونکیؒ تحریر فرماتے ہیں: "یہ اختیار مسلم وقف بورڈ کو حاصل ہے، وہ دیانتدارانہ طور پر اس کا فیصلہ کرے گا، اور ان امور کو سامنے رکھ کر کرے گا کہ گورستان تو دفن موتی کے ہوتے ہیں، پھر اس کے کسی حصہ کو دکانوں میں بدل ڈالنے کی گنجائش کیوں کر نکالی جاسکتی ہے، ساتھ ہی یہ بھی کہ اس جگہ یا ان

دکانوں پر بدنیت، یا غلط کار لوگ قانون کا سہارا لے کر قابض تو بن جانا نہیں چاہیں گے۔[فتاویٰ علم وحکمت ۲/۵۳۹]

خلاصہ

قبرستان کے حواشی کناروں پر اگر قبور ہوں تو ان کے اوپر پلر قائم کر کے تعمیر کرنا قبور کی بے ادبی و بے حرمتی ہے، اگر قبور نہ ہوں اور آئندہ بھی قبرستان کی وسعت کے پیش نظر وہاں مردوں کی تدفین کی ضرورت نہیں تو تحفظ و دیگر قبضوں سے بچاؤ کے لئے حد بندی، دوکانات، یا پلر گاڑ کے اوپر تعمیر کی گنجائش ہونی چاہئے۔

سوال نمبر: (۲) اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں، اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی، جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے، ایسی صورت حال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ قبرستان میں پلر دے کر اوپر چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے جس کی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو، اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب: کسی بھی میت کو زیر زمین دفن کرنا فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے، اسی لئے دنیا میں سب سے پہلی میت کو زمین میں گڑھا کھود کر دفنایا گیا، اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اس لئے اسلام نے اسی فطرت کو برقرار رکھا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ''مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ''[طہ:۵۵] ہم نے تم سب کو زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے پھر دوسری بار اسی سے تمہیں نکالیں گے''

اسی طرح ارشاد باری ہے: ''**ألم نجعل الأرض كِفاتاً أَحيَاءً وَأَمواتاً**۔''[المرسلات ۲۵-۲۶] کیا ہم نے زمین کو مردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا'' یعنی زندہ افراد زمین پر اپنے مسکنوں میں سکونت اختیار کرتے ہیں تو مردہ افراد کو بھی زمین ہی اپنے اندر جگہ دیتی ہے، اللہ نے زمین کی ہر دو صورتوں [گھروں اور قبروں] کو بطورِ انعام یاد کروایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میت کو زیر زمین (Under Ground) قبر میں دفنانے کی تعلیم دی ہے۔

موجودہ دور میں قبرستان کی تنگی اور قبروں کی کثرت کی وجہ سے کئی مسائل جنم لے رہے ہیں، جن میں سے ایک مسئلہ یہ بھی سامنے آیا ہے کہ کیا کئی منزلہ [ملٹی سٹوری] قبرستان بنائے جاسکتے ہیں؟ یا صرف زیرِ زمین قبرستان کی پابندی کرنا ہی ضروری ہے؟

(۱) مردوں کو دفن کرنا، کچی قبر کا انتخاب اور پختہ قبر سے اجتناب کرنا، قبر کو جائز حد تک اونچا کرنا یہ سب سائل [اسلام کے ثقافتی شعائر] عبادات سے تعلق رکھتے ہیں، اور عبادات توقیفی ہیں، ان کی اصل حرمت ہے، لہٰذا ان مسائل میں کسی نئی صورت کی اباحت کے لئے حکم شرعی کی ضرورت ہے، جو مذکورہ مسئلہ میں مفقود ہے، لہٰذا ایسا قبرستان درست نہیں۔

(۲) کسی مسئلہ میں واضح [صریح] نص کی عدم موجودگی میں قیاس کے ذریعہ حل نکالا جاتا ہے، لیکن صحت قیاس کے لئے مقیس علیہ اور مقیس کے درمیان علتِ مشترکہ کا وجود ضروری ہے، وگرنہ قیاس درست قرار نہیں پائے گا، چھت پر دفنانے اور زمین میں دفنانے کے مابین علتِ مشترکہ مفقود ہے۔

(۳) چھت پر قبریں بنانے سے وہ مقاصد پورے نہیں ہوسکتے جو زمین میں گڑھے کھودنے سے حاصل ہوتے ہیں، کیونکہ زمین اپنی طبعی ساخت کی وجہ سے مردے کا تعفن و بدبو جذب کرکے مٹی کا حصہ بنادیتی ہے، اسی طرح زمینی حشرات، سورج کی شعائیں وغیرہ بھی اس کی معاونت کرتے ہیں، علاوہ ازیں مٹی میں دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت بھی ہے، مگر چھت بنانے کی صورت میں یہ مقاصد پورے نہیں ہوتے، بلکہ اس سے مزید قباحتیں جنم لیں گی، مثلاً:

۱۔ اگر چھت پر پختہ قبریں بنا کر تعفن وغیرہ کو دبانے کی کوشش کی جائے تو پختہ قبریں بنانے کی ضرورت پیش آئے گی، جب کہ پختہ قبروں کی حرمت بالکل واضح ہے، اور کسی فقہی مذہب نے اس کی ممانعت میں اختلاف نہیں کیا۔

۲۔ اگر چھت پر مَنوں مٹی ڈالی جائے گی تو اس کے لئے انتہائی مضبوط میٹریل استعمال کے لئے کروڑوں، اربوں کی لاگت برداشت کرنا پڑے گی، جو ہر جگہ ممکن نہیں۔

۳۔ مٹی ڈال کر مردے دفنانے کی صورت میں ان کا تعفن اور بدبو کے بھبھوکے پیدا ہوں گے اور اس صورت میں زائرین وہاں داخل نہیں ہوسکیں گے، اگر اس تعفن کو دبانے کے لئے زہریلے کیمیکلز استعمال کئے جائیں گے اور مردے کی ہڈیاں وغیرہ گلانے کی کوشش کی جائے گی تو یہ بھی ممنوع ہے، کیونکہ مردے کے جسم، ہڈیوں وغیرہ کی تعظیم بہرحال ضروری ہے۔

۴۔ ملٹی سٹوری قبرستان کی تعمیر کے جواز میں سب سے بڑی قباحت یہ پیدا ہوگی کہ گویا ہر قبرستان میں ساٹھ فیصد پختہ قبریں اور مزارات کو درست تسلیم کرلیا گیا ہے، تبھی تو ان کی خبر لینے اور انہیں اسلامی نقطہ نظر کے مطابق کچی قبروں میں تبدیل کرنے کے بجائے نئے افق کھولے جارہے ہیں، کیونکہ کچی قبروں کی صورت میں بالعموم قبرستان کی تنگی کے مسائل پیدا نہیں ہوتے۔

۵۔ بارش وغیرہ کی صورت میں محدود مٹی پانی میں گھل جانے سے لاشوں کے اعضاء بکھریں گے اور قبروں کی

بے حرمتی ہوگی۔

۶۔زلزلے وغیرہ کی صورت میں ایسی عمارت کا گرنا خطرے سے خالی نہیں، بلکہ جتنی سخت اور مضبوط عمارت ہو اتنی ہی جلدی وہ زلزلے کی نذر ہوتی ہے، اسی لئے زلزلے والے علاقوں میں لچک دار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں، لیکن اگر قبرستان کی عمارت ویسی لچک دار ہوگی تو اس سے مطلوبہ مقاصد پورے نہ ہوں گے، اور عمارت گرنے کی صورت میں لاشوں کی بے حرمتی کا کون ذمہ دار ہوگا؟ جب کہ شریعت میں تمام صورتوں کا آسان اور سادہ حل موجود ہے۔

(۴) مذکورہ مسئلہ بہر حال شک وشبہ سے بالا نہیں ہے، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ

"دَع مَایُریبک إلی مالَا یُریبک"

[شک والی چیز چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کرو] پر عمل کرتے ہوئے "فقد استبرأ لدینہ وعرضہ" [جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا] کی نبوی بشارت حاصل کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[ملت اسلامیہ کا علمی واصلاحی مجلہ "محدث" اپریل ۲۰۰۲ء، ص:۲۹-۳۰، مجلس التحقیق الاسلامی]

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "جو صورت [مٹی ڈال کر دوبارہ تدفین کی] اہل محلہ نے اتفاق سے پاس کی ہے، بدون سخت ضرورت ومجبوری کے جائز نہیں، پس مجبوری اور ضرورت کو ظاہر کیا جائے، کیا دوسری زمین دفن موتی کے لئے میسر نہیں آسکتی؟

قال الطحاوی: ولیس منها أي من الضرورة ضیق محل الدفن فی تلک المقبرة مع وجود غیرها۔۔۔۔ لما فیه من هتک حرمة المیت الأول وتفریق أجزاء ہ ولکن فی الدفن فوقه هتک حرمته کما لا یخفی۔ [امداد الاحکام، ۲۷۸-۲۷۷/۵، زکریا]

ایسی صورتحال میں "دارالافتاء دارالعلوم، دیوبند" کی تحریر کردہ رائے مناسب معلوم ہوتی ہے کہ "ایسی صورت میں یہ کیا جاسکتا ہے کہ جو قبریں بہت پرانی ہوچکی ہیں، جن کے بارے میں ظن غالب ہو کہ مردے بوسیدہ ہوکر خاک ہوگئے ہیں، ان میں دوبارہ دفن کا سلسلہ جاری کردیا جائے، یہ صورت شرعاً جائز ہے، بالخصوص جب کہ آس پاس کوئی دوسرا قبرستان دفن موتی کے لئے نہ ہو۔

مراقی الفلاح میں ہے:

"ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ ولا یجوز کسر عظامه ولا تحویلها ولو کان ذمیا ولا ینبش وإن طال الزمان الخ" حاشیة الطحطاوی علی المراقی، ص:۶۱۳-۶۱۲، ط: اشرفیه۔

[دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، رقم:۱۶۲۸۰۴]

نیز ایک دوسرے فتوے میں تحریر فرماتے ہیں کہ "میری رائے میں اس کی بہتر شکل یہ ہوسکتی ہے کہ قبرستان

کے ایک کنارے سے تدفین کا سلسلہ شروع کیا جائے، اور جب اخیر میں قبرستان بھر جائے تو امید یہی ہے کہ بالکل ابتداء میں دفن اموات کی لاشیں بوسیدہ ہوکر مٹی میں مل گئی ہوں گی، لہٰذا پھر شروع تدفین کا سلسلہ جاری کر دیا جائے اور قبروں کو پختہ ہرگز نہ بنایا جائے۔ [دارالافتاء دارالعلوم، دیوبند، رقم: ۱۴۶۲۵۴]

سوال نمبر: (۳) قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں، اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمدورفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہوجاتا ہے، کمیٹی اس صورت حال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کر دیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جب کہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں، مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

جواب: مفتی شبیر احمد قاسمی تحریر فرماتے ہیں ''جب تک قبرستان میں دفن ممکن ہو اس وقت تک اس کو فروخت کر کے دوسری زمین قبرستان کے لئے خریدنا جائز نہیں ہوگا۔

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة۔ [شامی، الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة، زکریا ۶/۶۶۵، کراچی ۴/۴۴۵، کوئٹہ ۳/۴۶۴]

أرض لأهل قرية جعلوها مقبرة وأقبروا فيها (إلى قوله) وبعد ما بنى لو احتاجوا إلى ذلك المكان رفع البنا حتى يقبر فيه الخ [قاضيخان، فصل فی المقابر والرباطات، زکریا جدید ۳/۲۱۹، وعلى هامش الهندية ۳/۳۱۳] فتاوی قاسمیہ، ۱۸/۶۴۷، باب المقبرة۔

نیز مراقی الفلاح میں ہے: ''ولو بلي الميت وصار تراباً جاز دفن غيره في قبره ولا يجوز كسر عظامه ولا تحويلها ولو كان ذميا ولا ينبش وإن طال الزمان الخ'' حاشية الطحطاوی على المراقی، ص: ۶۱۳-۶۱۲، ط: اشرفیہ۔ [دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، رقم: ۱۶۲۸۰۴]

نیز ایک دوسرے فتوے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''میری رائے میں اس کی بہتر شکل یہ ہوسکتی ہے کہ قبرستان کے ایک کنارے سے تدفین کا سلسلہ شروع کیا جائے، اور جب اخیر میں قبرستان بھر جائے تو امید یہی ہے کہ بالکل ابتداء میں دفن اموات کی لاشیں بوسیدہ ہوکر مٹی میں مل گئی ہوں گی، لہٰذا پھر شروع تدفین کا سلسلہ جاری کر دیا جائے اور قبروں کو پختہ ہرگز نہ بنایا جائے۔ [دارالافتاء دارالعلوم، دیوبند، رقم: ۱۴۶۲۵۴]

نیز ''انوارِ رحمت'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''قول راجح اور قول مفتی بہ کے مطابق انفع کے عوض میں بھی تبادلہ

جائز نہیں ہے، اس لئے کہ غرض واقف کو حتی الامکان باقی رکھنا لازم ہوتا ہے اور جو وقف کم منفعت کے ساتھ اپنی جگہ باقی رہ سکتا ہے، اس میں تبادلہ جائز نہیں ہوگا۔ [شامی ۶ / ۵۸۴، زکریا۔ انوار رحمت، ص: ۱۴۱، ۱۴۲

شیخ وہبۃ الزحیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وإذا لم تتعطل مصلحة الوقف بالكلية لكن قلّت وكان غيره أنفع منه وأكثر فائدة على أهل الوقف لم يجز بيعه، لأن الأصل تحريم البيع وإنما أبيح للضرورة، صيانة لمقصود الوقف عن الضياع مع إمكان تحصيله، وإمكان الإنتفاع به وإن قل النفع، اللهم إلا أن يبلغ فى قلة النفع إلى حد لا يعد نفعا فيكون وجوده كالعدم۔ [الفقه الإسلامي وأدلته ۸/۲۲۴]

مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ تحریر فرماتے ہیں ''اگر کچھ بھی نفع حاصل ہوتا ہو تو اسے فروخت کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ شامی میں ہے:

لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكلية بأن لا يحصل منه شئ أصلا، أو لا يفى بمؤنته فهو أيضاً جائز على الأصح إذا كان بإذن القاضى ورأيه المصلحة فيه، والثالث: أن لا يشترطه أيضا ولكن فيه نفع فى الجملة وبدله خير منه ريعا ونفعا وهذا لا يجوز إستبداله على الأصح المختار كذا حرره العلامة قنالى زاده فى رسالته الموضوعة فى الإستبدال الخ۔ [شامى ۳/۵۳۵] (فتاویٰ رحیمیہ، ۶/۷۳، کتاب الوقف) [مستزاد: شامى، كتاب الوقف، تحت مطلب فى استبدال الوقف وشروطه، ۳/۴۲۴، کوئٹہ۔ الفقه الاسلامى وأدلته، ۸/۲۱۹]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی تحریر فرماتے ہیں ''اوقاف میں دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں، ایک وقف کرنے والے کی شرط دوسرے خود وقف کی مصلحت، علامہ ابن ہمامؒ نے اس سلسلے میں فقہاء کے مباحث کا تجزیہ یوں کیا ہے کہ اگر واقف کی طرف سے استبدال کی شرط رہی ہو تب تو استبدال جائز ہے ہی، اگر واقف نے شرط نہ لگائی ہو تو ایک صورت یہ ہے کہ استبدال کے بغیر نفع اٹھانا ہی ممکن نہ ہو اس صورت میں بالاتفاق جائز ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ وقف تو اب بھی قابل انتفاع ہے، لیکن استبدال کے ذریعہ اس کی نافعیت میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے، ابن ہمام کا خیال ہے کہ یہ صورت جائز نہیں ہوگی۔

انه أمكن أن يوخذ بثمنه ماهو خير منه مع كونه منتفعا به فينبغي أن لا يجوز۔ [فتح القدير، ۶/۵۸۹]

تاہم علامہ حصکفیؒ نے الاشباہ کے حوالے سے چار صورتوں میں استبدال کی اجازت دی ہے، ان میں سے ایک صورت اس کو بھی شمار کیا ہے کہ ارض وقف کی منفعت تو باقی ہو، لیکن استبدال وقف کے ذریعہ اس کو زیادہ نفع خیز بنایا جاسکتا ہو، علامہ شامی نے اس کی توضیح کی ہے۔

الرابعة أن يرغب انسان فيه ببدل اكثر غلة وأحسن صقعاً فيجوز على قول أبي يوسف وعليه الفتوىٰ كما في فتاوىٰ قاري الهداية۔[شامي ۶/۵۸۸] مأخوذ [جديد فقهي مسائل ۲/۲۷۱، نعيميه] (مستزاد: رد المحتار على الدر ۳/۶۴۶، كوئٹه،فتاوىٰ قاري الهداية ص:۱۰۸، دارالكتب العمية، النهر الفائق، ۳/۳۲۰، بيروت، الفقه الاسلامي وأدلته ۸/۲۲۰، الأشباه والنظائر ص: ۱۹۴، كتاب الوقف، دارالكتب العلمية]

حضرت علامہ عبدالحی لکھنویؒ شیٔ موقوف کو فروخت کرکے دوسری شے خرید کر وقف کرنے سے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ''اگر قاضی مصلحت سمجھے تو ایسا کرسکتا ہے''۔اشباہ میں ہے:

شرط الواقف عدم الإستبدال فللقاضي الإستبدال إذا كان أصلح۔ انتهى۔

اور قاضی خاں تحریر فرماتے ہیں:أما بدون الشرط أشار في السير أنه لا يملك الإستبدال إلاّ القاضي لو رأى المصلحة في ذلك انتهى۔[فتاوىٰ عبدالحئ ، ص:۲۶۷](مستزاد: الأشباه والنظائر ص:۱۹۵، كتاب الوقف، دارالكتب العلمية، فتاوىٰ قاضيخان، كتاب الوقف فصل في مسائل الشرط في الوقف ۳/۲۱۴، فيصل] الفقه الاسلامي وأدلته ۸/۲۲۰]

منتخب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ اصل حکم یہ ہے کہ موقوفہ زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے،لیکن اگر موقوفہ زمین سے انتفاع نہیں ہورہا ہے اور آئندہ بھی انتفاع کی امید نہیں ہے،تو اس کو فروخت کرکے حاصل شدہ رقم سے دوسری جانب جگہ خریدنے کی گنجائش ہے۔

وشرط في البحر خروجه عن الانتفاع بالكلية، وكون البدل عقاراً والمستبدل قاضي الجنة المفسّر بذي العلم والعمل،[الدر المختار، كتاب الوقف مطلب في اشتراط الادخال والاخراج، ۴/۳۸۶، دارالفكر بيروت، كذا في البحر الرائق، كتاب الوقف ۶/۵۸۶، ۵۸۷، زكريا]

والمعتمد أنه يجوز للقاضي بشرط أن يخرج عن الانتفاع بالكلية، وأن لا يكون هناك ربح للوقف يعمر به، [الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع، كتاب الوقف ۲/۴۰۱، كذا في النهر الفائق كتاب الوقف ۳/۳۲۰، زكريا] (ماخوذ از منتخب فتاوىٰ دارالعلوم ديوبند، ص:۴۳۷) [كذا مثله: دارالافتاء جامعه بنوری ٹاؤن، رقم: 144305100764](مستزاد: الدرالمختار مع الرد، ۳/۴۲۵، كوئٹه، الفتاوىٰ الهندية ۲/۳۷۶، فيصل)

سوال نمبر:(۴) بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے،اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں،سوال

یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجاخانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجاخانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں؟ جب کہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمدورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجاخانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجا خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب: قبرستانِ موقوفہ میں مسجد کے نمازیوں کے استعمال کی خاطر بھی بیت الخلاء بنانا جائز نہیں، مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ۔ [فتاویٰ شامی] (دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند، رقم: ۱۶۹۱۶۵)

مفتی احمد خانپوری صاحب تحریر فرماتے ہیں اگر قبرستان کی زمین وقف ہے تو چاہے تقادمِ زمان کی وجہ سے وہاں قبروں کا نام ونشان باقی نہ رہا ہو اور لوگوں نے دفن کرنا چھوڑ دیا ہو پھر بھی اس کی وقفیت باطل نہیں ہوگی اور اس کو دفن کے علاوہ دیگر کاموں میں استعمال کرنا درست نہیں۔

عالمگیری میں ہے:

وسئل هو ايضاً عن المقبرة فى القرى إذا اندرست ولم يبق فيها أثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال، لا، ولها حكم المقبرة كذا فى المحيط وفى هامشه قوله لا هذا لا ينافى ما قاله الزيلعى فى باب الجنائز من ان الميت إذا بلى وصار تراباً جاز زرعه والبناء عليه اهـ لان المانع هنا كون المحل موقوفا على الدفن فلا يجوز استعماله فى غيره فليتأمل وليحرر ۲/۴۷۱۔ محمود الفتاوىٰ ۳۱۶، ۷/۳۱۵ (مستزاد: الفتاوىٰ الهندية كتاب الوقف، الباب الثانى عشر ۲/۴۱۶، فيصل)

سوال نمبر: (۵) ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں اس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا کیا حکم ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجاخانہ اور بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب: حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں ''قبرستان میں اگر لوگوں نے اموات کو دفن کرنا ترک کردیا ہو اور سابقہ قبروں کے نشان مٹ گئے ہوں تو وہاں مسجد بنانا جائز ہے۔

قال الحافظ العينى: فان قلت هل يجوز أن تبنى المساجد على قبور المسلمين؟ قلت: قال ابن القاسم رحمه الله تعالىٰ لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلك بأساً وذلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تمليكه لأحد فمعناهما على هذا

واحد۔[عمدۃالقاری ۹ ۷ ۱/۴]

وفی الشامیۃ عن الزیلعی ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ وزرعہ والبناء علیہ اھ ومقتضاہ جواز المشی فوقہ[ردالمحتار ۱/۸۳۵](احسن الفتاویٰ ۶/۴۰۹) (مستزاد: ردالمحتار، کتاب صلوٰۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت ۱/۶۵۹، کوئٹہ) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الجنائز، الفصل السادس ۱/۲۲۸، فیصل، الطحطاوي علی مراقی الفلاح، ص:۶۱۲، بیروت۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں: اگر قبرستان پرانا اور وقف ہے اور اب وہاں مردے دفن نہیں ہوتے، دوسرا قبرستان موجود ہے اور اس قبرستان کے بیکار پڑے رہنے سے اندیشہ ہے کہ اس پر لوگ غلط قبضہ کرلیں گے اور وہاں مسجد بنانا مناسب ہے، تو مسلمانوں کے باہم مشورہ سے مسجد بنانا درست ہے۔

[کذا فی العیني شرح البخاري، کتاب الصلوۃ ۲/۱۷۹، الجزء الرابع ، دارالفکر] (فتاویٰ محمودیہ ۲۳/۲۹۸، مکتبہ محمودیہ)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''شرط یہ ہے کہ دفن موتی کے لئے اس جگہ کی حاجت نہ ہو تو وہاں مسجد بنانا درست ہے، اس کا لحاظ بھی ضروری ہے، قبریں نمازیوں کے سامنے نہ ہوں بلکہ درمیان میں دیوار حائل کردی جائے۔[۲۳/۲۹۹]

(۲) اگر قرائن ظاہرہ سے اس کا مقبرہ قدیمہ ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس میں مسجد بنانا شرعاً درست ہے، کما مر فی الجواب الأول جب تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو، والحکم بالظاھر واجب عند تعذر الوقوف علی الحقیقۃ، مبسوط، کتاب الدعویٰ ۱۷/۱۳۰، دارالفکر.[فتاویٰ محمودیہ ۲۳/۳۰۰]

مفتی سلمان صاحب منصور پوری لکھتے ہیں کہ قبرستان کی جگہ پر پنجگانہ نماز کے لئے مسجد بنانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر قبرستان اتنا وسیع ہے کہ اس مسجد کی تعمیر سے قبروں کی ضرورت میں کوئی تنگی نہ ہوگی تو مسجد بنانا درست ہے، اور اگر قبروں کی تنگی کا اندیشہ ہو تو مستقل مسجد بنائی جائے، کیونکہ جگہ قبرستان ہی کے لئے وقف ہے، بلاضرورت اُسے دوسرے مصرف میں صرف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

والمقبرۃ إذا عفت ودمرت تعود ملکاً لأربابھا، فاذا عادت ملکاً یجوز أن یبنی موضع المسجد داراً أو موضع المقبرۃ مسجداً وغیر ذلک، وأما المقبرۃ الدائرۃ إذا بنی فیھا مسجد لیصلی فیھا، فلم أر فیہ بأساً، لأن المقابر وقف، وکذا المسجد فمعناھما واحد.[عمدۃ القاری، باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ویتخذ مکانھا مساجد ۴/۱۷۴، مکتبۃ الإدارۃ الطباعۃ المنیریۃ، دمشق]

ونقل في الذخيرة عن شمس الأئمة الحلواني أنه سئل عن مسجد أو حوض خرب، ولا يحتاج إليه لتفرق الناس عنه، هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد أو حوض آخر؟ فقال: نعم [شامی، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیرہ ۴/۳۵۹، کراچی، وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوقف، فصل في أحكام المسجد ۶/۳۳۷، حلبی مصر] (کتاب النوازل ۱۴/۳۱۲) [مستزاد: فتاویٰ شامی ۳/۴۰۷، کوئٹہ]

مفتی کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں، جو زمین قبرستان کے لئے واقف نے وقف کی ہے اس کو دفن کے کام میں ہی لینا چاہئے، اس پر نماز پڑھ لینی خالی زمین پر تو جائز ہے، مگر مسجد بنانی جائز نہیں، جو مسجد بنائی جاتی ہے اس میں نماز تو ہو جاتی ہے، مگر مسجد کا ثواب نہیں ملتا، کیونکہ وہ بقاعدہ شرعیہ مسجد نہیں ہوئی۔

لأن شرط الواقف معتبر فيراعى كالنصوص [تبيين الحقائق، كتاب الوقف ۴/۲۶۹، بيروت، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف المادة ۹۷، كراچی] (كفايت المفتی ۱۰/۴۸۶، ۴۸۷، زكريا)

نیز ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر اب قبرستان کی زمین دفن کے کام نہیں آ سکتی تو اسے مسجد کے کام میں لے سکتے ہیں۔

عن الزيلعي: ولو بلى الميت وصلى ترابا جاز دفن غيره۔۔۔۔۔ والبناء عليه، [ردالمحتار، كتاب صلوٰة الجنائز، مطلب فی دفن المیت ۲/۲۳۳، سعيد، ۳/۱۳۸، زكريا]

وإن بقي من عظامهم شيء تنبش، وترفع الآثار، وتتخذ مسجداً لما روى أن مسجد النبي صلى الله عليه وسلم كان قبل مقبرة للمشركين فنبشت كذا في الواقعات۔ [ردالمحتار، كتاب صلوٰة الجنائز، مطلب فی دفن المیت، ۲/۲۳۴، سعيد، ۳/۱۹۳، زكريا] (كفايت المفتی ۱۰/۴۸۴، زكريا) [مستزاد: ردالمحتار على الدر ۱/۶۵۹، كوئٹہ] حاشية الطحطاوي على المراقي، ص: ۶۱۲، هندية، ۱/۲۲۸، فيصل۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں: جو قبرستان وقف قبور کے واسطے ہوا ہے، اس میں مکان یا مسجد بنانا درست نہیں کہ وہ سب زمین قبور کے واسطے وقف ہوئی ہے، خلاف شرط واقف کی کوئی تصرف درست نہیں ہے، کذا فی عالمگیریۃ [فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۵۱۴]

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے اگر وہ قبرستان وقف ہے اور اس میں مردوں کا دفن متروک ہو چکا ہے، یعنی وہ بیکار ہو چکا ہے تو اس میں مسجد بنا سکتے ہیں، یعنی ادنی وقف کو اعلیٰ سے تبدیل کر سکتے ہیں، اور اگر وہ قبرستان ابھی چالو ہے یعنی مردے دفن ہوتے رہتے ہیں تو اس قبرستان میں مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔ [دارالافتاء

دارالعلوم دیوبند رقم: 600893] مثلہ دارالافتاء بنوری ٹاؤن، فتویٰ نمبر: 144104200873، نظام الفتاویٰ، جلد: ۴، جزء ۲، ص: ۲۰۷، زکریا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

البقعة الموقوفة على جهة إذا بنى رجل فيها بناءً أو وقفها على تلك الجهة يجوز بلا خلاف تبعاً لها، فإن وقفها على جهة أخرىٰ اختلفوا في جوازه، والأصح أنه لا يجوز. (كذا في الغياثية ۲/۳۵۳، الباب الثاني فيما يجوز وقفه، فيصل)

سوال نمبر: (۶) ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں، لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بدلگی ہوئی ہے، اوران پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں، اورمختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہورہی ہیں، اس تناظر میں اگرضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کردیئے جائیں تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہوگی، اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں، اورفتوے بھی آئے ہیں، لیکن ان دنوں مسلمانوں اوران کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جورویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشاء واقف کے خلاف تصورتونہیں کیا جائے گا؟ اگرادارہ قائم کردینے سے اراضی کا تحفظ ہوتو شرعاً یہ پہلوراجح ہوگا یانہیں؟ اگرادارے پر کچھ کرایہ مقرر کردیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہوتو کیا یہ صورت شرعاً درست ہوگی۔؟

جواب: حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی تحریر فرماتے ہیں کہ قبرستان پروقف اراضی اگرکافی وسیع ہواور بظاہر مستقبل میں طویل عرصہ تک قبرستان کووہ زمین مطلوب نہ ہوتو فاضل اراضی میں دینی درسگاہ یا مسلمانوں کے لئے مخصوص عصری تعلیمی ادارے قائم کئے جاسکتے ہیں، البتہ ادارہ پراس کا کچھ کرایہ بھی عائد کردیا جائے تاکہ یہ کرایہ قبرستان ہی کی ضروریات پرصرف ہواوراس طرح واقف کے منشاء کی بھی تکمیل ہواورمسلمانوں کے مصالح کی رعایت بھی۔[جدید فقہی مسائل ۲/ ۲۸۶، ۲۹۲، نعیمیہ]

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ایسے قبرستان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں جوسالوں سے غیرآباد ہو، وہاں مردے دفن نہ ہوتے ہوں اوراس کا استعمال غلط ہورہا ہو، تو باہمی مشورہ سے وہاں دینی مدرسہ بنالینا شرعاً درست ہے۔[محمودیہ ۲۳/ ۳۰۸، مکتبہ محمودیہ]

اسی طرح دوسری جگہ لکھتے ہیں اگروقف ہونے کے باوجود وہ جگہ ضرورت سے زائد ہے اور بیکار رہنے سے اندیشہ ہے کہ کوئی اس پر غلط تصرف کرکے، جس سے وقف ہی ضائع ہوجائے تو دینی مدرسہ کی تعمیر کرنا بھی درست ہے۔[۲۳/ ۳۱۷]

مفتی شبیر احمد قاسمی تحریر فرماتے ہیں ''اگر قبرستان کی فاضل زمین ہے اور آئندہ قبرستان کو اس زمین کی ضرورت نہیں پڑے گی، اور اس پر لوگوں کے ناجائز قبضہ کا خطرہ ہے تو قبرستان کی ایسی زمین پر مدرسہ یا مسجد کی تعمیر کر دینا جائز اور درست ہے، نیز اگر قبرستان افتادہ ہو چکا ہے اس میں دفن کا سلسلہ باقی نہیں رہا، تو اس پر مسجد یا مدرسہ قائم کرنا جائز اور درست ہے، اس لئے مسجد اور مدرسہ قبر کے مقابلہ میں اعلیٰ اور ارفع اوقاف میں سے ہیں، لہٰذا مسجد یا مدرسہ قائم کرنے میں واقف کی غرض کی درحقیقت مخالفت نہیں ہے، بلکہ واقف کا مقصد پورا پورا حاصل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے عمدۃ القاری وغیرہ میں افتادہ قبرستان میں مسجد بنانے کو جائز لکھا ہے، عمدۃ القاری کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

'ولو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قومٌ عليها مسجداً لم أر بذلک بأساً .(وقوله) فذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد لأن المسجد ايضاً وقف من أوقاف المسلمين، عمدة القاری ۴/۱۷۹، بیروت، ۳/۴۳۵، زکریا۔[انوارِ رحمت ص: ۱۵۱]

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں ''مقبرہ کو مدرسہ کرنا بھی جائز ہے، قیاساً علی المسجد بشرطیکہ مردوں کا جسم بغلبۂ ظن خاک ہو گیا، اور نئی قبریں اس جگہ نہ ہوں، جہاں مدرسہ بنایا گیا ہے، اور بشرطیکہ جائز آمدنی سے مدرسہ بنایا جائے، (امداد الاحکام ۵/ ۲۷۵)

حضرت تھانویؒ نے بھی [عمدۃ القاری] کی عبارت کے ذیل میں افتادہ قبرستان میں موقوفہ انجمن قائم کرنے کو جائز لکھا ہے۔[امداد الفتاویٰ، کتاب الوقف ۲/ ۵۷۹، زکریا]

فتاویٰ بنوری ٹاؤن کی تحریر ملاحظہ فرمائیں ''اگر قبرستان موقوفہ ہو کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو تو وہ قبرستان جس مقصد کے لئے وقف ہے، اسی میں استعمال کرنا لازم ہے، اگر پرانی قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں اور اس میں مدفون اموات مٹی بن چکی ہوں تو اس میں جدید اموات کی تدفین کی جائے اور اگر تدفین کی حاجت نہیں رہی تو اس زمین کو کسی ایسے مصرف میں استعمال کرنا جائز ہے، جو وقف ہی ہو، مثلاً: مدرسہ، مسجد، عیدگاہ یا جنازہ گاہ وغیرہ۔

وسئل هو ايضاً عن المقبرة فی القری الخ[الفتاوىٰ الهندية ۲/۴۷۰] وقال الزيلعی: ولو بلی الميت الخ۔[شامی ۲/۲۳۳] قال ابن القاسم: لو أن مقبرة الخ [عمدة القاری ۶/۴۷۳] (فتویٰ نمبر: 144204200539) (مثلہ دار الافتاء دار العلوم دیوبند رقم: ۱۶۵۸۵۴)

مفتی نظام الدین صاحب اعظمی تحریر فرماتے ہیں کہ ''جو قبرستان موقوفہ ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ جب تک ان میں مردے ہی دفن کرنا متعین ہے، ان کے علاوہ کسی اور کام میں اس طرح لانا جس سے منشاء واقف فوت ہو درست وجائز نہیں۔

ہاں جوموقوفہ قبرستان اس حالت میں پہنچ گیا کہ اس میں تدفین موقوف ہوگئی اور آئندہ اس کی توقع بھی نہ ہو کہ تدفین ہوگی بلکہ اس کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہوگیا ہوتو اس کے اور اس کے واقف کے منشاء کے تحفظ وبقاء کے لئے جومناسب صورت ہو اختیار کرنا ضروری ہے۔[منتخبات نظام الفتاویٰ ۲ / ۳۸۰، کتاب الوقف، نئی دہلی] (نظام الفتاویٰ، جلد چہارم، جزء ۲، ص:۲۰۶-۲۰۷، زکریا)

مفتی حکیم احمد حسن خاں صاحب ٹونکیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''گورستان مردے دفن کئے جانے کے واسطے ہوتے ہیں، اس میں گھر عمارت وغیرہ بنانے سے اگر گورستان کا یہ مقصد متأثر ہوتا ہے تب تو یہاں تعمیر کرانا مناسب نہیں ہے، بلکہ صحیح بھی نہیں ہے، لیکن اگر گورستان کا یہ مقصد متأثر نہیں ہوتا اور قبور کو مسمار کرنے یا میدان بنادینے کی نوبت بھی نہیں آتی ہے تو پھر گورستان کے کناروں پر ضرورت کی حد تک دینی مدرسہ بنالینے کی گنجائش ہے، لیکن اس کی تکمیل نظم وقف کی اجازت سے کی جائے، منتظمین وقف گورستان کے مقصد مذکورہ کو سامنے رکھ کر دیانت دارانہ اجازت دیں گے۔[فتاویٰ علم وحکمت ۲ / ۵۴۱]

سوال نمبر:(۷) ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقہ ایسے ہیں جہاں نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں، کھیتی کے زمانے میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے، جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے، ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نمازِ جنازہ ہو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

جواب: مفتی سلمان صاحب منصور پوری تحریر فرماتے ہیں قبرستان کے خالی حصہ میں چبوترہ بنا کر اس میں نمازِ جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

أو كان في المقبرة موضع أعد للصلوٰة ولا قبر ولا نجاسة فلا بأس. (شامی ۲/۴۲۵، زکریا) تكره الصلوة في المقبرة إلا أن يكون فيها موضع أعد للصلوٰة ولا نجاسة فيه ولا قذر فيه۔ [الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۳۵۷، دیوبند] [کتاب النوازل ۱۴/۳۵۴]

مفتی احمد خانپوری ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں جب یہ جگہ مسلمانوں کی مملوکہ ہے تو اس کے ایک کونہ میں (قبروں سے الگ) نمازِ جنازہ کے لئے جگہ بنا سکتے ہیں، البتہ اس کے قبلہ رخ دیوار بنالی جائے تاکہ سامنے کوئی قبر نہ رہے۔

(طحطاوي على مراقي الفلاح، ص:۱۹۶) [محمود الفتاویٰ ۲/۳۲۲/۷] (مستزاد: الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوٰة، فصل في المكروهات، ص:۳۵۶، ۳۵۷، بيروت)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی تحریر فرماتے ہیں قبور میں اگر نمازِ جنازہ کی پڑھ دیوے تو درست ہے، مگر خارج از قبور ہونا بہتر ہے۔ [فتاویٰ رشیدیہ، ص:۴۰۸]

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی تحریر ملاحظہ فرمائیں کہ موقوفہ قبرستان تدفین اموات کے لئے وقف ہوتا ہے، اس کے کسی حصہ کو جنازہ گاہ بنانا درست نہیں، اگرچہ چھت ڈال کر ہو، لہٰذا ذمہ داران کو چاہئے کہ قبرستان کے کسی حصہ کو چھت ڈال کر بھی جنازہ گاہ نہ بنائیں، بلکہ بستی کے سب حضرات حسب استطاعت چندہ دے کر قبرستان کے قریب کوئی زمین خرید کر جنازہ گاہ کے لئے وقف کردیں اور وہاں نمازِ جنازہ ادا کی جائے۔ [دارالافتاء دارالعلوم دیوبند رقم:۶۰۶۰۴۵، ۶۰۷۳۳۶]

قد تقرر عند الفقهاء أن مراعاة غرض الواقفين واجبة، وأن نص الواقف كنص الشارع، كذا في عامة كتب الفقه والفتاوىٰ۔

البقعة الموقوفة على جهة إذا بنى رجل فيها بناء ووقفها على تلك الجهة يجوز بلا خلاف تبعاً لها، فإن وقفها على جهة أخرىٰ، اختلفوا في جوازه والأصح أنه لا يجوز كذا في الغياثية۔ [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف، ۲/۳۶۲، المطبعة الكبرىٰ الأميرية، بولاق، مصر]

نیز دوسری جگہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ قبرستان میں نماز کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ سامنے قبریں نہ ہوں، اور بہتر یہ ہے کہ نمازِ جنازہ دوسری جگہ پر پڑھیں،

ولا بأس بالصلوٰة فيها (أي في المقبرة) موضع أعد للصلوٰة وليس فيه قبر ولا نجاسة كما في الخانية ولا قبلة إلى قبر حلية. ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، قبيل مطلب في الصلوٰة في الأرض المغصوبة ۱/۳۸۰، كراچی۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵/۳۵۰، ۳۵۱، [مستزاد: شامی ۲/۱/۹۷، كوئٹه]

مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں ''مقبرے میں نماز پڑھنا جب کہ قبور بجانب قبلہ اور مصلی کے سامنے ہوں مکروہ ہے، درمختار میں ہے:

وتكره في أماكن كفوق كعبة وفي طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة۔۔۔۔ الخ۔ وقد عقد الحديث العلامة نجم الدين الطرسوسي في منظومة الفوائد فقال نهى الرسول احمد عن البشر عن الصلوٰة في بقاع تعتبر معاطن الجمال ثم مقبرة الخ [الدر المختار ۱/۳۷۹، كتاب الصلوٰة، سعيد]

اور حدیث ''نہی عن الصلاۃ فی المقبرۃ'' عام ہے، تخصیص کی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف کی دلیل تعامل سلف ہے کہ نمازِ جنازہ قرونِ اولی سے لے کر عہد ائمہ تک اور زمانہ بعد میں بھی مقابر میں پڑھنے کا دستور نہ تھا اور روایات فقہیہ بھی اس بارے میں صریح ہیں کہ مقبرے میں نماز مطلقاً ممنوع ہے، البتہ ایسی صورت میں

کہ مقبرے کی کسی جانب میں جگہ مقابر سے خالی ہو اور قبریں سامنے قبلے کے نہ ہوں یا اتنی دور ہوں کہ نمازی کی نظر حالت خشوع ان پر نہ پڑے یا کوئی حائل مثل دیوار وغیرہ کے درمیان میں ہو تو پھر نماز مطلقاً خواہ جنازہ کی ہو یا فرائض الوقت میں سے جائز ہے۔

وذلک لما فی العالمگیریة: وفی الحاوي وإن کانت القبور ماوراء المصلی لایکرہ، فإنه إن کان بینه بین القبر ما لو کان فی الصلاة ویمر الإنسان لا یکرہ فهٰهنا أیضا لا یکرہ۔[عالمگیریه مصری، فی مکروهات الصلوٰة، ص:۱۰۰، ۱۲۰] وصرح بالجواز مع الحائط ونحوہ فی الخلاصة۔(امداد الفتاویٰ جامع، ۱۴۶/۵)

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ قبرستان میں نمازِ جنازہ کے لئے چبوترے کی جگہ بنانے سے متعلق سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''چبوترہ جس زمین پر بنایا گیا ہے اگر وہ زمین قبرستان کی اور دفن اموات کے لئے وقف ہے تو اس کو نماز کے لئے مخصوص کرنا جائز نہیں ہے، اس چبوترے کو توڑ دیا جائے اور زمین کو دفن اموات کے لئے خالی کر دیا جائے اور اگر چبوترے کی زمین دفن کے لئے وقف نہیں، بلکہ واقف نے نمازِ جنازہ کے لئے وقف کی ہے تو اس پر نمازِ جنازہ جائز ہے اور اس کے آگے قبلہ کی جانب سترہ قائم کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة۔[ردالمحتار، کتاب الوقف ۶۲۶۵/۶، زکریا]

شرط الواقف کنص الشارع أي فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به۔[الدرالمختار، کتاب الوقف، زکریا ۶۴۹/۶) لأن شرط الواقف معتبر، فیراعی کالنصوص، [تبیین الحقائق، کتاب الوقف، بیروت ۲۶۹/۴]

سئل شمس الأئمة۔۔۔عن المقبرة فی القریٰ-إلی- ولها حکم المقبرة۔(هندیة، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر زکریا ۴۶/۲)، وکذا الفتاویٰ التاتارخانیة، الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد زکریا ۱۶۰/۸، وکذا فی فتح القدیر، کتاب الوقف، زکریا ۲۲۲/۶. کفایت المفتي ۵۲۷/۱۰، زکریا](مستزاد: فتاویٰ شامی ۴۶۴/۳، کوئٹه وکذا ۴۵۶/۳، کوئٹه۔ الفتاوی الهندیة ۴۱۶/۲، فیصل)۔

اس مسئلہ سے متعلق حضرت تھانویؒ کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں، امداد الفتاویٰ میں ہے:

تحقیق کراہت صلوٰۃ جنازہ در مقبرہ: میں نے ایک زمانے میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا تھا، چنانچہ تتمہ جلد اول فتاویٰ امدادیہ ص:۴۹/ پر وہ فتویٰ درج ہے، اور اس جواز کی تقویت میں اس سے استدلال کیا گیا تھا کہ قبر خود نعش سے

زیادہ نہیں لیکن ایک عزیز نے شرح جامع صغیر میں یہ حدیث دکھلائی۔

نهى أن يصلى على الجنائز بين القبور. (طس عن أنس) اور اس کی وجہ یہی بیان کی ہے "فإنها صلوٰة شرعية والصلوٰة في المقبرة مكروهة تنزيها."

اور یہ بھی کہا ہے اسنادہ حسن، یہ اس باب میں صریح روایت ہے اور درایت محضہ پر روایت مقدم ہے، لہٰذا اس فتویٰ سابقہ سے رجوع کرتا ہوں، گو نماز ادا ہو جائے گی مگر کراہت کا حکم کیا جائے گا، جیسا کہ عزیزی کا قول اوپر نقل کیا گیا ہے اور غور کرنے سے اس درایت کا جواب بھی ذہن میں آ گیا، وہ یہ ہے کہ فقہاء نے نمازی کے سامنے شمع وسراج کے ہونے کو جائز فرمایا ہے، اور انگارے کے سامنے ہونے کو مکروہ فرمایا ہے اور وجہ فرق کی یہ بیان کی ہے:

لأنه لم يعبدهما أحد والمجوس يعبدون الجمر لا النار الموقدة۔ [درمختار وردالمحتار ۱/۶۱۰]

بس یہی فرق قبر اور نعش میں ہوسکتا ہے کہ قبر کی پرستش معتاد ہے نعش کی معتاد نہیں، پس درایت کا شبہ بھی ساقط ہو گیا اور کراہت کا حکم محفوظ رہا۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ روایت ودرایت میں تعارض نہیں اور اگر تعارض ہوتا تب بھی روایت پر عمل ہوتا۔

[فرع] چونکہ میرے فتویٰ سابقہ کو دیکھ کر مولانا محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے اپنے فتویٰ کراہت سے رجوع کر لیا تھا، كما في رسالة "المفتي" لشوال سنة ۵۷ھ تحت عنوان "اختيار الصواب" مفصلاً اس لئے اپنی تحقیق حال کی اطلاع ان کو بھی ظاہر کر دی ہے۔ [امداد الفتاویٰ ۱/ ۷۳۳، مع جدید حاشیہ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری، زکریا]

ایک زمانے میں مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے بھی اس مسئلہ کے جواز کا فتویٰ دیا تھا، لیکن امداد الفتاویٰ کی اسی تحقیق کی بنیاد پر مفتی صاحبؒ نے بھی اپنے سابقہ فتوے سے رجوع کر لیا۔ [مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۸/ ۱۸۷، لاہور]

نوٹ: مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے واپس اپنے فتویٰ کراہت کی طرف رجوع کرنے کی مطابقت "امداد المفتین جامع" سے کر لی گئی ہے۔ [مستفاد: امداد المفتین جامع ۵/ ۱۴۸]

سوال نمبر: (۸) بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانے میں اپنے مویشیوں اور گائے بیل وبھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے، کیا اس کی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی

حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

جواب: مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی تحریر فرماتے ہیں ''قبرستان کو راستہ بنا کر گذرنا اور کھلیان بنا کر اس میں دونی وغیرہ کرنا سب ناجائز ہے، ایسا کرنے والے سب گناہ گار ہوں گے، مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ایسی حرکتوں سے لوگوں کی روک تھام کریں۔

ویکرہ أن یبنی علی القبر أو یقعد أو ینام علیہ أو یوطأ علیہ الخ۔[فتاویٰ عالمگیریہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، زکریا قدیم ۱/۱۶۶، جدید ۱/۲۲۷، بدائع الصنائع، قبیل فصل الشہید قدیم، ۱/۳۲۰، جدید زکریا ۲/۶۵] فعلی ھذا ما ذکرہ اصحابنا فی کتبھم من أن وطاء القبور حرام،[شامی، باب صلوٰۃ الجنائز، قبیل مطلب فی وضع الجرید ونحو الأس علی القبور، کوئٹہ ۱/۱۶۶، کراچی ۲/۲۴۵، زکریا ۳/۱۵۵] (فتاویٰ قاسمیہ ۱۸/۶۸۲، رقم: ۸۳۷۸)

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری تحریر فرماتے ہیں ''قبرستان کی زمین مردوں کو دفن کرنے کے لئے وقف ہوتی ہے، لہٰذا قبرستان کی زمین اسی کام میں استعمال کرنا چاہئے، اس کے علاوہ دوسرے کام میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: شرط الواقف کنص الشارع ۳/۵۷۵، کتاب الوقف۔

شامی میں ہے:

علی انھم صراحوا بأن مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ ۳/۵۸۵، کتاب الوقف

لہٰذا قبرستان کی زمین جانور پالنے کے لئے کسی شخص کو دینا جائز نہیں ہے، اگر زمین کھلی ہوئی ہو تو دیوار بنا کر احاطہ کرلیا جائے کہ زمین کی حفاظت ہوجائے۔[فتاویٰ رحیمیہ، ۹/۱۶۶، ۱۸۶، لاہور]

شیخ وھبۃ الزحیلی متوفی: ۱۴۳۶ھ تحریر فرماتے ہیں ''اتفق الفقھاء علی ھذہ العبارۃ وھی أن شرط الواقف کنص الشارع واختلفوا فی مدلولھا ومداھا۔۔۔ ورتب الحنفیۃ علی ھذہ القاعدۃ: أن کل ما خالف شرط الواقف فھو مخالف للنص، والحکم بہ حکم بلا دلیل، سواء أکان کلام الواقف نصاً أم ظاھراً، لأنہ یجب اتباعہ عملاً بقول المشائخ: شرط الواقف کنص الشارع۔[الفقہ الاسلامی وأدلتہ، شرط الواقف ۸/۱۷۸، ۱۷۹]

واللہ تعالیٰ اعلم

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

ڈاکٹر محمد مصطفی عبدالقدوس ندوی

الحمد اللہ مسلمانوں نے پورے ملک میں جہاں بہت سی اراضی مختلف قسم کے کار خیر میں وقف کی ہیں، وہیں بڑے پیمانہ پر مسلمان اموات کی تدفین کی غرض سے قبرستان وقف کر رکھے ہیں، تقریبا ملک کے تمام شہروں، دیہاتوں اور قصبات میں قبرستان پائے جاتے ہیں، بعض بعض مقامات پر بڑی بڑی اراضی اس مقصد کے لئے وقف ہیں؛ لیکن حالات کی ستم ظریفی ہے کہ بے شمار جگہوں میں قبرستان کی اراضی پر غیروں سے زیادہ خود اپنوں نے قبضہ کر رکھا ہے، اور ہنور ناجائز قبضوں کا سلسلہ جاری ہے۔ بہت سی جگہوں پر مسلمانوں نے توجہ دی اور کمیٹیاں بنا کر کسی قدر تحفظ کا سامان بھی کیا، بعض ریاستی سرکاروں نے بھی گھیرا بندی میں مدد کی، خود مسلمانوں نے بھی بے شمار قبرستانوں میں چہار دیواری کے ذریعہ تحفظ کا کام کیا۔

اس پس منظر میں بہت سی جگہوں میں چہار دیواری دکانوں کی شکل میں کر دی گئی ؛ تاکہ تحفظ کے ساتھ قبرستانوں کی آمدنی بھی ہو اور اس سے نظام قبرستان میں مدد مل سکے۔ اس نقطۂ نظر سے بعض سوالات پیدا ہوتے ہیں جو عام طور پر قبرستان کی بعض کمیٹیوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں، اسی سلسلہ کے بعض سوالات مرتب کر کے مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنو، یوپی کی جانب سے بھیجے گئے ہیں، وہ سوالات اور ان کے جوابات یہ ہیں:

۱-اوپر مارکیٹ اور نیچے قبریں:

سوال (۱): اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریباً دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں ؛ تاکہ نیچے تدفین جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں، اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

جواب: مردوں کی بے حرمتی سے بچتے ہوئے اس طور پر کہ قبروں سے بچتے ہوئے ستون تعمیر کئے جاسکتے ہوں اور جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ پلر دس پندرہ فٹ اونچے ہوں، اس پر چھت ڈال دی جائے اور اس پر دکانیں رہیں، تو شرعا اس کی گنجائش ہے؟ اس لئے کہ نصوص اور فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کی دو وجہیں ہیں:

اول: قبروں اور ان میں موجود مردوں کی بے حرمتی اور بے ادبی ہے؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر بیٹھنے اور چلنے سے منع فرمایا:

»لأن يجلس أحدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ، فَتَخْلص إلى جِلْدِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ« (مسلم عَنْ أبي هريرة، الجنائز، باب النهي عَنِ الْجُلُوسِ عَلَى الْقَبْرِ وَالصَّلاةِ عَلَيْهِ، حديث نمبر: ۹۶ - ۹۷۱)۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَأَنْ أَمْشِي عَلَى جمرة، أَوْ سَيْفٍ، أَوْ أَخْصِف نَعْلِي بِرِجْلِي، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْشِي عَلَى قَبْرِ مُسْلِمٍ، وَمَا أَبالي أوسط الْقُبُورِ قَضَيْتُ حَاجَتِي، أو وسط السوق (ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاءَ في النَّهْيِ عَنِ الْمَشْيِ عَلَى الْقُبورِ، وَالجُلُوسِ عَلَيْهَا، حديث نمبر: ۱۵۶۷، محقق محمد فواد عبد الباقي بيان هے: في الزوائد إسناده صحيح، لأن محمد بن إسماعيل شيخ ابن ماجة وثقه أبو حاتم والنسائي وابن حبان وباقي رجال الإسناد على شرط الشيخين)

یہ دو حدیثیں اور ان کے علاوہ ان کے ہم معنی احادیث کی روشنی فقہاء نے کہا: قبروں پر بیٹھنا، چلنا اور اس کی جانب ٹیک لگانا مکروہ ہے، امام نووی کا بیان ہے:

" ذَلِك مَكْرُوهٌ عِنْدَنَا وَبِهِ قَالَ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ مِنْهُمُ النَّخَعِيُّ وَاللَّيْثُ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَأَحْمَدُ وداؤد . "

(المجموع شرح المهذب: ۲/ ۲۱۲، بابُ التَّعْرِيَةِ وَالْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ.

دوم: قبروں پر یا اس طرف رخ کر نماز پڑھنا، جس میں قبروں کو معبود بنانا لازم آتا ہے، اس جہ سے رسول اللہ نے قبروں کو مساجد بنانے اور قبروں پر نماز پڑھنے سے سختی سے روکا ہے:

عن عَائِشَةَ، وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: وَهُوَ كَذَلِكَ: »لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى اليهودِ، وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا. (بخاری، أحاديث الأنبياء، بابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، حديث نمبر: ۳۴۵۳، مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، بابُ النَّهْيِ عَنْ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ، عَلَى الْقُبُورِ وَاتِّخَاذِ الصُّورِ فِيهَا وَالنَّهْيِ عَنِ اتِّخَاذِ الْقُبُورِ مَسَاجِدَ، حديث نمبر: ۲۲ - ۵۳۱) - عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: »لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا المساجد والسرج. (ترمذی الصلاة، باب ما جاءَ في كَرَاهِيَةِ أَنْ يَتَّخِذُ عَلَى الْقَبْرِ مستجدا، حديث نمبر: ۳۲۰)

امام ترمذی کا بیان ہے:

حضرت ابن عباس کی حدیث حسن ہے، ابوداود، باب في زيارة النساء القبور، حدیث نمبر: ۳۲۳۶)؛ اسی بناء

پر قبروں پر نماز پڑھنے کو بعض فقہاء نے حرام قرار دیا ہے اور بعض نے مکروہ کہا ہے:

" وفيه: منع بناء المساجد على القبور وَمُقْتَضَاهُ التحريم، كيف وقد ثبت اللعن عَلَيْهِ؟ وأما الشافعي وأصحابه فصرحوا بالكراهة. (عمدة القاري: ۴ / ۱۷۴، (باب هَلْ تُنْبَشُ قُبُورُ مُشْرِكِي الجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ).

یہاں ممانعت کی یہ دونوں وجہیں نہیں پائی جارہی ہیں (دیکھئے: جدید فقہی مسائل از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی: ۲ / ۲۲۸۲۹۷)۔ نیز چھت اتنی اونچی ہے کہ مردوں کو دفنانے اور زائرین کو آنے جانے میں کوئی دقت بھی نہیں ہے، اور تاریخی اعتبار سے مسجد نبوی کی جگہ مشرکین کا قبرستان تھا، آپ ﷺ کے حکم سے ان قبروں کو کھودا گیا پھر برابر کر دیا گیا، اور مسجد نبوی کی تعمیر عمل میں آئی۔

(أخرجه البخاري في الصلاة، باب : هل تُنْبَش قُبُورُ مُشْرِكِي الجَاهِلِيَّةِ، وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ، برقم:428)

فقہاء نے بوسیدہ قبروں میں دوسرے میت کی تدفین، اسی طرح بوسیدہ قبروں پر بلڈنگ کی تعمیر کو جائز قرار دیا ہے۔

" وَلَوْ بَلِي الْمَيِّتُ وَصَارَ تُرَابًا جَازَ دَفْنُ غَيْرِهِ فِي قَبْرِهِ وَزَرْعُهُ وَالْبِنَاءُ عَلَيْهِ. (تبيين الحقائق: ۱ / ۲۴۶، البحر الرائق: ۲ / ۲۱۰)۔

نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ قدیم بوسیدہ قبریں ہوں تو وہاں مسجد کی تعمیر درست ہے؛ البتہ اگر ہڈیاں ملیں تو ان کو جمع کر کر کے قبرستان کی دوسری جگہوں میں دفن کر دی جائیں۔ جواز کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں؛ چونکہ جس طرح قبرستان عام مسلمانوں کے مفاد کے لئے وقف ہے اسی طرح مسجد بھی عام مسلمانوں کے مفاد کے لئے وقف ہوتی ہے اور دونوں ہی مسلمانوں کے اوقاف ہیں، یعنی دوسرے الفاظ میں دونوں کا مصرف مسلمان ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی کا بیان ہے:

" وأما المقبرة الدائرة إذا بني فيها مسجد ليصلى فيه فلم أر فيه بأسا، لأن المقابر وقف، وَكَذَا الْمَسْجِد، فمعناها واحد " .(عمدة القاري: ۴ / ۱۷۴، باب هَلْ تُنْبَشُ قُبُورُ مُشْرِكِي الجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مكانها مساجد)

جب بوسیدہ قبرستان میں مسجد کی تعمیر درست ہے تو قبروں پر چھت ڈال کر مسجد بنانا بدرجہ درست ہوگا، دونوں جگہیں قدر مشترک علت مردوں کی بے حرمتی اور بے ادبی نہ ہونا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریباً دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں؛ تاکہ نیچے تدفین جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں، اور آمدنی قبرستان کو

ملتی رہے، تو شرعا اس کی گنجائش ہے؛ اس لئے کہ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی نہیں ہورہی ہے، اور ساتھ ہی قبرستان کا فائدہ ہورہا ہے، اس سے واقف کے منشا کی خلاف ورزی نہیں ہورہی ہے؟ اس لئے مردوں کی تدفین میں کوئی خلل واقع نہیں ہورہا ہے، مزید برآں قبرستان کا مالی فائدہ ہورہا ہے جو قبرستان کی ضروریات پر خرچ ہو کر قبرستان موقوفہ جائیداد کی بقاء وحفاظت میں معاون ثابت ہوگا۔

۲۔چھت کے اوپر اور اس کے نیچے قبرستان:

سوال (۲): اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کی باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں، تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورت حال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ قبرستان میں پلر دیکر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھٹ فٹ مٹی رکھ دی جائے، جس کی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔

اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب: اگر ضرورت پڑنے پر جیسا کہ سوالنامہ میں ضرورت کا تذکرہ موجود ہے تو موجودہ قبرستان میں پلر دیگر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھٹ فٹ مٹی رکھ دی جائے، جس کی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل میں آئے تو ایسا کرنا شرعا درست ہے؟ کیونکہ اس میں مردوں اور قبروں کی بے حرمتی لازم نہیں آتی ہے اور نہ ہی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا لازم آتا ہے کہ، جس کی وجہ سے غیر اللہ کی عبادت کی مشابہت پائی جائے اور نہ ہی قبریں سامنے پڑتی ہیں اور نہ ہی قبروں پر بیٹھا جانا اور روندنا پایا جاتا ہے؛ بلکہ یہاں تو مسجد نہیں بنائی جارہی ہے بلکہ قبرستان ہی بنایا جارہا ہے، جبکہ جیسا کہ اوپر بات آچکی ہے کہ قبروں کی بے حرمتی کئے بغیر اوپر چھت ڈال کر مسجد بنائی جاسکتی ہے، ہاں؛ البتہ چھت اتنی اونچی رہے کہ نیچے مردوں کو دفنانے اور زائرین کو آنے جانے میں کوئی دقت نہ ہو۔ سوچنے کا مقام ہے کہ جب بوسیدہ قبرستان مسجد بن سکتی ہے اور بعض شرطوں کی رعایت کے ساتھ پلر دے کر مسجد کی تعمیر درست ہوسکتی ہے تو قبرستان بنانے کی اجازت بدرجہ اولی ہوگی؟ کیونکہ وجہ جواز کی علت مردوں کی بے حرمتی نہ ہونا ہے اور نیز یہ تو اتحاد جنس کے قبیل سے ہے۔

۳۔قبرستان کی تبدیلی وفروختگی کا حکم:

سوال (۳): قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمد ورفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گذرنا دشوار ہوجاتا ہے، کمیٹی اس صورتحال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو

فروخت کر دیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جبکہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں، مختلف مقاصد کے لئے، جیسے: بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے، کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

جواب: سوال میں جو صورت حال ذکر کی گئی ہے کہ تدفین کی دشواریوں کے علاوہ گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہو گیا ہے، آمد و رفت کی دشواری ہوتی ہے، میت لے کر گذرنا اور دشوار ہوتا ہے، اس میں اس قبرستان کو فروخت کرنا، اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی کرنا یا اس قبرستان کے بدلہ آبادی سے باہر وسیع اراضی حاصل کرنا تا کہ وہاں تدفین کا عمل آسانی سے ہو سکے اور آنے جانے کی دشواری بھی دور ہو جائے، تو فروختگی اور استبدال کی یہ شکل شرعا درست ہے؛ کیونکہ یہ پرانا قبرستان تقریبا نا قابل انتفاع بن چکا ہے، جو صورت حال ہے اس میں اس کی نافعیت استبدال پر موقوف ہو چکا ہے، ایسی صورت میں از روئے شرع استبدال درست ہے؟ اس لئے کہ حدیث پاک » لا يُبَاعُ وَلا يُوهَبُ وَلا يُورث میں وقف کی خرید و فروخت وغیرہ سے جو روکا گیا ہے، اس کا مقصد وقف کی حفاظت و بقا ہے، اس کو کار آمد اور نفع بخش بنائے رکھنا ہے، اور جب اس کی حفاظت و بقا ممکن نہ ہو یا اس کی نافعیت بالکل ختم ہو چکی ہو، یا بہت کم ہو، تو وقف کا مقصد فوت ہو چکا ہے، ایسی صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ خود صاحب وقف کی جانب سے معنی اور دلالۃً استبدال کی اجازت متصور ہوگی، اسی بنیاد پر علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اگر استبدال کے بغیر وقف سے نفع اٹھانا ہی ممکن نہ ہو، تو اس صورت میں بالاتفاق استبدال جائز ہے:

" فينبغي أن لا يختلف فيه " (فتح القدير: ۶/ ۲۱۲، ط: دار الكتب العلميه بيروت، نیز دیکھئے: فتح القدیر: ۶/ ۲۲۰، البحر الرائق: ۵/ ۴۲۲)۔

علامہ حصکفی امام ابو یوسف کے قول پر تفریع کرتے ہوئے اس صورت میں بھی استبدال وقف کی اجازت دی ہے جس میں موقوفہ جائیداد فی الجملہ قابل انتفاع ہے؛ لیکن استبدال وقف کے ذریعہ اس کی نافعیت میں مزید اضافہ اور اس کو زیادہ نفع بخش بنایا جا سکتا ہے:

الرَّابِعَةُ: أَنْ يَرْغَبَ إِنْسَانٌ فِيهِ بِبَدَلٍ أَكْثَرَ غَلَّهُ، وَأَحْسَنَ صُقْعًا فَيَجُوزُ عَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كما في فتاوى قاري الهداية. (الدر المختار ورد المحتار: 6/588، ط: زكريا ديوبند)

چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر اس وقف کے بدلہ دوسری زمین حاصل کی جائے تو اس سے زیادہ پیداوار اور نفع حاصل ہو تو امام ابو یوسف کے قول پر اس صورت میں استبدال جائز ہے اور اس پر فتوی ہے جیسا کہ فتاوی قاری الہدایہ میں ہے۔

امام محمد سے نقل کیا گیا ہے کہ وقف جب مساکین کے لئے نا قابل انتفاع ہو جائے تو قاضی کے لئے اس کو

فروخت کرنا اور اس سے دوسری جائیداد خریدنا جائز ہے:

الوقف إذا صار بحيث لا ينتفع به المساكين فللقاضي أن يبيعه ويشتري بثمنه غيره. (البحر الرائق: ۵/ ۲۲۳)

حنابلہ کے فقہاء میں سے علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ موقوفہ جائیداد کو بیچنا اصلا درست نہیں ہے؛ لیکن اگر اس کی نافعیت نہ کہ درجہ تک پہنچ چکی ہو تو اس اس وقت بیچنا درست ہے؟ کیونکہ وہ معدوم کے درجہ میں ہے: " إلا وإذا خرب الوقف ولم يرد شيئاً بيع واشترى بثمنه ما يرد على أهل الوقف وجعل وقفاً للأول أن يبلغ في قلة النفع إلى حد لا يعد نفعاً فيكون ذلك كالعدم " (المغنی ۲/ ۲۵۳، ط: دار الفكر - بيروت) "وإذا خرب الوقف ولم يرد شيئاً بيع واشترى بثمنه ما يرد على أهل الوقف وجعل وقفاً للأول " (المغنی ۵/ ۳۶۸).

مزید برآں جبکہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں، مختلف مقاصد کے لئے، جیسے: بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے، توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل بدرجہ درست ہوگی؟ کیونکہ اس سے واقف کا منشا ومقصد بدرجہ اتم پورا ہورہا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہورہا ہے۔

۴ قبرستان میں وضوخانہ بیت الخلاء اور استنجا خانہ کی تعمیر:

سوال (۴): بعض قبرستان کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجا خانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجا خانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں، جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبرین اور میت کی باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمد ورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجا خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجا خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب: اصلاً قبرستان میں بیت الخلاء، استنجا خانے اور وضوخانے بنانا درست نہیں ہیں؟ اس لئے کہ اولا یہ واقف اور وقف کے منشا ومقصد کے خلاف ہے؛ کیونکہ واقف نے مردوں کی تدفین کے لئے وقف کیا ہے، اس طرح موقوفہ زمین مردوں کی تدفین کے لئے متعین ہے اور فقہاء نے صراحت کی ہے کہ واقف کی غرض ومقصد کی رعایت واجب ہے:

"عَلَى أَنَّهُمْ صَرَّحُوا بِأَنَّ مُرَاعَاةَ غَرَضِ الْوَاقِفِينَ وَاجِبَةٌ" (رد المحتار: 4/445 مطلب فِي الْمُصَادَفَةِ على النظر، ط: سعيد كراچي)۔

نیز چونکہ یہ قبرستان، قبرستان میں موجود قبروں اور قبروں میں مدفون مردوں کے احترام کے خلاف ہے اور شرعی نقطۂ نظر سے ہر ایسے عمل سے بچنا ضروری ہے جو مردوں کے لئے باعث اذیت وتکلیف ہو؛ کیونکہ وہ ایسے ہی معزز ہیں جیسے بقید حیات دنیا میں معزز تھے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ [بنی اسرائیل: ۷۰] "اور ہم اولاد آدم کو عزت بخشی ہے"۔ یہ آیت مطلق ہے، اس میں حیات کی قید نہیں ہے؛ اس لئے فقہاء نے کہا:

"لأن الإنسان مكرم" (الجامع الصغير للإمام محمد: ۱/ ۳۲۹، باب ما يجوز بيعه وَمَا لا يجوز)، والآدمي محترم حيا ومينا البناية شرح الهداية: ۳/ ۱۸۱ء كيفية غسل الميت البحر الرائق: ۸/ ۵۵۷، يبدأ من تركة الميت بتجهيزه)

نیز رسول اللہ صلی علیم نے فرمایا: "جس نے قبر پر پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے بیٹھا وہ گویا کہ آگ کے انگاڑے پر بیٹھا» مَن جَلَسَ عَلَى قَبرٍ يَبولُ عَلَيْهِ، أَوْ يَتَغَوَّطُ، فَكَأَنما جَلس على جمرة نار « (شرح المعاني الآثار للطحاوي عن أبي هرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عنه، باب الجلوس على القبور، حديث نمبر: ۲۹۵۱)؛

پس قبرستان میں استنجا خانہ، بیت الخلاء، لیٹرین اور گندے پانی کا حوض بنانا شرعاً جائز ومکروہ تحریمی ہوگا:

"كره "النوم" على القبور" و "كره تحريما "قضاء الحاجة" أي البول والتغوط "عليها" بل وقريبا منها." (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: 1/623، فصل في زيارة القبور)

پس دریافت کردہ صورت میں وضو خانے، بیت الخلاء اور استنجاء خانے قبرستان کے احاطہ سے باہر بنائیں؛ تاکہ قبرستان میں بنانے میں قبرستان کی بے حرمتی اور مردوں کے ساتھ ہے اور ان کو اذیت پہونچا سے بچا جا سکے، جو کہ مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ اوپر تفصیل سے بیان کیا گیا؛ اس لئے مسجد کی اضافی زمین ہو تو اس میں یا دوسرے کی ہو تو اس سے خرید کر اس میں بنائے جائیں۔

اگر صورت حال ایسی ہو کہ وہاں قبرستان سے باہر مسجد یت یعنی مسجد شرعی کو چھوڑ کر مسجد کی اضافی زمین نہ ہو، یا دوسرے کی ہی صحیح کوئی خالی جگہ نہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں قبرستان میں قبروں کی جگہوں کو چھوڑ کر بلکہ قبروں سے اتنی دور کہ وہاں تک گندگی کا اثر نہ پہنچنے پائے، یا اگر قبریں ہوں، لیکن اتنی پرانی ہوں کہ ان کا نام ونشان مٹ چکا ہو کہ مردوں کے باقیات ملنے کی کوئی امید نہ ہو اور وضو خانے، بیت الخلاء اور استنجاء خانے بنانا ناگزیر ہو کہ اگر نہ بنائے جائیں تو وہاں پنج وقتہ نمازیں بند ہو جائیں گی تو شرعی طور پر اس کی گنجائش ہوگی؛ بلکہ ایسی صورت حال میں جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبرین اور میت کی باقیات موجود ہونے کا یقین یا غالب گمان ہو تو ان باقیات کو نکال کر قبرستان کی دوسری جگہوں میں دفن کر دیئے جائیں گے، اور استنجاء خانے وغیرہ بنا لئے جائیں گے، تو اس میں کوئی حرج

نہیں ہے؛ کیونکہ فقہی قاعدہ ہے۔

"الحاجةُ تَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الضَّرورَة، عَامَّةً كَانَتْ أو خاصة .(الأشباه والنظائر لابن نجيم المصري:۱/ ۹۳)۔

واضح رہے کہ لوگوں کی آمدورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر قبرستان کے کسی حصے میں استنجا خانے اور بیت الخلاء بنانے کی شرعاً گنجائش نہیں ہوگی؟ اس لئے یہ اس درجہ کی حاجت نہیں ہے جس کی وجہ سے ممنوعات شرع چیزیں اور کام حلال وجائز ہوجائیں۔

۵۔قبرستان میں مسجد کی تعمیر:

سوال (۵): ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستان میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کو سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجاء خانہ اور بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب: اصلاً قبرستان مردوں کی تدفین کے لئے متعین وقف ہے نہ کہ مسجد کے لئے؛ اس لئے اس میں مسجد کی تعمیر واقف اور وقف کے منشا ومقصد کے خلاف ہے اور فقہاء نے صراحت کی ہے کہ واقف کی غرض ومقصد کی رعایت واجب ہے:

"عَلَى أَنَّهُمْ صَرَّحُوا بِأَنَّ مُرَاعَاةَ غَرَضِ الْوَاقِفِينَ وَاجِبَةٌ .(رد المحتار: 4/445، مطلب فِي الْمُصَادَقَةِ عَلَى النظر، ط: سعيد كراچي)

پس بغیر کسی اشد ضرورت کے اس میں مسجد کی تعمیر کرنا شرعاً صحیح نہیں ہوگا۔ اور یہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجد میں تعمیر کرنا کوئی شرعی حاجت وضرورت نہیں ہے۔

۲۔قبرستان کی زائد اراضی کے تحفظ کی غرض سے تعلیمی ادارہ کا قیام کا مسئلہ:

سوال (۲): ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں؛ لیکن بد قسمتی سے ان کی طرف نظر بد لگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہورہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کردیئے جائیں تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہوگی۔ اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اور فتوے بھی آئے ہیں لیکن ان دنوں مسلمانوں اور ان کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں، اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔ کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشا واقف کے خلاف

تصور تو نہیں کیا جائے گا؟ اگر ادارہ قائم کر دینے سے اراضی کا تحفظ ہو تو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کرایہ مقرر کر دیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہو تو کیا یہ صورت شرعاً درست ہوگی؟

جواب: اصولی طور پر جو زمین جس مقصد کے لئے وقف کی گئی ہو اسی مقصد میں استعمال ہوگی جیسا کہ اوپر تفصیل سے بات آچکی ہے، ہاں کسی خاص مقصد کے تحت مثلاً اس کی حفاظت کا مسئلہ پیدا ہو گیا، اور وہ زمین جس مقصد کے لئے وقف کی گئی اس میں طویل عرصہ تک استعمال کا امکان بھی نہیں ہے، ایسی صورت حال میں کسی دوسرے خاص مقصد کے لئے استعمال کی گنجائش ہوگی؛ تاکہ اس کی حفاظت یقینی ہو جائے۔

زیر بحث مسئلہ میں صورت حال یہ ہے کہ ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں، ان پر ناجائز قبضے ہو رہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس تناظر میں سب سے بڑا مسئلہ قبرستان کی زائد اراضی کا تحفظ کا ہے، ان کے تحفظ کی بہترین صورت ان میں دینی تعلیمی ادارے قائم کر دینا ہے؛ لیکن اس میں شرعی قباحت یہ آتی ہے کہ ان میں دینی ادارے قائم کرنا واقف کے منشا کے خلاف ہوگا۔ اس طرح اگر ان میں دینی ادارے قائم نہیں کئے جاتے ہیں تو زائد اراضی کا تحفظ نہیں ہو سکے گا بلکہ بد نظروں کی نذر ہو جائے گی اور قائم کئے جاتے ہیں تو واقف کے منشا کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ دیکھا جائے تو ان دونوں مفسدے میں بڑا مفسدہ قبرستان کی زائد اراضی کا ضیاع اور ہاتھ سے نکل جاتا ہے، اس لئے اس پہلو کو ترجیح حاصل ہوگی کیونکہ اسلامی فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

"إذا تعارَضَ مَفسَدَتانِ رُوعِيَ أعظَمُهُما ضَرَرًا بارْتِكابِ أخَفِّهِما. (الأشباہ والنظائر: ۱/ ۹۰)

اور ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کر دیئے جانے کی شرعاً گنجائش ہوگی۔ ہاں؛ البتہ ادارہ پر کچھ کرایہ عائد کیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہو اور قبرستان ہی کی ضروریات پر صرف ہو اور اس طرح واقف کے منشا کی بھی کسی حد تک تکمیل ہو جائے اور قبرستان کی زائد اراضی کی حفاظت بھی ہو جائے۔ یہ بات معلوم ہے کہ وقف کے باب میں موقوفہ جائیداد کی حفاظت ونافعیت اور اس کے نفع کو جاری رکھنے، اس کو تقویت پہونچانے اور اس کی منفعت کو مقررہ مصارف پر خرچ کرنے اور اس کے مصالح ومفاد کو بڑی اہمیت حاصل ہے، یہاں تک اس مقصد کو برقرار رکھنے اور اس کو بروئے کار لانے کے لئے واقف کی شرط کی مخالفت کو بھی فقہاء نے جائز قرار دیا ہے، واقف اگر استبدال کی شرط اپنی ذات کے لئے یا کسی اور متعلقہ شخص جیسے متولی کے لئے لگاتا ہے تو اس استبدال کی شرط کو درست کہا ہے، اور اسے اس وقف میں تبدیل کا حق دیا ہے؟

کیونکہ یہ استبدال وقف کی حفاظت اور اس کی نافعیت کی بقا کی ضمانت دیتا ہے اور خود واقف کو جادۂ مستقیم پر ثابت رہنے اور انحراف سے بچانے کے لئے قاضی کی اجازت ضروری قرار دیا:

" إذا شرط الاسْتِبْدَالَ لِنَفْسِهِ فِي أَصْلِ الْوَقْفِ أَنَّ الشَّرْطَ وَالْوَقْفَ صَحِيحَانِ ويملك الاستبدال. (البحر الرائق: ۵/ ۲۲۹)، "إلا بإذن القاضي... إلا بإذن الحاكم فتح القدير: ۶/ ۲۱۲، ۲۲۸، نیز دیکھئے: فتاوی ابن نجیم بہامش الغیاثیہ، ص: ۸۷)۔

اگر استبدال کی شرط نہ لگائی گئی ہو تو واقف اور متولی وقف کے لئے استبدال جائز نہیں ہوگا؛ لیکن وقف کی حفاظت وصیانت اور اس کی نافعیت استبدال وقف پر موقوف ہو جائے تو استبدال کی اجازت ہوگی؟ کیونکہ حدیث پاک میں وقف کی خرید وفروخت وغیرہ سے جو روکا گیا ہے، اس کا مقصد وقف کی حفاظت وبقا ہے، اس کو کارآمد اور نفع بخش بنائے رکھنا ہے، اور جب اس کی حفاظت وبقا ممکن نہ ہو یا اس کی نافعیت بالکل ختم ہو چکی ہو، یا بہت کم ہو، تو وقف کا مقصد فوت ہو چکا ہے، ایسی صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ خود صاحب وقف کی جانب سے معنی اور دلالۃً استبدال کی اجازت پائی جا رہی ہے، اسی بنیاد پر علامہ ابن ہمام لکھا ہے کہ اگر استبدال کے بغیر وقف سے نفع اٹھانا ہی ممکن نہ ہو، تو اس صورت میں بالاتفاق استبدال جائز ہے:

" فينبغي أن لا يختلف فيه " (فتح القدير: ۲/ ۲۱۲، ط: دار الكتب العلميه - بيروت، نیز دیکھئے: فتح القدیر: ۶/ ۲۲۰، البحر الرائق: ۵/ ۴۲۲)۔

اسی طرح اگر موقوفہ جائیداد فی الجملہ قابل انتفاع ہے؛ لیکن استبدال وقف کے ذریعہ اس کی نافعیت میں مزید اضافہ اور اس کو زیادہ نفع بخش بنایا جا سکتا ہے، تو علامہ حصکفی امام ابو یوسف کے قول پر تفریع کرتے ہوئے اس صورت میں بھی استبدال وقف کی اجازت دی ہے:

الرَّابِعَةُ: أَنْ يَرْغَبَ إِنْسَانٌ فِيهِ بِبَدَلٍ أَكْثَرَ غَلَّهُ، وَأَحْسَنَ صُقْعًا فَيَجُوزُ عَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كَمَا فِي فَتَاوَى قَارِئِ الْهِدَايَةِ. (الدر المختار ورد المحتار: 6/588، ط: زكريا ديوبند)

چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر اس وقف کے بدلہ دوسری زمین حاصل کی جائے تو اس سے زیادہ پیداوار اور نفع حاصل ہو تو امام ابو یوسف کے قول پر اس صورت میں استبدال جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ فتاوی قاری الہدایہ میں ہے۔

اسی طرح اگر واقف نے خود وقف کی تولیت اپنے پاس رکھی درآنحالیکہ وہ نااہل ہے اور اس کی امانت مخدوش ہے تو قاضی شریعت کو فقراء کی مصلحت کے پیش نظر اس واقف کو اس کی تولیت سے معزول کرنے کا حق ہے۔ (ردالمحتار: ۶/ ۵۸۷)۔ اس طرح بہت سارے مسائل ہیں جن میں ہمارے فقہاء کرام نے وقف کے مصالح اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کے تحفظ کے لئے فتوی دیئے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ موقوفہ جائیداد کی حفاظت وصیانت اور اس کی نافعیت کو شریعت اسلامیہ میں بڑی اہمیت حاصل ہے؛ لہذا دریافت کردہ صورت میں موجودہ صورت حال کے پیش نظر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر

تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کرنے کی شرعا اجازت وگنجائش ہوگی اور ادارہ پر کچھ کرایہ عائد کیا جائے گا اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہوگی۔

قبرستان میں جنازہ گاہ کی تعمیر:

سوال (۷): ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں، کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے، جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہوگا؟

جواب: اصولی طور پر جو زمین جس مقصد کے لئے وقف کی گئی ہو عام حالات میں اسی مقصد میں اس کا استعمال ضروری ہے:

وَلَا يَجُوزُ تَغْيِيرُ الْوَقْفِ عَنْ هَيْئَتِهِ فَلَا يَجْعَلُ الدَّارَ بُسْتَانًا وَلَا الْخَانَ حَمَّامًا وَلَا الرِّبَاطَ دُكَّانًا. "(الهندية: 2/490 الْبَابُ الرابع عشر في المتفرقات، ط: دار الفكر) اور فقہاء نے صراحت کی ہے کہ واقف کی غرض ومقصد کی رعایت واجب ہے: عَلَى أَنَّهُمْ صَرَّحُوا بِأَنَّ مُرَاعَاةَ غَرَضِ الْوَاقِفِينَ وَاجِبَةٌ. (رد المحتار: 4/445 مطلب في الْمُصَادَقَةِ عَلَى النَّظَرِ، ط: سعيد كراجي)،

پس جو زمین قبرستان کے لئے وقف ہو، واقف کا پتہ ہو، یا واقف کا پتہ نہ ہو؛ لیکن قبرستان کے طور پر استعمال ہوتی ہوئی چلی آرہی ہو اور قبرستان کی حیثیت سے مشہور ہو تو وہ زمین قبرستان ہی کے لئے وقف متصور ہوگی، تو اس زمین کو جنازہ گاہ کے لئے استعمال کرنا یا مستقل طور پر اس کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنانا وقف کے منشا خلاف عمل ہوگا، اور واقف کی جانب سے متعین جہت مردوں کی تدفین سے پھیرنا لازم آئے گا، جو کہ شرعاً درست نہیں ہے۔ ہاں کسی خاص مقصد ومصلحت اور ناگزیر حالت میں بعض شرطوں کے ساتھ واقف کی شرط اور اس کے منشا کی مخالفت کی گنجائش ہوتی ہے، جیسا پیچھے بھی اس کی طرف اشارہ کیا چکا ہے۔

سوال میں جو صورت حال بیان کی گئی ہے کہ بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں، کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے، جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو، تو ایسی صورت میں چند شرطوں کی رعایت کے ساتھ بغیر کسی کراہت کے شرعا اس کی اجازت ہوگی ہے، واضح رہے کہ از راہ ضرورت جواز کی وجہ سے کراہت نہیں ہوگی۔ ضرورۃً فقہاء نے

بوسیدہ قبروں میں دوسرے میت کی تدفین، اسی طرح بوسیدہ قبروں پر بلڈنگ کی تعمیر کو جائز قرار دیا ہے۔

" وَلَوْ بَلِيَ الْمَيْتُ وَصَارَ تُرَابًا جَازَ دَفْنُ غَيْرِهِ فِي قَبْرِهِ وَزَرْعُهُ وَالْبِنَاءُ عَلَيْهِ. (تبيين الحقائق: ۱/ ۲۴۶، البحر الرائق: ۲/ ۲۱۰)۔

نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ قدیم بوسیدہ قبریں ہوں تو وہاں مسجد کی تعمیر درست ہے؛ البتہ اگر ہڈیاں ملیں تو ان کو جمع کر کر کے قبرستان کی دوسری جگہوں میں دفن کر دی جائیں۔ جواز کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں؛ چونکہ جس طرح قبرستان عام مسلمانوں کے مفاد کے لئے وقف ہے اسی طرح مسجد بھی عام مسلمانوں کے مفاد کے لئے وقف ہوتی ہے اور دونوں ہی مسلمانوں کے اوقاف ہیں، یعنی دوسرے الفاظ میں دونوں کا مصرف مسلمان ہیں اور وقف ہونے کے بعد کسی کو اس کا مالک بنانا درست نہیں۔ علامہ بدرالدین عینی کا بیان ہے:

" وأما المقبرة الدائرة إذا بني فيها مسجد ليصلى فيه فلم أر فيه بأسا، لأن المقابر وقف، وَكَذَا الْمَسْجِد، فمعناها واحد. " (عمدة القاری: ۴/ ۱۷۴، باب هَلْ تُنْبَشُ قُبُورُ مُشْرِكِي الجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مكانها مساجد)، "لا يجوز تمليكه لأحد فمعناهما واحد". (عمدة القاری: ۴/ ۱۷۹، باب الصلاة في مواضع الغنم)-

جب بوسیدہ قبرستان میں مسجد کی تعمیر درست ہے تو اس کے مقابلہ میں جنازہ گاہ ادنی ہے تو اس کا بنانا بدرجہ اولی درست ہوگا، ان میں جواز کی علت قدر مشترک مردوں کی بے حرمتی اور بے ادبی نہ ہونا اگر دیکھا جائے تو قیاس ظاہر کا تقاضا عدم جواز کا ہے؛ کیونکہ قبرستان کی زمین مردوں کے دفن کے لئے وقف ہے نہ کہ جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے؛ لیکن اس کے مقابلہ میں استحسان بالضرورت والحاجہ کا تقاضا ہے کہ جنازہ گاہ کی تعمیر درست ہو؛ جیسا کہ اوپر صورت حال کے بیان میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جہاں تک شرطوں کی بات ہے تو وہ یہ ہیں:

اگر قبرستان کی زمین کسی کی مملوکہ ہو تو اس سے اجازت لینی ضروری ہوگی؟ کیونکہ بغیر اجازت کے دوسرے کی مملوکہ شی میں تصرف جائز نہیں ہے؛ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ. [النساء:29]

اے ایمان والو! آپس میں ناحق طریقہ پر ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ آپسی رضامندی سے تجارت ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بطيب نفسه« (سنن دار قطنی، بیوع، حدیث نمبر: ۲۸۸۵)

"کسی مسلمان بھائی کا مال اس رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ اور اگر واقف معلوم نہ ہو تو جس علاقہ میں وہ

قبرستان ہے اس علاقہ کے لوگوں سے متفقہ رائے حاصل کرنی ہوگی۔''

اس قبرستان میں موجود قبروں کو نقصان نہ پہنچے، مردوں کی بے حرمتی نہ ہو یعنی خالی جگہ میں بنائی جائے، یا پرانی بوسیدہ قبروں کی جگہ، جن میں باقیات کے باقی نام ونشان ہونے کی امید نہ ہو بلکہ مردوں کے پورے طور پر مٹی بن جانے کا غالب گمان ہو، اس کے باوجود اگر بنیاد کی کھودائی میں کچھ باقیات مل جائیں تو انہیں قبرستان ہی میں دوسری خالی جگہ میں دفن کر دیئے جائیں۔

قبرستان میں آنے والے زائرین یا جنازہ کو لے کر آنے والے لوگوں کو دشواری نہ ہو اور نہ ہی ان کے لئے تنگی کا باعث بنے؟ کیونکہ اسلام میں دفع ضرر وحرج کا قانون مشروع ضرور ہے؛ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وما جعل عليكم في الدين من حرج. (حج: ۷۸)

"اور تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔" اس آیت کریمہ اور اس کے ہم معنی دوسری آیات کی روشنی میں فقہاء نے فقہی قاعدہ وضع کیا ہے:

"الحرج مدفوع شرعا". (بدائع الصنائع: ۱/ ۲۴۶، بنايه: ۱۲/ ۳۲۰)، "الحرج مدفوع في الدين". (شرح التلويح على التوضيح التفتازانی: ۲/ ۱۳)

لیکن اس کی وجہ سے کسی اور کو مشقت میں ڈال کر اور ضرر پہونچا کر نہیں؛ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

(ولا تضارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ بقره: ۲۳۳)

نہ کسی ماں کو اس کی اولاد کے ذریعہ تکلیف پہونچائی جائے اور نہ کسی باپ کو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى.

''اے ایمان والو! اللہ کا حق ادا کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے رہو، کسی قوم کی دشمنی تم کو ناانصافی پر آمادہ نہ کر دے، انصاف کرو، یہی تقویٰ سے قریب تر (طریقہ) ہے'' مائدہ: ۸۔ اللہ کے رسول صلی الم نے ارشاد فرمایا: ''لاضرر ولاضرار.'' (مستدرک حاکم، حدیث نمبر: ۲۳۴۵، حاکم کا بیان ہے: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور صحیح مسلم کی شرط پر ہے)۔

ان ہی آیات اور حدیث پاک کی روشنی میں یہ فقہی قاعدہ ہے:

''الضرر لا يزال بالضرر''. (الاشباه والنظائر از ابن نجيم مصری: ۱/ (۸۸)

اس کے سامنے کوئی قبر نہ ہو؛ اس لئے کہ سامنے قبر ہونے سے غیر اللہ کی پرستش سے مشابہت پائی جائے گی، جو کہ شرعاً مکروہ تحریمی ہے؟ کیونکہ اللہ کے رسول صلی علیم نے فرمایا:

''لاتجلِسوا عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا تُصَلُّوا إِلَيهَا''

''قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ہی قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔''

(مسلم، جنائز، باب النهي عَنِ الْجُلُوسِ عَلَى الْقَبْرِ وَالصَّلَاةِ عَلَيهِ، حدیث نمبر: ۹۷۲-۹۷۲)۔

قبرستان کے کچھ حصے کو کھلیان و مویشیوں کے لئے خاص کرنا:

سوال (۸): بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل و بھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں، کیا اس کی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

جواب: مستقل طور پر ایسا کرنا صحیح نہیں ہوگا؛ کیونکہ یہ واقف کے منشا و مقصد کے خلاف ہوگا، فقہاء نے اصولی طور پر یہ بات لکھی ہے کہ جو زمین جس مقصد کے لئے وقف کی گئی ہو عام حالات میں اسی مقصد میں اس کا استعمال ضروری ہے:

'' ولا يجوز تَغْيِيرُ الْوَقْفِ عَنْ هَيْئَتِهِ فَلَا يَجْعَلُ الدَّارَ بُسْتَانًا وَلَا الْخَانَ حَمَامًا وَلَا الرباط دكانا''

(الهندية: 2/490، الباب الرابع عَشَرَ فِي الْمُتَفَرِّقَاتِ، ط: دار الفكر اور فقہاء نے صراحت کی ہے کہ واقف کی غرض و مقصد کی رعایت واجب ہے: " على أَنَّهُمْ صَرَّحُوا بِأَنَّ مُرَاعَاةَ غَرَضِ الْوَاقِفِينَ وَاجِبَةٌ (رد المحتار: 4/445 مطلب في المُصَادَقَةِ عَلَى النَّظر، ط: سعيد كراجي)۔

جہاں تک رہی بات '' قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیئے جانے کی تو اسے مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی راہ کچھ شرطوں کے ساتھ نکالی جاسکتی ہے، اور وہ شرطیں یہ ہیں:

قبرستان کی زمین اتنی وسیع ہو کہ بظاہر ایک طویل عرصہ تک اُس کے جس حصے کو غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کیا جائے، اُس میں مردوں کی تدفین کے لئے ضرورت پڑنے کا امکان نہ ہو۔

ان کاشتکاروں اور جانوروں کے مالکان پر اس کا کرایہ عائد کیا جائے، یہ آمدنی قبرستان ہی کی ضروریات پر صرف ہو؛ تاکہ اس طرح واقف کے منشا کی بھی تکمیل ہو اور مسلمانوں کے مصالح کی رعایت بھی۔

قبریں اس خاص جگہ سے اتنی دور ہوں کہ مردوں تک گوبر اور دیگر گندگیوں کا اثر وہاں تک پہنچنے پائے؛ تاکہ

ان کو اذیت نہ پہنچے، کیونکہ مردے بھی ہمارے لئے قابل احترام ہیں، جیسا کہ پیچھے تفصیل ذکر آچکا ہے۔

خلاصۂ بحث:

۱۔مردوں کی بے حرمتی سے بچتے ہوئے ستون تعمیر کئے جاسکتے ہوں، تو اس پر اونچی چھت ڈال دی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں؟ تاکہ نیچے بغیر کسی دقت کے تدفین جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں، اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

۲ ضرورت پڑنے پر قبروں کی بے حرمتی سے بچتے ہوئے پلر ڈال کر اونچی چھت ڈالی جائے جس کی وجہ سے مردوں کی تدفین میں دقت نہ ہو، اور اس پر پانچ چھٹ فٹ مٹی رکھ دی جائے، اس طرح درمیان میں چھت اور اس کے اوپر اور نیچے قبرستان ہو، تو شرعی نقطۂ نظر سے ایسا کرنا درست ہے۔

۳ پرانہ قبرستان گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہو، آمد و رفت کی دشواری ہوتی ہو، میت لے کر گذرنا اور دشوار ہوتا ہو، تو ایسی صورت میں اس قبرستان کو فروخت کر کے اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خرید کر کے یا بدلہ میں حاصل کرنا درست ہے۔

۴۔قبرستان میں استنجاخانہ، بیت الخلاء، لیٹرین اور گندے پانی کا حوض بنانا شرعاً جائز و مکروہ تحریمی ہے۔

۵۔بلا ضرورت محض تدفین میں شامل ہونے والے لوگوں کی سہولت کے لئے قبرستان میں مسجد کی تعمیر کرنا درست نہیں ہے۔

۶۔موجودہ صورت حال کے پیش نظر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کرنے کی شرعاً اجازت و گنجائش ہوگی اور ادارہ پر کچھ کرایہ عائد کیا جائے گا اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہوگی۔

۷۔جنازہ گاہ کے لئے کوئی جگہ نہ ہو یہاں تک کہ مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہو اور بسا اوقات لوگوں کے لئے باعث تکلیف بن جاتا ہو تو ایسی جگہوں میں بعض شرطوں کی رعایت کے ساتھ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنانے کی شرعاً گنجائش ہے۔

۸۔قبرستان کے کچھ حصے کو غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کرنے کی چند شرطوں کے ساتھ شرعاً گنجائش ہے۔

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل قبرستان کے اوقاف

مفتی رحمت اللہ ندوی

استاد حدیث وفقہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جو اراضی قبرستان کے لئے وقف ہوں وہ قبرستان ہی میں استعمال ہوگی اور اس میں بھی واقف کے منشاء کی رعایت ملحوظ رہے گی، اگر واقف نے عام مسلمانوں کے لئے وقف کیا ہو تو تمام مسلمانوں کی تدفین اس میں درست ہوگی، اگر صرف اپنے خاندان کے لئے مخصوص کیا تھا تو صرف اس کے خاندان ہی کے مردے اس قبرستان میں دفن کئے جائیں گے، البتہ اگر کوئی قبرستان ویران ہوجائے، وہاں مسلم آبادی ختم ہوگئی ہو، یا قانونی طور پر مردہ کی تدفین روک دی گئی ہو اور قبریں پرانی اور بوسیدہ ہوگئی ہوں، تو اس بات کی گنجائش ہے کہ قبرستان میں موجود ہڈیوں کو کہیں بہ احترام دفن کردیا جائے اور اس کو فروخت کرکے کسی دوسری جگہ قبرستان کے قیام میں مدد دی جائے، کیوں کہ فقہاء نے مساجد کے علاوہ دوسرے اوقاف کو نا قابل انتفاع ہوجانے کی صورت میں فروخت کرنے کی اجازت دی ہے، امام احمدؒ سے منقول ہے:

"الوقف اذا صار بحیث لا ینتفع به المساکین فللقاضی ان یبیعه و یشتری ثمینه غیره".

(اگر وقف مساکین کے لئے نا قابل انتفاع ہوجائے تو قاضی اسے فروخت کردے اور اس کی قیمت سے دوسری جگہ جائداد خرید لے۔) (ردالمحتار 6۔549)

اور فقہاء کے یہاں اصول یہ ہے کہ جس مد کی موقوفہ جائداد فروخت کی جائے اس سے حاصل ہونے والی قیمت کو اسی مد میں استعمال کیا جائے۔

چنانچہ علامہ مرتب قدامہ کا بیان ہے:

"اذا خرب الوقف ولم یرد شیئا بیع و اشتری بثمنه ما یرد علی اهلی الوقف و جعل وقفاً کالاول"

(البحر الرائق 5۔204)

(جب وقف ویران ہوجائے اور کوئی نفع نہ دے تو اسے فروخت کردیا جائے اور اس کی قیمت سے ایسی جائداد خریدے جس کا نفع اہل وقف کو ہوسکے اور اسے بھی پہلے ہی کی طرح وقف کردیا جائے)۔ (قاموس الفقہ 5۔307)

قبرستان کی حیثیت

قبرستان بھی عام اوقاف میں داخل ہے، اگر کسی نے کوئی زمین قبرستان کے لئے دے دی اور اس میں مردے بھی دفن کر دیئے گئے تو مالک کی ملکیت اس زمین سے ختم ہو جائے گی۔ اور اس پر وقف کے سارے احکام جاری ہوں گے، اس کو نہ فروخت کیا جائے گا اور نہ اس میں وراثت چلے گی اور نہ کوئی ایسا کام کیا جائے گا جو قبرستان کے مصالح کے خلاف ہو۔ (اسلام کا نظام وقف: ص 164)۔ (فتاویٰ قاضی ص 172)

قبرستان پر عمارت بنانا

فتاویٰ ھندیہ میں ہے کہ اگر کسی گاؤں والے نے کوئی زمین قبرستان کے لئے وقف کر دی اور اس میں مردے بھی دفن کر دیئے گئے، انہی میں سے کسی نے قبرستان میں ایک عمارت تعمیر کر دی تا کہ قبر کی اینٹ اور دوسرے سامان اس میں رکھے جائیں اور ایک شخص کو سامان کی حفاظت کے لئے بیٹھا بھی دیا، یہ سب کچھ گاؤں والوں کی رضامندی کے بغیر یا کچھ لوگوں کی رضامندی سے کیا تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر قبرستان میں اتنی وسعت ہے کہ اس جگہ کی ضرورت نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر عمارت بننے کے بعد اس جگہ کی ضرورت پڑ جائے تو عمارت گرا دی جائے اور اس میں قبر کھودی جائے گی۔ (فتاویٰ ھندیہ 2۔ 467 بحوالہ اسلام کا نظام وقف ص 166)

ویران قبرستان کا حکم

اگر کوئی قبرستان ویران ہو جائے وہاں مردے دفن نہ کئے جا رہے ہوں اور پرانے مردوں کے نشانات بھی باقی نہ ہوں، اگر وہ وقف کا ہے تو اس کو کسی دوسرے مصرف میں استعمال کرنا درست نہیں ہے، ہاں اگر کسی کی ملک ہو اور اس نے وقف نہ کیا ہو تو وہ اس میں کھیتی اور دوسرا کام کر سکتا ہے۔

”ان المیت اذا بلی و صار ترابا جاز زرعه و البناء علیه لان المائع هذا کون المحل موقوفا علی الدفن فلایجوز استعمال فی غیره“. (حاشیه فتاویٰ هندیه ۲ - ۱۷۵)

قبرستان اگر ذاتی ملک ہو عامۃ المسلمین پر وقف نہ ہو اور حال یہ ہو کہ میت بوسیدہ ہو کر مٹی بن چکی ہو تو اس میں کھیتی کرنا اور عمارت بنانا درست ہے، لیکن اگر قبرستان موقوفہ ہو تو سوائے مردہ دفن کرنے کے کسی اور مصرف میں لانا جائز نہیں ہے۔

موجودہ دور میں اگر کوئی موقوفہ قبرستان اس طرح کا ہو اور وہاں آئندہ مردوں کی تدفین کا امکان نہ ہو بلکہ غیروں یا حکومت کی طرف سے قبضہ کا خطرہ ہو تو قاضی یا جماعت المسلمین کی اجازت سے اسے فروخت کر کے دوسری جگہ جہاں مسلمانوں کو ضرورت ہو زمین خرید کر قبرستان بنا دینا چاہئے۔ (اسلام کا نظام وقف ص 169-170)

قبرستان میں مسجد کی تعمیر وتوسیع

اگر کوئی زمین قبرستان کے لئے وقف ہواس زمین میں مسجد کی تعمیر یا پہلے سے تعمیر شدہ چھوٹی مسجد کی توسیع کی ضرورت ہوتو اگر قبریں پرانی اور بوسیدہ ہوگئی ہوں اور غالب گمان یہی ہو کہ اب لاشیں مٹی بن چکی ہوں گی، تو ایسی قبروں پر مسجد کی تعمیر کی گنجائش ہے، بشرطیکہ تعمیر مسجد کے لئے کوئی اور صورت قابو میں نہ ہو۔

چنانچہ شارح بخاری علامہ عینیؒ کا بیان ہے:

”لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى فيها مسجداًلم ار بذلک باسا، و ذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم، لا يجوز لاحد ان يملكها فاذا درست و استغنى امن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تمليكه لاحد فمعناها واحد“. (عينى شرح البخارى 4-179/البحر الرائق 5-255)

مسلمانوں کے قبرستان میں سے کوئی قبرستان اگر مٹ جائے اور اس میں مسجد بنادی گئی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا ہوں، کیونکہ قبرستان مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے، جو مردوں کے دفن ہونے کے لئے ہے، لہٰذا کوئی شخص اس کا مالک نہیں ہوسکتا، البتہ اگر قبرستان ختم ہوجائے اور اس میں تدفین کی ضرورت باقی نہ رہے تو اس کو مسجد میں استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ مسجد بھی مسلمانوں ہی کا ایک وقف ہے، جس کا کسی اور کو مالک نہیں بنایا جاسکتا، اس لئے دونوں کا مقصد ایک ہے۔ (قاموس الفقہ 5۔93،94)

۔فتاویٰ قاضی ص:(171

قبرستان میں مسجد ایسی جگہ بنائی جارہی ہو جہاں قبر نہ ہو بلکہ نماز ہی کے لئے رکھی گئی ہو تو اس میں مسجد تعمیر کرنا اور اس میں نماز ادا کرنا بلا کراہت درست ہے، البتہ جہاں مسجد تعمیر کی جارہی ہے اگر وہاں قبر ہے تو مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں۔

ہمارے ہندوستان میں بعض قبرستانوں میں مسجدیں تعمیر کردی جاتی ہیں اور نمازیوں کی ضرورت کے پیش نظر مسجدوں کی توسیع ہوتی رہتی ہے، ایسی جگہوں پر خاص توجہ کی ضرورت ہے کہ قبروں کو مسمار کرکے توسیع مسجد سے گریز کرنا چاہیے، اگر نمازی زیادہ ہورہے ہوں تو دوسری جگہوں میں زمین حاصل کرکے مسجد تعمیر کی جائے اور نماز ادا کی جائے اور قبرستانوں کو دیگر مصارف میں استعمال سے بچانا چاہئے۔ (اسلام کا نظام وقف ص:154-155)

قبرستان کی خالی جگہ پر دوکان وغیرہ کی تعمیر

قبرستان کی آمدنی کے مصرف اور دوکان کی تعمیر سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ تحریر فرماتے ہیں:

سوال میں مذکورہ صورت حال میں اصل قبرستان کے ہی ضائع ہو جانے کا خدشہ ہے، اس صورت میں قبرستان کی سڑک کے کنارے خالی زمین پر (جہاں نئی قبریں نہ ہوں) دوکان تعمیر کرا لینا اور پھر اس کی آمدنی اس قبرستان کے تحفظ پر، اور اگر اس قبرستان میں ضرورت نہ ہو تو دوسرے ضرورت مند قبرستانوں کی احاطہ بندی وغیرہ پر، اور اگر یہ مصرف بھی موجود نہیں تو مسلمان بچوں کی تعلیم پر (جو اس وقت کی بڑی اہم ضرورت ہے) صرف کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی ص:168)

قبرستان سے دوسرا مصرف لیا جانا:

قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ جواب تحریر فرماتے ہیں:

میرے خیال میں اگر قبرستان کسی شخص کا ذاتی ہے، جیسا کہ اکثر بعض مقامات پر لوگ اپنی ذاتی ملک میں اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں اور وہ اراضی اپنی ملک سے خارج نہیں کرتے اور نہ دوسروں کو دفن کی عام اجازت دیتے ہیں، ایسے مقابر میں اگر قبریں پرانی ہو جائیں اور لاش کے مٹی ہو جانے کا امکان غالب ہو جائے تو پھر ایسی پرانی قبروں کی جگہ پر نہ صرف یہ کہ دوسرے مردوں کو دفن کرنا جائز ہوگا، بلکہ اس پر کاشت کرنا اور تعمیر کرنا بھی درست ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی ص:171)

اراضی قبرستان کے لئے وقف صراحۃً کی گئی یا اذن عام دفن موتی کے لئے دے دیا گیا اور الوگوں نے اس میں دفن کرنا شروع کر دیا، تو اس صورت میں اراضی وقف قرار پائیں اور اب ان پر وقف کا قانون نافذ ہوگا۔ لہٰذا جہاں تک قبرستانوں کی بیع کا سوال ہے، اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، البتہ یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ قدیم اور ویران قبرستان جن سے دفن موتی کا مصرف عرصہ دراز سے نہیں لیا جارہا ہے اور نہ آئندہ یہ مصرف لئے جانے کا مظاہر امکان ہے، ایسے قبرستان کی اراضی کو کیا کہا جائے، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ اس کا قوی امکان ہے کہ ان اراضی پر غاصب لوگ قبضہ کرلیں گے، جن کو ہٹانا ناممکن ہے یا بیحد دشوار۔

میری رائے میں ایسے قبرستان کی اراضی کو کرایہ (Lease) پر دیا جاسکتا ہے اور یہی اقرب الی الفقہ ہے۔ (ایضاً ص:172)

لہٰذا ایسے قدیم مقابر جو عرصہ سے غیر آباد ہیں اور آئندہ بھی ان کے آباد ہونے کی توقع نہیں ہے، ان پر عمارتیں بنا کر کرایہ پر لگائی جاسکتی ہیں اور ان اراضی کو بھی لیز پر دیا جاسکتا ہے، تاکہ اصل اراضی وقف کی حیثیت میں باقی رہ سکے اور اس سے آمدنی حاصل ہوتی رہے، (مزید تفصیل کے لئے ص:173 تا ص:175 دیکھیں)

قاضی صاحبؒ نے تفصیلی بحث کرنے کے بعد خلاصہ بحث کے تحت تحریر فرمایا ہے:

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ غیر آباد قدیم اور ویران قبرستانوں کو اگر لیز پر لگا دیا جائے تو ہزار ہا قبرستان جو ابھی آباد ہیں اور ان کا تحفظ خطرہ میں ہے، ایسے قبرستانوں کے تحفظ کی صورت نکالی جاسکتی ہے، لہٰذا میرے نزدیک شرع اسلام کی رو سے ایسے ویران اور قدیم قبرستانوں کو تعمیرات یا کاشت کے لئے لیز پر دیا جاسکتا ہے۔ اس اس طرح کی آمدنی کو اولاً دیگر مقابر کے تحفظ یا ایسے شہروں اور آبادیوں کے لئے قبرستان کی اراضی حاصل کرنے پر خرچ کرنا چاہئے جہاں قبرستان کی ضرورت ہے، اگر اس طرح کے مدّات پر خرچ کے بعد رقم بچ جائے تو اسے مدارس، مسافر خانوں، نادار بچوں کی تعلیم اور دوسرے رفاہی کاموں پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ قاضی ص:175، 176)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنا دسواں فقہی سمینار ممبئی میں منعقد کیا تھا، اس سمینار کے زیر بحث موضوعات میں ایک موضوع اوقاف سے متعلق مسائل تھا، اس کی تجاویز بہت اہم اور جامع ہیں، اس کی تجویز 15 اور 16 یہاں خاص طور سے نقل کی جارہی ہے:

(15) جن اوقاف کی عمارتیں مخدوش حالت میں ہیں اور وقف کے پاس تعمیر کے لئے سرمایہ موجود نہیں ہے، اور نہ ہی مستقبل قریب میں حاصل ہونے کی امید ہے، ایسے اوقاف کے متولیان کسی بلڈر سے ایسا معاملہ کرسکتے ہیں کہ بلڈر اس شرط کے ساتھ عمارت تعمیر کرے کہ ایک خاص مدت تک وہ پوری عمارت یا اس کا ایک حصہ اس کے پاس بطور کرایہ رہے گا، اور اس طرح اسے سرمایہ کاری کا فائدہ حاصل ہوجائے گا، اس طرح معاملہ کرنا درست نہیں کہ چند منزلہ عمارت کی ایک منزل یا دو منزل کی ملکیت بلڈر کی طرف ہوجائے۔

(16) قبرستان کی حفاظت کے لئے اس کے اردگرد چہار دیواری تعمیر کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو، ایسا کیا جاسکتا ہے کہ اس کے اطراف میں دکانوں کی تعمیر کرادی جائے، لیکن دوکانوں کا راستہ قبرستان کے باہر سے ہونا چاہئے، اس کے لئے پیشگی کرایہ کے طور پر رقم لے کر دوکانوں کی تعمیر کرائی جائے، دوکانوں سے حاصل ہونے والی آمدنی قبرستان کی حفاظت وضروریات میں صرف کی جائے، لیکن اس کا لحاظ رکھا جائے کہ دوکانیں تعمیر کرنے میں ایسی قبریں متأثر نہ ہوں جن کے نشانات باقی ہیں۔ (جدید مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے ص:147)

مردہ کی لاش جب تک بوسیدہ ہوکر مٹی میں نہ مل جائے اس وقت تک اس کا احترام باقی رہتا ہے، ایسی صورت میں اس پر ٹیک لگانا، اس کو روندنا ممنوع ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن یجصص القبور و أن یکتب علیھا، وأن توطأ" (مشکوۃ:148)

وعن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ قال: رآنی النبی ﷺ متکئا علی قبر، فقال: لاتؤذ صاحب ھذا القبر

أو لا تؤذه"(مشکوۃ:149)

اس لئے ایک مردے کوفن کرنے کے بعد جب تک وہ بوسیدہ ہوکر مٹی میں نہ مل جائے اس وقت تک اس کے اوپر کسی اور کو دفن کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

میری رائے میں اس کی بہتر شکل یہ ہوسکتی ہے کہ قبرستان کے ایک کنارے سے تدفین کا سلسلہ شروع کیا جائے اور جب اخیر میں قبرستان بھر جائے تو امید یہی ہے کہ بالکل ابتداء دفن/موتی کی لاشیں بوسیدہ ہوکر مٹی میں مل گئی ہوں گی۔لہٰذا شروع سے تدفین کا سلسلہ جاری کردیا جائے اور قبروں کو پختہ ہرگز نہ بنایا جائے۔

(جواب نمبر:146254-1439ء)

اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دارالافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے یہ دیا گیا ہے:

"اگر قبر میں میت کی ہڈیاں بوسیدہ ہوکر مٹی ہوچکی ہوں تو اس قبر میں بوقت ضرورت دوسری میت کو دفنانا جائز ہے،لیکن اگر قبر کی زمین کسی کی مملوکہ ہو تو اس سے اجازت ضروری ہے۔

قبر کے لئے زمین کی ظاہری سطح کو کم از کم انسان کی آدھی قدو قامت کے بقدر گہرا کھود کر بنانا ضروری ہے، اس لئے زمین کے اوپر پہلے سے موجود پرانی قبر پر ہر منزل بنا کر اس میں مردے کو رکھنا قبر میں دفنانا نہیں کہلائے گا، بلکہ دیوار میں چننا کہلائے گا، جو کہ تدفین کا مسنون طریقہ نہیں ، اس لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔" (فتویٰ نمبر: 143709200025)

قبرستان کو کئی منزلہ بنائے جانے کے ایک استفتاء کا جواب 2006 میں دارالافتاء المصریۃ نے یوں دیا ہے:

"شریعت میں واضح تصریح موجود ہے کہ ہر میت کو الگ الگ لحد یا دراز میں دفنانا واجب ہے،اس میں کسی کی شرکت نہیں ہونی چاہئے بشرطیکہ قبرستان میں تنگی نہ ہو، چنانچہ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احد میں شہید ہوئے صحابہ کو دو دو اور تین تین آدمی کو ایک قبر میں دفن فرمایا تھا،اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ مردوں اور عورتوں کی قبریں علاحدہ علاحدہ ہوں۔

مذکورہ بالا بیان اور سوال کی صورت حال کے پیش نظر جب ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ افراد کو ایک ہی قبر میں دفنانا جائز ہوا تو ضرورت کے پیش نظر ایک قبرستان کے اندر کئی منزل بنانا بھی جائز ہوگا تاکہ وہ مردوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو سمیٹ سکے"۔(WWW.DAR-ALIFTA.ORG. IFTA-EGYPT'S DAR AL)

بریلوی مکتب فکر کے عالم مولانا آصف صاحب نے اسی طرح دو منزلہ قبرستان تعمیر کئے جانے کے ایک سوال کا جواب یہ دیا ہے۔

صورت مسؤلہ میں قبور مسلمین پر پانچ ، چھ فٹ مٹی ڈال کر اس پر جدید قبور بنانا ناجائز وحرام ہے، کہ یہ قبور

مسلمین کی سخت بے حرمتی اور ان کے لئے تکلیف کا باعث ہے کہ جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے، مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں، جب قبر پر چلنا، پاؤں رکھنا، اس پر بیٹھنا، اس پر راستہ بنانا، جائز نہیں، تو اس پر مستقل مکمل قبر بنانا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟

اس میں مزید کئی خرابیاں بھی ہیں کہ مٹی ڈالنے کے لئے اس پر ٹریکٹر، ٹرالی یا دیگر بار برداری والی گاڑیوں یا پیدل اٹھا کر مٹی ڈالنا ہوگی، اور نئی قبریں کھودتے ہوئے، جنازہ لاتے ہوئے ظن غالب ہے کہ قبور پر چلنا، پھرنا، راستہ بنانا وغیرہ پایا جائے اور شرعاً یہ افعال سخت حرام ہیں کہ اس میں مردوں کی توہین اور ایذا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ فرماتے ہیں۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے، گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو، اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں، بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں، سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں، بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظ ادب پاس بھی نہ جائیں، دور ہی سے زیارت کر آئیں، اور تصریح فرمائی کہ مسلمان زندہ و مردہ کی عزت برابر ہے اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انہیں تکلیف دینا حرام ہے، تو خود ظاہر ہوا کہ یہ فعل مذکور فی السوال کس قدر بے ادبی و گستاخی و باعث گناہ و استحقاق عذاب ہے۔

جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا، بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ، پیشاب، جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذا رسائی کا باقی نہ رہے گا۔" (فتاویٰ رضویہ ج:9 / 453 بحوالہ دارالافتاء اہلسنت۔ (دعوت اسلامی) فتویٰ نمبر: (10242) 6 / دسمبر 2020ء

مسلمان میت کی تدفین صرف زمین میں

کسی بھی میت کو زیر زمین دفن کرنا فطرت انسانی کے عین مطابق ہے، اسی لئے دنیا میں سب سے پہلی میت کو زمین میں گڑھا کھود کر دفنایا گیا:

فبعث الله غرابًا يبحث في الأرض ليريه كيف يوارى سوءة أخيه قال يٰويلتىٰ أعجزت أن أكون مثل هٰذا الغراب فأوارى سوءة أخي، فأصبح من النٰدمين" (سورة المائدة: 31)

اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اس لئے اسلام نے اسی فطرت کو برقرار رکھا، چنانچہ ارشاد باری ہے:

"منها خلقنٰكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة أخرىٰ" (سورة طٰهٰ: 55)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور ان کی اولاد کو اس نطفہ سے پیدا کیا جو زمین سے پیدا شدہ

غذا سے تیار ہوتا ہے، پھر اللہ تعالی انسانوں کو مختلف مراحل زندگی سے گزار کر اسی زمین (قبر) میں لوٹا دیتے ہیں اور روز محشر سب انسان انہی قبروں سے اٹھائے جاہیں گے:

"الم نجعل الأرض كفاتاً، أحياء و أمواتاً" (سورة المرسلات: 25-26)

(کیا ہم نے زمین کو مردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا)

یعنی زندہ افراد زمین پر اپنے مسکنوں میں سکونت اختیار کرتے ہیں تو مردہ افراد کو بھی زمین ہی اپنے اندر جگہ دیتی ہے، اللہ تعالی نے زمین کو ہر دو صورتوں (گھروں اور قبروں) کو بطور انعام یاد کروایا ہے؛

ثم أماته فأقبره، ثم اذا شاء أنشره، (سورة عبس: 21-22)

(پھر اسے موت دے کر قبر میں پہنچا دیا پھر جب وہ چاہے گا اسے زندہ کرے گا) اس آیت کی تفسیر میں امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے (ہر) انسان کو قبر میں دفنانے کی تعلیم دی ہے، کیوں کہ اس میں انسان کی تعلیم ہے، ایسا نہیں کہ اسے زمین پر درندوں اور پرندوں کے لئے پھینک دیا جائے۔ (فتح القدیر؛ 5/472)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی میت کو زیر زمین (Under Ground) قبر میں دفنانے کی تعلیم دی ہے خواہ وہ میت غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، تاکہ میت کو درندوں وغیرہ سے بچایا جائے اور ان کا تعفن بھی مٹی میں جذب ہو کر رہ جائے۔

موجودہ دور میں قبرستان کی تنگی اور قبروں کی کثرت کی وجہ سے کئی مسائل جنم لے رہے ہیں جن میں سے ایک مسئلہ یہ بھی سامنے آیا ہے کہ کیا کئی منزلہ (ملٹی سٹوری) قبرستان بنائے جاسکتے ہیں؟ یا صرف زیر زمین قبرستان بنائے جاسکتے ہیں؟ یا صرف زیر زمین قبرستان کی پابندی کرنا ہی ضروری ہے؟

اگر قبرستان کے احکام اور قبروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اسلام کے فطری اور ابدی احکامات پر کما حقہ عمل کیا جائے تو بہت سی مشکلات خود بخود حل ہو جائیں گی، اور کثیر منزلہ قبرستان کی بالکل ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی لہٰذا ضرورت ہے کہ نئے مسائل کھڑے کرنے کی بجائے ان وجوہات کا خاتمہ کیا جائے جن کی بنا پر یہ مسائل پیدا ہو رہے ہیں، اس تعلق سے چند ضروری امور اختصار کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں:

1۔ اسلام نے جس طرح میت کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح اس بات کی بھی تعلیم دی ہے کہ ایک آبادی کے مردوں کو تدفین کے لئے مخصوص مقام یعنی قبرستان میں ہی دفن کیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں اہل مدینہ کے لئے بقیع الغرقد (جنت البقیع) کا قبرستان مختص تھا جہاں مسلمان میتوں کو دفن کیا جاتا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع الغرقد میں جا کر فوت شدگان کی مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے۔

2۔ مسلمانوں کے قبرستان میں غیر مسلم کو دفن کرنا درست نہیں، لہٰذا غیر مسلموں کے لئے الگ قبرستان کا

انتظام کیا جائے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بھی کافروں کے الگ قبرستان رکھے جاتے تھے،اسی طرح مشرکوں کی قبریں ختم کرنا بھی درست ہے کیونکہ اسلام میں غیر مسلموں کی لاش کو وہ احترام حاصل نہیں جو ایک مسلمان میت کے لئے ہے۔

3۔گھروں کو قبرستان نہ بنایا جائے،حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے، یہ صرف انبیاء کرام علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ ان کی جہاں وفات ہوتی ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔

4۔قبرستان میں مسجد بنانا درست نہیں ہے،حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

5۔قبرستان میں" جنازہ گاہ" کا مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں مسجد، عیدگاہ، جنازہ گاہ اور قبرستان چاروں چیزیں جدا تھیں، اور کتب احادیث وتواریخ میں پوری تفصیل موجود ہے۔اگرچہ بوقت ضرورت قبرستان میں نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے اور قبرستان میں جنازہ گاہ کا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے،لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے اور جنازہ گاہ کو قبرستان سے جدا رکھا جائے خواہ دونوں کی دیوار مشترک ہو۔

حقیقت یہی ہے کہ اسلام قبرستان میں مسجد بنانے کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ بلا مسجد محض قبر کے پاس نماز پڑھنے سے بھی سختی کے ساتھ منع کیا ہے،لہٰذا اگر قبرستان میں مساجد کی تعمیر کا تصور ختم کیا جائے اور تعمیر شدہ مساجد کی جگہ کو قبرستان میں تبدیل کرلیا جائے تو ہر قبرستان میں سیکڑوں نئی قبروں کی جگہ دستیاب ہوجائے گی۔

6۔پختہ قبریں اور مزار بنانا درست نہیں، بہت سی احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ائمہ اربعہ کا مسلک اور فتویٰ بھی یہی ہے،احادیث کے علاوہ تمام فقہی مذاہب کے مطابق بھی پختہ قبر بنانا یا قبر پر عمارت (گنبد، مزار، قبہ وغیرہ) تعمیر کرنا ہرگز جائز نہیں،مگر نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرنا پرتا ہے کہ ہمارے یہاں اس مسلہ پر عمل نہیں اور کھلے عام قرآن واحادیث اور ائمہ مجتہدین کے فتوؤں کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں۔اگر اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق پختہ قبروں کی ممانعت پر عمل کروایا جائے۔اور پختہ قبروں کو کچی قبروں میں تبدیل کرلیا جائے تو بلاشبہ بہت سی قبروں کے لئے ایسی جگہ حاصل ہوجائے گی جو بالکل بے فائدہ عمارتوں،مزاروں اور چہار دیواریوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔

یہ واضح رہے کہ پختہ قبروں کو مسمار کر کے کچی قبروں میں تبدیل کرنا اولیاء اور صلحاء کی قبروں کی بے حرمتی نہیں بلکہ عین شریعت کے مطابق ہے اور پورے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کسی بھی باعمل مسلمان نیک صالح ولی یا امام اور عالم نے کبھی یہ وصیت نہیں کی کہ ان کی قبروں کو پختہ بنا کر وہاں رکوع وسجود کیا جائے بلکہ انہوں نے ہمیشہ ایسے اقدامات سے منع ہی کیا جس سے شرک کی بو آتی تھی۔

7۔کچی قبر ایک بالشت سے بلند اور اونچی نہ کی جائے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ اونچی قبروں کے برابر کر وادیا کرتے تھے۔

8۔احادیت مبارکہ کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ پختہ قبریں، قبے، دربار، مزارات وغیرہ کی تعمیر خلاف شریعت ہے، اسی طرح شیشے اور لکڑی کے تابوت میں لاش کو محفوظ رکھنا بھی سنت اور عمل صحابہ کے خلاف ہے۔

9۔کسی ضرورت کے پیش نظر ایک ہی قبر میں ایک سے زیادہ مردے دفن کئے جاسکتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہدائے احد کے ساتھ کیا تھا، پرانی قبروں کو نئے مردوں کے لئے زیر استعمال بدرجہ اولی لایا جاسکتا ہے۔

10۔قبرستان کی ساری زمین صرف قبروں کے لئے استعمال کی جائے، بوسیدہ قبروں کو نئے مردوں کے لئے قابل استعمال بنایا جائے اگر ہڈیاں ملیں تو ان کو نئے مردے کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔

11۔کسی قبر میں لاش کے مکمل حل پذیر ہونے کی قدرتی مدت کا تجربہ کیا جائے اور اس کے بعد وہاں نئی قبر بنانے کی اجازت دی جائے۔

12۔فطری طور پر ایک دو نسلوں کے بعد نئی نسل اپنے پرانے مردے کی خبر گیری چھوڑ دیتی ہے اور آخر کار اس قبر کے نشان مٹ جاتے ہیں لہذا ان قبروں کو قابل استعمال بنایا جاسکتا ہے۔

13۔شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے چونکہ قبروں کی حفاظت درست ہے لہذا حفاظت کرنے والے ورثاء کے لئے مخصوص مدت تک اجازت دی جائے۔

مذکورہ بالا شرعی نکات پر عمل کرنے کی صورت میں سو فیصد اطمینان سے یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ ملٹی اسٹوری قبرستان کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

مٹی اسٹوری قبرستان کی شرعی حیثیت

1۔مردوں کو دفن کرنا، کچی قبر کا انتخاب اور پختہ قبر سے اجتناب کرنا، قبر کو جائز۔حد تک اونچا کرنا، یہ سب مسائل (اسلام کے ثقافتی شعائر) عبادات سے تعلق رکھتے ہیں اور عبادات توقیفی ہیں، جن کی اصل حرمت ہے۔لہذا ان مسائل میں کسی نئی صورت کی اباحت کے لئے حکم شرعی ضرورت ہے، جو مذکورہ مسئلہ میں مفقود ہے، لہذا ایسا قبرستان درست نہیں۔

2۔کسی مسئلہ میں واضح نص کی عدم موجودگی میں قیاس کے ذریعہ حل نکالا جاتا ہے، لیکن صحت قیاس کے لئے مقیس علیہ اور مقیس کے درمیان علت مشترکہ کا وجود ضروری ہے، ورنہ قیاس درست قرار نہیں پائے گی، چھت پر دفنانے اور زمین میں دفنانے کے مابین علت مشترکہ مفقود ہے، البتہ پہاڑ کی چوٹی بھی چونکہ زمین کے حکم میں ہے، لہذا وہاں قبرستان بنانا درست ہے، اسی طرح زمین کے ساتھ سرنگوں اور غاروں کے تہہ خانوں کو بھی بطور قبرستان استعمال کیا جاسکتا ہے۔

بعض لوگوں نے زیر زمین زیادہ گہرائی اور کم گہرائی پر دفن کرنے کو بھی اس مسئلہ کا حل بتایا ہے، جو لحد یعنی

بغلی قبر کی صورت میں ممکن ہے، اگر زیر زمین زیادہ گہرائی پر میت پہنچانے اور وہاں تدفین کا عمل پورا کرنے کی گنجائش میسر آجائے تو ایسی صورت میں بھی بظاہر جواز کا پہلو نکلتا ہے۔

جس طرح زمین کی گہرائی میں ایک ہی زاویہ میں کئی قبریں بنائی جاسکتی ہیں اسی طرح قبروں کے اوپر مٹی ڈال کر اس پر مزید قبروں کا انتظام بھی بوقت ضرورت کیا جاسکتا ہے، لیکن دونوں صورتوں میں زائرین کی آمد و رفت کا سلسلہ متاثر نہ ہونے کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

3:۔ چھت پر قبریں بنانے سے وہ مقاصد پورے نہیں ہوسکتے، جو زمین میں گڑھے کھودنے سے حاصل ہوتے ہیں، کیونکہ زمین اپنی طبعی ساخت کی وجہ سے مردے کا تعفن و بدبو جذب کر کے مٹی کا حصہ بنا دیتی ہے، اسی طرح زمین حشرات، سورج کی شعاعیں وغیرہ بھی اس کی معاونت کرتے ہیں، علاوہ ازیں مٹی میں دوسری چیز کو پاک کرنے (مطہّر) کی صلاحیت بھی ہے، مگر چھت بنانے کی صورت میں یہ مقاصد پورے نہیں ہوتے بلکہ اس سے مزید قباحت جنم لیں گی۔

کئی منزلہ قبرستان کی کچھ قباحتیں

1:۔ اگر چھت پر پختہ قبریں بنا کر تعفن وغیرہ کو دبانے کی کوشش کی جائے تو پختہ قبریں بنانے کی ضرورت پیش آئے گی جب کہ پختہ قبروں کی حرمت بالکل واضح ہے اور کسی فقہی منصب نے بھی اس کی ممانعت میں اختلاف نہیں کیا۔

2:۔ اگر چھت پر منوں مٹی ڈالی جائے گی تو اس کے لئے انتہائی مضبوط میٹریل استعمال کرنے کے لئے کروڑوں اربوں کی لاگت برداشت کرنا پڑے گی جو ہر جگہ ممکن نہیں۔

3:۔ مٹی ڈال کر مردے دفنانے کی صورت میں ان کا تعفن اور بدبو کے بھبھوکے پیدا ہوں گے اور اس صورت میں زائرین وہاں داخل نہیں ہوسکیں گے، اگر اس تعفن کو دبانے کے لئے زہریلے کیمیکلز استعمال کئے جائیں گے اور مردے کی ہڈیاں وغیرہ گلانے کی کوشش کی جائے گی، تو یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ مردے کے جسم، ہڈیوں وغیرہ کی تعظیم بہرحال ضروری ہے۔

4:۔ ملٹی اسٹوری قبرستان کی تعمیر کے جواز کی صورت میں سب سے بڑی قباحت یہ پیدا ہوگی کہ گویا ہر قبرستان میں ساٹھ فیصد پختہ قبریں اور مزارات کو درست تسلیم کرلیا گیا ہے، تبھی تو ان کی خبر لینے اور انہیں اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق کچی قبروں میں تبدیل کرنے کے بجائے نئے افق کھولے جارہے ہیں، کیونکہ کچی قبروں کی صورت میں بالعموم قبرستان کی تنگی کے مسائل پیدا نہیں ہوں گے۔

5:۔ بارش وغیرہ کی صورت میں محدود مٹی پانی میں گھل جانے سے لاشوں کے اعضاء بکھریں گے اور قبروں

کی بے حرمتی ہوگی۔

6:۔زلزلے وغیرہ کی صورت میں ایسی عمارت کا گرنا خطرے سے خالی نہیں، بلکہ جتنی سخت اور مضبوط عمارت ہو، اتنی ہی جلدی وہ زلزلے کی نذر ہوتی ہے، اسی لئے زلزلے والے علاقوں میں لچک دار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں لیکن اگر قبرستان کی عمارت ویسی لچک دار ہوگی تو اس سے مطلوبہ مقاصد پورے نہ ہوں گے اور عمارت گرنے کی صورت میں لاشوں کی بے حرمتی کا کون ذمہ دار ہوگا، جب کہ شریعت میں تمام صورتوں کا آسان اور سادہ حل موجود ہے۔

آخری بات یہ کہ مذکورہ مسئلہ بہر صورت شک و شبہ سے بالا نہیں، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ "**دع مایریبک الیٰ مالا یریبک**" (شک والی چیز س چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کرو) پر عمل کرتے ہوئے، "**فقد استبرأ لدینه و عرضه**". (جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا۔) کی نبویؐ بشارت حاصل کی جائے۔(تفصیل کے لئے دیکھیں: محدث میگزین لاہور، اپریل 2002ء۔

قبرستان میں جنازہ گاہ بنانے کا حکم

موقوفہ قبرستان تدفین اموات کے لئے وقف ہوتا ہے، اس کے کسی حصہ کو جنازہ گاہ بنانا درست نہیں، اگرچہ چھت ڈال کر ہو، لہٰذا بستی کے سب حضرات حسب استطاعت چندہ دے کر قبرستان کے قریب کوئی زمین خرید کر جنازہ گاہ کے لئے وقف کردیں اور وہاں نماز جنازہ ادا کی جائے۔

(قد تقرر عند الفقهاء أن مراعاة غرض الواقفين واجبة و أن نص الواقف كنص الشارع، كذا في عامة كتب الفقه و الفتاوىٰ) (ملاحظه: دار العلوم ديوبند كا فتوىٰ، جواب نمبر: 606045)

دارالافتاء، جامعہ بنوریہ عالمیہ کراچی نے "قبرستان کے کسی حصہ کو جنازہ گاہ بنانے کا حکم" کے تحت ایک سوال کے جواب یوں دیا ہے:

مذکورہ زمین اگر مستقلاً قبرستان کے لئے ہی وقف کی گئی ہو اور فی الحال یا مستقبل میں اس مقصد کے لئے مذکورہ زمین کے استعمال ہونے کے امکانات ہوں، تو ایسی صورت میں اگرچہ زمین خالی جگہ ہو، تب بھی اسے مستقلاً جنازہ گاہ بنانے کی شرعاً اجازت نہیں، جس سے احتراز لازم ہے، البتہ اگر خالی زمین میں نماز جنازہ ادا کیا جائے اور نماز کے دوران سامنے کوئی قبر نہ ہو تو اس کی اجازت ہے، کما فی الدر المختار:

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم و الدلالة و وجوب العمل به فيجب عليه خدمة و ظيفته أو تركها لمن يعمل" (433/4)

قبرستان کو چراہ گاہ وغیرہ بنانا

قبرستان کو چراہ گاہ بنانا، یا اس کو کھیت وکھلیان اور جانوروں کے باڑے کے لئے استعمال کرنا یا کرکٹ وغیرہ کھیلنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ قبرستان کے مقصد کے خلاف ہونے کے ساتھ قبروں کی بے حرمتی بھی ہے اور جانوروں کی چراہ گاہ کی صورت میں ان کے پیشاب و پاخانہ سے گندگی بھی ہے۔

مفتی نظام الدین صاحب اعظمی۔ مفتی دارالعلوم دیوبند نے ایک سوال:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں قبرستان میں مویشیوں کا چرانا، باندھنا اور پیال وگھاس رکھنا وسوکھانا کیسا ہے اور ایسے شخص پر شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یوں دیا ہے:

"اگر قبرستان موقوفہ ہے اور منشاء واقف کے خلاف ہے تو بالکل جائز نہیں، ورنہ مالک زمین کی اجازت سے اس طرح مویشیوں کا چرانا، باندھنا وغرہ کوئی عمل بھی ہو، درست ہوسکتا ہے جس سے قبروں کی توہین وگندگی نہ ہوتی ہو۔" (18/12/1387ھ)

جامعہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ ہے:

قبرستان میں جانور چرانے کے لئے چھوڑنا منع ہے، اس لئے کہ اس میں قبریں روندی جائیں گی اور جانوروں کا پیشاب قبروں پر گرے گا جس سے میت کی بے حرمتی ہوگی، البتہ اگر قبرستان میں غیر ضروری گھاس پھونس اگتی ہو تو اسے کاٹ کر جانوروں کو کھلایا جاسکتا ہے۔ البحر الرائق میں ہے:

"ولایجوز لأهلی القربة الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو کان فیها حشیش یحش و یرسل الیٰ الدواب، ولاترسل الدواب فیها".: (کتاب الوقف، فصل اختص المسجد بأحکام تخالف أحکام مؤلف الوقف۔ ج:5/268)

خلاصۂ بحث

سوال نامہ کا خلاصۂ بحث اور واضح رائے حسب ذیل ہے:

1۔ قبرستان پر دوکان وغیرہ کی تعمیر درست نہیں ہے، البتہ قبرستان کے کنارے پر حفاظت کی غرض اور آمدنی کے مقصد سے دوکانیں بنائی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ کوئی نئی قبر زد میں نہ آئے، قدیم قبر جس میں مدفون میت کی ہڈیاں زمین میں مل چکی ہوں ان کو شامل کیا جاسکتا ہے، لیکن یاد رہے کہ اگر دوکانیں دفن کے مقصد میں روکاوٹ اور تنگی پیدا کریں، تو پھر بغرض حفاظت فیصل ہی کی اجازت ہوگی، یہ حکم اس قبرستان کا ہے جو موقوفہ ہو اور واقف کا منشا اس کے خلاف نہ ہو، اگر مملوکہ زمین ہے اور قبریں بے حد قدیم ہیں تو ان پر زراعت، دوکانوں کی تعمیر مالک زمین کرسکتا ہے۔

2۔ قبرستان میں پلر دے کر اوپر مضبوط چھت بنا کر اس پر پانچ چھ فٹ مٹی ڈال کر مردوں کی تدفین کرنا، یہ

طریقہ اسلام کے طریقہ دفین کے خلاف اور فطرت کے مغایر ہے، تاہم اس میں کئی مفاسد اور قباحتیں ہیں، نیز اس میں قبروں کی بے حرمتی بھی ہے، قبرستان کی تنگی کی وجہ سے یہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ ایک کنارے سے تدفین شروع کی جائے پھر قبرستان بھر جانے پر دوبارہ وہاں سے تدفین کی جائے جہاں کی قبریں قدیم ہوگئی ہیں، یا ضرورت پر ایک قبر میں دو دو، تین تین کو بھی دفن کیا جاسکتا ہے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے ساتھ فرمایا تھا۔

قبرستان کی تنگی دور کرنے کا ایک حل یہ بھی ہے کہ پختہ قبروں، مزاروں، اور قبے وغیرہ ختم کئے جائیں اور ان جگہوں کو تدفین میں استعمال کیا جائے۔ مزید تفصیل مقالہ میں دیکھیں۔

3۔ قدیم قبرستان جس میں تدفین متروک ہو اور قبریں قدیم ہوگئی ہوں، لاشیں مٹی میں تبدیل ہوگئی ہوں، ایسے قبرستان کو بیچ کر اس کی رقم سے دوسرا وسیع قبرستان خریدا یا اسے بدل کر دوسری جگہ لی جاسکتی ہے، لیکن استبدال کے شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہوگا۔

4۔ قبرستان کے کنارے تعمیر شدہ مسجد کے لئے وضو اور استنجا خانے نمازیوں کی سہولت کے لئے بنائے جاسکتے ہیں اور اس کام کے لئے بہت پرانی قبروں کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جب کہ لاش مٹی میں مل چکی ہو اور اس سے تدفین کے لئے جگہ تنگ نہ پڑے اور ان جگہوں کا تدفین کے لئے استعمال متروک ہو جہاں وضو خانے یا بیت الخلاء کی تعمیر کرنی ہے۔

5۔ قبرستان میں مسجد کی تعمیر خالی جگہ پر کی جاسکتی ہے، جب کہ قبرستان وسیع ہو، اگر تنگ ہے تو مسجد کی تعمیر نہ کی جائے، یہی حکم استنجا خانے وغیرہ کا ہوگا۔

6۔ قبرستان کے زائد اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی و تعلیمی ادارے قائم کئے جاسکتے ہیں جب کہ واقف کے منشا کے خلاف نہ ہو اور اگر واقف کا منشا معلوم نہ ہو تو کمیٹی اتفاق رائے سے اپنی صواب دید پر یہ فیصلہ کرسکتی ہے۔

7۔ قبرستان کے کئی حصہ میں جنازہ گاہ بنانا درست نہیں ہے، اس کے لئے کوئی دوسری جگہ خریدی جائے، البتہ خالی جگہ پر جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ تفصیل مقالہ میں مذکور ہے۔

8۔ قبرستان کو یا اس کے کسی حصہ کو چراہ گاہ یا کھلیان یا جانوروں کا باڑہ بنانا درست نہیں ہے، ہنگامی حالات میں اس کا کوئی متبادل تلاش کیا جائے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

ابو محمد، محمد سعد نور القاسمی
مدرس ومفتی مدرسہ مظہر العلوم

اسلام میں وقف ایک نہایت اہم اور بابرکت عمل اور مستقل نیکی ہے۔ یہ ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے جو انسان کے مرنے کے بعد بھی اس کے لئے نیکیوں کا ذریعہ بنتا ہے۔ وقف کا مطلب ہے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دینا تاکہ اس کا فائدہ لوگوں کو مسلسل پہنچتا رہے۔ مثلاً مسجد، مدرسہ، ہسپتال، قبرستان۔ مساجد اور مدارس کی طرح قبرستان کو وقف کرنا بھی اسلامی تاریخ میں عام طور پر رائج رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بعد کے مسلمان حکمرانوں نے قبرستانوں کے لئے بھی زمینیں وقف کیں اور قبرستان کو وقف کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے مسلمانوں کو باعزت طریقہ سے دفن کیا جاسکے۔ یہ عوامی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک بڑا اجتماعی فائدہ ہے۔ عصر حاضر میں اوقاف کے تئیں اپنوں اور غیروں کی طرف سے جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں وہ الم نشرح ہیں۔ اسی سلسلے میں قبرستان سے متعلق نئے مسائل پر مشتمل ایک سوالنامہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی جانب سے موصول ہوا۔ جس پر یہ عاجز ان کا شکر گزار ہے۔ اور قافلۂ علم وفضل سے جوڑنے پر ان حضراتِ اکابر کا ممنون ہے۔ اللہ پاک صحیح اور درست جوابات کی طرف رہنمائی فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

سوال نمبر: ۱۔ اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریباً دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ کیا شرعی نقطۂ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

جواب: مذکورہ سوال کے جواب میں عرض ہے کہ قبرستان کی اراضی عام طور پر وقف ہوتی ہے کسی کی ذاتی ملکیت نہیں۔ اور وقف کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ واقف نے اس کو جس مقصد کے لئے وقف کیا ہے اسی میں استعمال کرنا لازم ہے۔ اور منشا واقف کے خلاف اس میں کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں۔ اور یقیناً یہ عمل مردوں کے بے حرمتی اور اُن کی توہین کے مترادف ہے جیسا کہ بعض احادیث سے اشارہ ملتا ہے۔ ہاں البتہ اگر قبرستان کی زمین وقف نہ ہو بلکہ کسی کی ذاتی ملکیت ہو تو اس مالک کی اجازت سے اس پر دکانیں وغیرہ تعمیر کرنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ بشرطیکہ

قبروں کو بے حرمتی اور قبرستان کی بے ادبی نہ ہو۔

چنانچہ شامی میں ہے:

شرط الواقف كنص الشارع، أى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (در مختار ۶/ ۶۴۹ زكريا) على أنهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامی ۴/ ۴۴۵ سعيد)

واقف کی شرط شارع کی نص کی طرح ہوتی ہے۔ مفہوم اور دلالت میں اور اس پر عمل واجب ہونے میں۔

وسئل هو أيضاً عن المقبرة فى القرى اذا اندرست ولم يبق فيها أثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال: لا ولها حكم المقبرة كذا فى المحيط. (۱۹/ ۲۹۱)

ہندیہ میں ہے۔ گاؤں کے قبرستان کے بارے میں پوچھا گیا کہ جب وہ مٹ جائیں اور وہاں نہ مردوں کے نشانات بچیں اور نہ ہڈیاں وغیرہ کیا وہاں زمین کی زراعت اور اس سے آمدنی حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو فرمایا کہ نہیں کیونکہ اس کا حکم قبرستان کا ہے۔

امداد الفتاویٰ میں ہے: عام قبرستان وقف ہوتا اور سوا اللہ کے کوئی اس کا مالک نہیں ہوتا اور جب وقف ہوا تو متولی بحیثیت قبضہ اس کا مالک نہیں بن سکتا اور اس میں کوئی تصرف مالکانہ بیع وشراء وغیرہ نہیں کرسکتا۔

(کتاب الوقف ۲/ ۵۷۰، دار العلوم کراچی)

سوال نمبر: ۲ اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورت حال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ قبرستان میں پلر دیکر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے جس کی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔ اس بارے میں شرعی نقطۂ نظر کیا ہے؟

جواب: اب رہا یہ مسئلہ کہ بڑے شہروں میں قبرستان میں جگہ تنگ ہوتی ہے۔ اور تدفین زیادہ ہوتی ہے۔ تو ایسی صورت میں اگر قبرستان میں مضبوط پلر ڈال کر ایک مضبوط چھت ڈال دی جائے اور اس کے اوپر پختہ چھت پر مٹی کئی فٹ تک ڈال دی جائے تو اوپر کی منزلوں پر بھی دفن کرنا آسان ہوگا اور اس طرح جگہ کی تنگی کے باعث پیدا ہونے والی پریشانی کو دور کیا جاسکتا ہے۔ تو اس سلسلے میں جواباً عرض ہے کہ مذکورہ صورت میں اکابر علماء کی آراء مختلف ہیں۔

پہلا نقطۂ نظر: بعض علماء نے مخصوص شرائط کے ساتھ مذکورہ بالا طریقہ پر تعمیر کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ مصر کے دار الافتاء نے اس مسئلے میں فتوی دیتے ہوئے بیان کیا کہ جب ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ افراد کو ایک ہی قبر میں دفنانا جائز ہوا تو ضرورت کے پیش نظر ایک قبرستان کے اندر کئی منزل بنانا بھی جائز ہوگا تاکہ وہ مردوں کی

زیادہ سے زیادہ تعداد کو سمیٹ سکے۔ معلوم ہوا کہ اگر قبرستان میں جگہ کی شدید قلت ہو اور تدفین کے لئے متبادل زمین دستیاب نہ ہو تو شرعی اصولوں کے تحت کئی منزلہ قبرستان تعمیر کرنے کی گنجائش ہے۔ بشرطیکہ میت کی حرمت اور تدفین کے آداب کا مکمل خیال رکھا جائے۔

دوسرا نقطۂ نظر: جبکہ ہندوستان پاکستان وغیرہ کے اکابر علماء اس کو وقف کے مقصد اور منشا واقف کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے فتوی نمبر 146254 کے مطابق دومنزلہ قبر بنانا شرعاً درست نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ جب دومنزلہ قبر بنانا درست نہیں تو دومنزلہ قبرستان بنانا کہاں سے درست ہوگا۔

اسی طرح بنوری ٹاؤن کے فتوی میں قبرستان کی زمین پر مسجد یا مدرسہ کی تعمیر تعمیر کی صرف اس صورت میں اجازت دی ہے کہ جب قبریں بوسیدہ ہو چکی ہوں اور آئندہ تدفین کی ضرورت نہ ہو۔ اور یہاں پر ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کئی منزلہ قبرستان کی اجازت نہ ہوگی۔ تاہم مذکورہ بالا فتاوی سے قطع نظر اگر موجودہ زمانے میں اوقاف کے حوالے سے اپنوں اور غیروں کی ستم ظریفیاں دیکھی جائیں۔ اور یہ بات پیش نظر رہے کہ اس زمانے میں قبرستان کے توسیع کے لئے زمین وغیرہ خریدنا نہایت مشکل کام ہے۔ اور پھر شہر میں ملتی بھی نہیں ہے بلکہ شہر کے باہر جانا پڑے گا۔ تو زمین کی شدید تنگی اور قلت نیز تدفین کے لئے متبادل زمین دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے مخصوص شرطوں کے ساتھ کہ میت کی بے حرمتی نہ ہو، تدفین کے آداب کا خیال رکھا جائے اور وقف کی شرطوں کو پورا کیا جائے اگر کئی منزلہ قبرستان بنانے کی اجازت دی جائے تو عاجز کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر واقف بھی زندہ ہوتا ہے تو اسی شق کو اختیار کرتا اور لوگوں کو راحت پہنچانے کا کام کرتا۔ اور غور کیا جائے تو یہ منشا واقف کے خلاف نہیں بلکہ عین واقف کی منشا کے مطابق ہے۔ اور مذکورہ صورت میں مفتی تقی عثمانی کی رائے میں بھی اس طرح کی تعمیر (کئی منزلہ قبرستان) کی گنجائش معلوم ہوتی ہے جو لکھتے ہیں:

> ''کئی منزلہ قبرستان کا تصور بالکل نیا ضرور ہے، لیکن فقہی اصولوں کی روشنی میں اگر میت کی علیحدگی کا لحاظ رکھا جائے اور یہ ثابت ہو کہ دوسری صورت میں دفن ممکن نہیں، تو یہ وقتی مصلحت کے تحت جائز ہوسکتا ہے، البتہ اس میں فنی انجینئرنگ اور شرعی نگرانی ضروری ہے''۔ (ماخوذ از: احکامِ جنازہ، مفتی تقی عثمانی)

سوال نمبر: ۳ قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمدورفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہوجاتا ہے، کمیٹی اس صورت حال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جبکہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار

ہوں مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

جواب: اب رہا یہ مسئلہ کہ جگہ کی تنگی کے پیش نظر پُرانے قبرستان کی موقوفہ زمین بیچ کر اس کی رقم سے شہر کے باہر کشادہ جگہ کہ نئی زمین خرید کر اس کو قبرستان کے لئے وقف کرنا درست ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ وقف کے سلسلے میں عام طور پر قانون یہی ہے کہ جب واقف نے زمین عین قبرستان کے لئے وقف کیا اور صراحت کر دی کہ یہاں قبرستان ہی بنے تو اس صراحت کے بعد اس موقوفہ زمین کو فروخت کرنا یا منشا واقف کے خلاف تصرف کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اسی جگہ کو قبرستان بنائے رکھا جائے کیوں کہ واقف نے موقوفہ چیز جس مقصد کے لئے وقف کی ہے اسی میں استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ہدایہ میں ہے:

واذا صح الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه۔ (الهداه ۲/ ۶۱۹)

اور جب وقف صحیح ہو گیا تو اس کی خرید وفروخت اور دوسروں کو مالک بنانا جائز نہیں۔

شامی میں ہے:

فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن. (۴/ ۳۵۲، سعید) وعندهما حبس العین علی حکم ملک الله تعالیٰ فیزول ملک الواقف عنه الی الله تعالیٰ علی وجه تعود منفعته الی العباد فیلزم ولا یباع ولا یوهب ولا یورث. (فتح القدیر ۶/ ۱۹۱)

جب وقف تام اور لازم ہو گیا تو اب نہ ملکیت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ مالک بنایا جا سکتا ہے نہ عاریت پر دیا جا سکتا ہے اور نہ گروی رکھا جا سکتا ہے۔ یہ حکم عام حالات میں ہے، ورنہ شدید مجبوری کی صورت میں فقہاء نے استبدال کی بھی اجازت دی ہے۔

چنانچہ شامی میں ہے:

ولا یجوز بیع الوقف ولا استبداله الا ان یخرّب وتعطل منافعه فیجوز بشرط أن یکون لمصلحة راجحة بإذن القاضی. (۶/ ۴۲۹ دار القرآن)

وقف کی چیز کو بیچنا یا اس کا تبادلہ جائز نہیں سوائے اس کے کہ وہ خراب ہو جائے اور اس سے نفع حاصل نہ ہو رہا ہو تو مصلحت راجحہ کی صورت میں قاضی کی اجازت سے جائز ہے۔

عالمگیری میں ہے:

وان تعطل الوقف ولم یکن الانتفاع به ممکنا جاز بیعه أو استبداله باذن القاضی. (۵/ ۵۱۳، دار الفکر)

معلوم ہوا کہ بہت مجبوری کے درجے میں شرعی ضرورت کے تحت وقف میں تبدیلی کی بھی گنجائش ہے۔اور یہی رائے عصر حاضر کے معروف مفتی وعالم دین مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی ہے وہ فرماتے ہیں:

''قبرستان اگر وقف شدہ ہے تو اس کا تبادلہ بغیر شدید مجبوری اور شرعی ضرورت کے جائز نہیں، اگر مجبوری ہو اور متبادل زمین بہتر ہو اور قاضی یا حکومت کی اجازت ہو تو فقہی اصولوں کے مطابق تبادلے کی گنجائش ہے''۔

(احکام وقف ودار العلوم کراچی کے فتاوی)

اگر غور کیا جائے تو سوال میں ذکر کردہ صورت میں جگہ کی تنگی بھی ہے اور ٹریفک کا مسئلہ ہے۔جبکہ ٹریفک کا مسئلہ شہروں میں نہایت نازک ہوتا ہے۔ بسا اوقات پوری سڑک جام ہو جاتی ہے ے۔لوگوں کو آمدورفت میں دشواری ہوتی ہے۔تو ایسی صورت میں مذکورہ بالا زمین کو فروخت کر کے اس کی جگہ دوسری وسیع اور کشادہ اور بہتر زمین خرید کر قاضی یا حکومتی وقف بورڈ وغیرہ سے اجازت حاصل کر کے قبرستان بنا کر وقف کرنا یقینا جائز اور درست ہوگا۔اور یہ تبدیلی عین منشا واقف کے مطابق ہوگی کیونکہ اس کے وقف کا مقصد بھی لوگوں کو راحت اور آرام پہونچا کر ثواب دارین حاصل کرنا تھا۔اور یہاں بھی اسی کی زمین کی رقم سے نئی زمین خرید کر قبرستان بنا کر وقف کیا جائے گا تو یہ اس کے لئے پہلے کی طرح ان شاء اللہ ذخیرۂ آخرت ہوگا۔

سوال نمبر:۴ بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں،سوال یہ ہے کہ وہاں وضو خانے اور استنجا خانے نہیں ہوتے ہیں،کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجا خانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں،جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمدورفت ،قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجا خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجاء خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب:۴ قبرستان ایک مقدس اور محترم جگہ ہے وہاں میتوں کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔وہ جگہ عبرت اور نصیحت کے لئے ہے اس لئے اس کے پاس کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہئے جو احترام کے منافی ہو اس لئے قبرستان کے اندر یا قبر کی جگہ پر اس طرح بنایا جائے کہ بیت الخلاء سے نکلنے والی بدبو یا گندگی قبرستان میں محسوس ہو یا قبروں کے آس پاس زمین میں ناپاکی چلی جائے تو یہ صورت ناجائز اور واجب ترک ہے۔سخت گناہ کی بات ہے۔ اور منشاء واقف کے خلاف ہے۔شامی میں ہے:

ویجب صون القبور عن النجاسات والجلوس والوطء ونحو ذلک مما فیہ امتھان۔

(شامی ۲/۲۳۴ دار الفکر)

ترجمہ: قبروں کو نجاست، بیٹھنے چلنے اور ایسے تمام امور سے محفوظ رکھنا واجب ہے جن میں بے ادبی ہو۔

عالمگیری میں ہے:

ولا یجوز الجلوس أو البول أو الغائط فی المقبرة لأنه امتهان۔ (هندیه ۵/ ۳۵۰)

ترجمہ: قبرستان میں بیٹھنا، پیشاب یا پاخانہ کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ بے احترامی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے ایک فتوی میں ہے: قبرستان موقوفہ میں مسجد کے نمازیوں کے استعمال کی خاطر بھی بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ وقف کی غرض وغایت کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ (فتوی نمبر 1440664747) البتہ اگر استنجاخانہ وضوخانہ وغیرہ قبرستان کے باہر یا قبروں سے مناسب فاصلے پر اس طرح بنایا جائے کہ نجاست کی بدبو یا گندگی قبروں کے آس پاس محسوس نہ ہو۔ اور قبرستان کے تقدس اور صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھا جائے تو عوامی ضرورت کے پیش نظر اور دینی جماعتوں کے قیام کی سہولت کے لئے تعمیر کیا جاسکتا ہے اور اس کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے ایک فتوی سے اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں: اگر قبرستان سے باہر ہو، قبروں سے مناسب فاصلہ ہو اس سے ناپاکی یا بدبو قبرستان میں نہ پھیلے تو جائز ہے۔ واللہ أعلم بالصواب

سوال نمبر: ۵ ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجاخانہ اور بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب: قبرستان کی جگہ نماز پنج گانہ کے لئے مسجد بنانے کے سلسلے میں تفصیل ہے وہ کہ اگر قبرستان وسیع وعریض ہے کہ قبروں کے علاوہ بہت جگہ خالی پڑی ہے اور آئندہ بھی بڑھانے کی ضرورت نہیں اور مسجد کی تعمیر سے قبرستان میں کوئی تنگی پیدا نہیں ہوگی تو پھر مسجد بنانا بلا کراہت درست ہے البتہ اس کا لحاظ ضروری ہے کہ قبریں نمازیوں کے سامنے نہ ہوں بلکہ درمیان میں دیوار حائل کردی جائے ہے۔

عمدة القاری شرح بخاری میں هے: قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم فیها مسجداً لم أر بذلک بأساً لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمین لدفن موتاهم لا یجوز لأحد أن یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لأن المسجد أیضاً وقف من أوقاف المسلمین لا یجوز تملیکه لأحد فمعناها واحد۔ (عمدة القاری ۴/ ۱۷۹ دمشق)

فتاوی محمودیہ میں ہے۔ صورت مسئولہ میں وہاں مسجد بنانا شرعاً درست ہے بشرطیکہ دفنِ موتی کے لئے اس جگہ کی حاجت نہ ہو۔ (فتاوی محمودیہ ۱۵/ ۳۵۰ ڈابھیل)

یہی رائے مفتی محمد سلمان منصوری دامت برکاتہم کی ہے۔ (دیکھئے کتاب النوازل ۱۴/ ۳۱۲)

اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہے تو پھر قبرستان میں مسجد بنانا درست نہیں۔ کیونکہ جگہ قبرستان کے لئے وقف ہے۔ تو ایک وقف کو ویران کر کے دوسرے وقف کو آباد کرنا یہ جائز نہیں۔ اور یہ منشا واقف کے خلاف بھی ہے۔ شرط الواقف کنص الشارع۔ (شامی ۶/ ۶۴۹)

کتاب النوازل میں ہے۔ اگر قبروں کی تنگی کا اندیشہ ہو تو مستقل مسجد بنائی جائے کیونکہ جگہ قبرستان کیلئے وقف ہے بلاضرورت اسے دوسرے مصرف میں صرف کرنے کی اجازت نہیں۔ (کتاب النوازل ۱۴/ ۳۱۲)

واللہ اعلم بالصواب

سوال نمبر:۶ ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں، لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بد لگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہو رہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کر دیئے جائیں تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہوگی۔ اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اور فتوے بھی آئے ہیں لیکن ان دنوں مسلمانوں اور ان کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشا واقف کے خلاف تصور تو نہیں کیا جائے گا؟ اگر ادارہ قائم کر دینے سے اراضی کا تحفظ ہو تو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کر دیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہو تو کیا یہ صورت شرعاً درست ہوگی؟

جواب: قبرستان پر وقف زمین کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کو مردوں کی تدفین کے لئے ہی استعمال کیا جائے اور اسی وقف کے تحفظ کے پیشِ نظر اس میں کسی قسم کی تعمیر کرنا جائز نہیں۔ تاکہ واقف کی منشا کے خلاف لازم نہ آئے۔ تاہم اگر زمین کافی وسیع اور کشادہ ہو اور یوں ہی چھوڑ دینے کی وجہ سے شر پسند عناصر کا قبضہ ہو جانے کا یا حکومتوں کے ظلماً ہڑپ کر لینے کا اندیشہ ہو تو پھر اس کے تحفظ کے پیش نظر قبرستان کمیٹی اور اوقاف کمیٹی کے مشورہ سے اس پر مسجد، مدرسہ یا کسی اور ادارہ کے تعمیر کی گنجائش ہوگی تاکہ وہ جگہ محفوظ رہے۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل نہ جائے۔ البتہ یہ ضروری ہوگا کہ اس کے کرایہ وغیرہ کی آمدنی اسی قبرستان کے فنڈ میں جمع کی جائے تاکہ اس کو قبرستان کی ضرورتوں میں خرچ کیا جا سکے۔

بدائع میں ہے:

ولو بلی المیت وصار ترابا جاز زرعه والبناء علیه (بدائع الصنائع ۲/ ۳۴۲)

کتاب النوازل میں ہے اگر مذکورہ جگہ پر قبرستان بنانے کی ضرورت باقی نہیں رہی اور اُسے خالی چھوڑنے

پراس کے ضائع ہوجانے اورغلط قبضہ میں چلے جانے کا خطرہ ہوتواہل بستی کے مشورہ سے اس جگہ مسجد اورمدرسہ بنانے کی شرعاً اجازت ہے۔(کتاب النوازل ۱۴/ ۳۱۷)

اوراسی طرح ایک سوال کے جواب میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب قبرستان کی اراضی کے تحفظ کے پیش نظر قبرستان میں تجارتی کامپلیکس وغیرہ کی تعمیر کی اجازت دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

سوال:۔(1463) شہر حیدرآباد میں ایک قدیم مثلث قبرستان ہے، جس کے تینوں طرف مصروف ترین سڑک ہے، اب اس قبرستان میں تدفین نہیں ہوتی، لیکن قبروں کے نشانات واضح ہیں، شرپسندوں کے قبضہ کا بھی اندیشہ ہے اورلوگ اس وقت وہاں غلاظت بھی ڈال دیتے ہیں، تو کیا یہ بات درست ہوگی کہ قبرستان پراونچے اونچے پلر ڈال کر تجارتی کامپلکس تعمیر کئے جائیں، واضح ہو کہ یہ قبرستان شہر کی بہت ہی اہم جگہ پر واقع ہے؟

جواب:۔اصل تو یہ ہے کہ قبرستان پر وقف کی ہوئی زمین مردہ کی تدفین کے لئے ہی استعمال ہو، لیکن اگر فی الحال قبرستان کے استعمال میں نہ ہواور یوں ہی چھوڑ دینے کی وجہ سے شرپسند عناصر کا قبضہ اورقبروں کی توہین کا بھی اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں وقف کی زمین کے تحفظ اورقبروں کی تکریم کوملحوظ رکھتے ہوئے کامپلکس بنانے کی گنجائش ہے۔

یہ بات بھی بہتر ہے کہ نیچے سے اونچے ستون دیدئے جائیں، تاکہ بعینہ قبر پرعمارت نہ ہواور مستقبل میں اس بات کی گنجائش بھی باقی رہے کہ وہاں مردہ دفن کئے جایں، البتہ اس تجارتی کامپلیکس سے جوآمدنی ہو، ضروری ہوگا کہ اس آمدنی کواسی مقصد کے لئے استعمال کیا جائے، اس وقت شہر میں قبرستانوں کی بڑی کمی ہے، پختہ قبریں بنانے کی وجہ سے جگہ تنگ پڑتی جارہی ہے، ان حالات میں یہ بات مناسب ہوگی کہ ایسے کامپلیکس کی آمدنی سے شہر کے مضافات میں قبرستان کی وسیع اراضی خریدی جائیں نیز اس کی احاطہ بندی اورنگہداشت وغیرہ پر یہ رقم خرچ کی جائے۔(کتاب الفتاویٰ ۴/ ۲۸۹)

معلوم ہوا کہ اوقاف کے تحفظ کے پیش نظر مسجد، مدرسہ کے علاوہ تجارتی کامپلیکس وغیرہ بھی اگر بنالیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ اس کے کرایہ وغیرہ سے حاصل ہونے والی آمدنی کو قبرستان کے مقاصد اوراس کی ضروریات ونگہداشت وغیرہ میں ہی خرچ کی جائے۔ واللہ أعلم بالصواب

سوال نمبر:۷ ہمارے ملک میں بعض مقامات اورعلاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اورنہ جنازہ گاہیں ہیں، کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اوروہیں نماز جنازہ ہو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے، اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

جواب: واضح رہے کہ جو زمین جس مقصد کے لئے وقف کی جائے تو اُسی میں استعمال کرنا ضروری ہے واقف کی منشا کے خلاف استعمال کرنا درست نہیں البتہ چونکہ اہل علاقہ کو نماز جنازہ کے لئے جنازہ گاہ کی ضرورت ہے اور قبرستان کے علاوہ کوئی اور جگہ بھی نہیں ہے۔ تو اس صورت میں اگر قبرستان کے پاس اپنی خالی جگہ موجود ہے جس کی آئندہ بھی ضرورت پیش نہ آئے نیز قبروں کو بھی کوئی نقصان نہ پہونچے قبرستان آنے والوں کو بھی کوئی دشواری نہ ہو تو پھر قبرستان کے کسی خالی کونے میں قبرستان کمیٹی کے مشورہ سے جنازہ گاہ بنانے کی گنجائش ہوگی۔

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے:

وأما المقبرة الداثرة اذا بنى فيها مسجداً ليصلى فيه فلم أر فيه بأساً لأن المقابر وقف وكذالمسجد فمعناها واحد۔ (عمدۃ القاری ۴/ ۱۷۹)

تكره الصلاة في المقبرة الا أن يكون فيها موضع أعد للصلاة ولا نجاسة فيه ولا قذر فيه. (طحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۵۷ دیوبند)

یہی رائے مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب کی بھی ہے وہ فرماتے ہیں۔ اگر اب قبرستان زمین دفن کے کام میں نہیں آسکتی تو اسے مسجد کے کام میں لے سکتے ہیں۔ (ج ۷/ ۳۱ دالاشاعت)

معلوم ہوا کہ جب خالی پڑے قبرستان میں پنج وقتہ نمازوں کے لئے مسجد بنانے کی گنجائش ہے تو پھر نماز جنازہ کے لئے جنازہ گاہ بنانا بدرجۂ اولیٰ درست ہوگا۔ اور یہی رائے مفتی سلمان منصور پوری کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ قبرستان کے خالی حصہ میں چبوترہ بنا کر اس میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال نمبر: ۸ بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنے مویشیوں اور گائے بیل وبھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑے کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں، کیا اس کی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دیکر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

جواب: اسلام میں قبرستان قابل احترام سمجھا جاتا ہے۔ وہاں مردوں کے لئے دعائیں اور ایصال ثواب ہوتا ہے وہ عبرت اور نصیحت کی جگہ ہے اس لئے قبرستان کی زمین پر کھلیان وغیرہ بنانا یا جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کرنا یا کوئی ایسا کام کرنا جو مقاصد وقف کے خلاف ہو درست نہیں کیونکہ عام طور پر قبرستان وقف ہوتے ہیں اور کھلیان وغیرہ بنانا یا مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کرنا۔ یہ مقاصد وقف کے خلاف ہے نیز اس میں قبرستان کی اور مردوں کی بے حرمتی بھی ہے۔ اس لئے یہ درست نہیں۔

شامی میں ہے :علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة.(شامی ۶/ ۶۶۵)

ویکرہ أن یبنی علی القبر أو یقعد أو ینام علیه أو یوطأ علیه.(عالمگیری ۱۶۶/۱)

مفتی سلمان صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔قبرستان کو راستہ بنا کر گزرنا اور کھلیان بنا کر اس میں دونی وغیرہ کرنا سب ناجائز ہے ایسا کرنے والے سب گناہ گار ہوں گے مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ایسی حرکتوں سے لوگوں کی روک تھام کریں۔ (الف فتوی نمبر ۲۴/ ۷۹۴)

معلوم ہوا کہ ہر وہ کام جو واقف کی منشا کے خلاف ہو اور اس کا وقف سے کوئی تعلق بھی نہ ہو کسی بھی طرح درست نہیں۔

خلاصۂ جوابات

۱۔موقوفہ قبرستان میں اس کی اجازت نہیں ہاں البتہ اگر قبرستان کسی کی ذاتی ملکیت میں ہو تو مالک کی اجازت سے تعمیر کرنے کی گنجائش ہے۔

۲۔یہ اختلافی مسئلہ ہے۔علماء کی دونوں طرح کی آراء ہیں۔تاہم موجودہ زمانے میں زمین کی تنگی اور قلت اور تدفین کے لئے متبادل زمین دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے مخصوص شرطوں کے ساتھ کئی منزلہ قبرستان بنانے کی گنجائش ہے۔

۳۔عام حالات میں پُرانے قبرستان کی موقوفہ زمین بیچ کر دوسری جگہ خرید کر قبرستان بنانا درست نہیں تاہم شدید مجبوری کی صورت میں فقہاء کی دی ہوئی گنجائش سے فائدہ اٹھا کر ایسا کرنے کی اجازت ہوگی۔

۴۔قبرستان میں قبروں کے پاس اس طرح بیت الخلاء بنانا کہ اس سے نکلنے والی بدبو یا گندگی قبرستان میں یا قبروں کے آس پاس محسوس ہو تو درست نہیں البتہ اگر قبروں سے دور کسی کونے میں قبرستان کے تقدس واحترام کا خیال رکھ کر تعمیر کی جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

۵۔قبرستان اگر وسیع ہو کہ قبروں کے علاوہ جگہ خالی پڑی ہو اور آئندہ بھی اس کی ضرورت نہ ہو تو پھر مسجد بنانا بلا کراہت درست ہے ورنہ نہیں۔

۶۔قبرستان کے تحفظ کے پیش نظر قبرستان کمیٹی کے مشورے سے اس پر مسجد، مدرسہ یا کسی اور ادارہ کی تعمیر کی گنجائش ہے البتہ یہ ضروری ہوگا کہ اس کے کرایہ وغیرہ کی آمدنی اُسی قبرستان کی ضرورتوں میں خرچ کی جائے۔

۷۔کشادہ قبرستان میں قبروں کو نقصان پہونچائے بغیر قبرستان کمیٹی کے مشورے سے کسی خالی کونے میں جنازہ گاہ بنانا درست ہے۔

۸۔قبرستان کی زمین پر کھلیان وغیرہ تعمیر کرنا کسی صورت میں بھی درست نہیں اس میں قبرستان اور مردوں کی بے حرمتی ہے۔

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی
استاذ دارالعلوم دیوبند

اوقاف کی مختلف قسموں میں سے ایک قسم وقف للقبرستان ہے، قبرستان کی حفاظت مسلمانوں کی دینی ذمہ داری بھی ہے اور زندگی کی آخری اور لابدی ضرورت بھی، لیکن اس اہم ذمہ داری وضرورت سے غفلت بلکہ فرار دن بدن روز افزوں ہے، جبکہ روز نئے قانون کا سابقہ ہے اور اس طرح شکنجہ کسا جارہا ہے کہ اگر مسلمان خواب غفلت سے جلد بیدار نہیں ہوئے تو ان کی لاشوں کو چیل کوا بھی کھانے کے لیے تیار نہیں ہوں گے؛ اس لیے مسلمانوں کو پورے طور پر حساس ہونا ہوگا اور پوری چوکسی و بیداری کے ساتھ اپنی حفاظت از خود کرنی ہوگی، اللہ کا فضل ہے کہ ایک بڑا طبقہ جاگ چکا ہے اور اپنی بساط بھر کوشش میں لگ چکا ہے، کامیابی کتنی ملتی ہے؟ اور کب ملتی ہے؟ یہ تو وقت ہی بتلائے گا، لیکن سر دست ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ قبرستان سمیت سارے ہی اوقاف کے تئیں جائز و ناجائز عمل میں خط فاصل کھینچا جائے، اور بعجلت تمام اپنے اعمال و افکار کو شریعت کے مطابق کر کے دینی فریضہ کی ادائیگی سے دلچسپی و شوق کی یقین دہانی کرائی جائے۔ مندرجہ ذیل سطور میں قبرستان سے متعلق ایسے ہی چند امور کا جائزہ لیا جارہا ہے جن میں عام مسلمان مبتلا ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے اور ضرورت ہے ان کو شریعت سے ہم آہنگ کرنے کی۔

(۱) نیچے قبریں ہوں اور اوپر دکانیں:

قبر کی تعظیم کے لیے جو تعمیر ہوتی ہے وہ ممنوع ہے کہ تعظیم کا یہ طریقہ نہیں۔ صحیح مسلم میں ہے:

عن جابر رضي الله عنه: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يجصص القبر، وأن يقعد عليه، وأن يبني عليه. (مسلم: ۱/۳۱۲ كتاب الجنائز، باب النهي عن تجصيص القبر والبناء عليه)

زاد المعاد میں ہے: ولم يكن من هديه صلى الله عليه وسلم تعلية القبور ولا بناؤها بآجر ولا بحجر ولبن ولا تشييدها ولا تطيينها ولا بناء القباب عليها، فكل هذا بدعة مكروه، مخالفة لهديه صلى الله عليه وسلم. (زاد المعاد: ۱/۵۰۵ فصل في تعلية القبور)

اسی طرح قبروں کی بے حرمتی سے بھی منع کیا گیا، بے حرمتی میں قبروں کو روندنا، غلاظت کرنا، ٹیک لگانا داخل ہیں۔

قوله: ولا يجصص لحديث جابر رضي الله عنه: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يجصص القبر

وأن يقعد عليه وأن يبنى عليه وأن يكتب عليه وأن يوطأ. وفي المجتبى: ويكره أن يطأ القبر أو يجلس أو ينام عليه أو يقضي عليه حاجة من بول أو غائط أو يصلى عليه أو إليه ثم المشي عليه يكره. (البحر الرائق: ۲/۲۰۹ كتاب الجنائز، الصلاة على الميت في المسجد)

مطلب یہ ہے کہ نہ بے جا تعظیم کی جائے گی اور نہ ہی بے حرمتی ہی جائز ہوگی، ستون ڈال کر اوپر دکان بنالینا بے حرمتی ہے یا نہیں؟ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بے حرمتی نہیں ہے؛ کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اوپر چھت پر ہو رہا ہے، صرف مسجد کی جگہ تحت الثری سے عنان السماء تک مسجد ہوتی ہے، باقی اوقاف کا یہ حال نہیں ہے، البتہ منشا واقف کی رعایت ممکنہ حد تک ضروری ہے، لہذا اگر ضرورت کی وجہ سے قبروں پر چھت ڈال دی گئی اس طرح کہ نیچے تدفین بھی ہوتی رہے اور اوپر کاروبار، تو اس کی گنجائش ہوگی؛ کیونکہ واقف کے منشا میں فرق نہیں پڑ رہا ہے اور ضرورت داعی ہے۔

(۲) قبر کے اوپر چھت بنا کر اور اس پر مٹی ڈال کر قبر بنانا:

آبادی دن بدن بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے بود و باش بھی بہت سے بڑے شہروں میں دقت ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے زمین کی قیمت آسمان چھو رہی ہے بلکہ صحیح محل وقوع پر زمین کا ملنا بھی آسان نہیں رہ گیا، دوسری جانب بڑے بڑے پرانے قبرستان بھر چکے ہیں، قبروں کی ایسی حفاظت ہوئی کہ سب تازی اور نئی معلوم ہوتی ہیں، نہ تو ان میں نئے مردوں کو دفن کرنا گوارہ ہوسکتا ہے اور نہ پختہ ہونے کی بنا پر آسان ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پرانے قبرستان میں جگہ نہیں، نئے قبرستان کی گنجائش نہیں، اموات کا سلسلہ جاری بھی ہے تو ان کو دفن کرنے کا کیا نظم ہو؟ بہت لوگوں نے اس کا یہ حل پیش کیا کہ پرانے قبرستان پر چھت ڈال دی جائے اور چھت پر مٹی اچھی خاصی مقدار میں ڈال کر مصنوعی زمین بنا دی جائے، اور اسی مصنوعی زمین میں مردوں کو دفن کیا جائے؛ لیکن یہ سوچ اور یہ تجویز روح شریعت کے خلاف معلوم ہوتی ہے، شریعت نے تو زمین میں دفن کرنے کا حکم دیا ہے چاہے وہ زمین اونچی ہو یا نیچی و گہری یعنی پہاڑ کی شکل میں ہو یا کھائی کی شکل میں، جہاں دفن ہو وہ اللہ کی اس تخلیق سے متعلق ہو جس کو اللہ نے راست پیدا فرمایا؛ کیونکہ انسان کی تخلیق کا غالب عنصر مٹی ہے لہذا مٹی کے حوالے کر دینا اصل روح شریعت ہے، تاکہ قیامت میں اسی اپنی اصل مادے سے خروج ہو؛ اسی لیے تدفین پر دعا پڑھی جاتی ہے "**منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة أخرى**"، صرف نعشوں کو چھپا دینا مقصود نہیں، ورنہ تو تابوت کے حوالے کر کے رکھ دیا جاتا، کسی ایسے خون خوار جانور کے حوالے کر دیا جاتا جو صحیح سالم نگل لے، پانی میں ڈبو دیا جاتا کہ یک لخت اندر کو نعش پہنچ جائے، ایسا حکم نہیں دیا گیا بلکہ زمین میں دفن کرنے کا حکم دیا گیا جہاں پر دفن کیا جاتا ہے وہ جگہ دائمی

طور پر اس مردے کے لیے ہوتی ہے، ناگزیر حالات میں ہی کسی مردے کو نکالا جاتا ہے اور منتقل کیا جاتا ہے، جو تجویز پیش کی اس میں یہ پہلو انتہائی مخدوش معلوم ہوتا ہے؛ اس لیے کہ قدرتی آفات: زلزلہ وسیلاب وغیرہ سے چھتوں کا منہدم ہوجانا کوئی تعجب کی بات نہیں، ایسے موقع پر مردے کو جہاں دفن کیا گیا ہے اس کا منتقل کیا جانا پایا جائے گا، یہ بات زمین میں دفن کرنے کی صورت میں شاذ ونادر ہی پیش آتی ہے، عام حالت میں مردے اپنی جگہ پر ہوتے ہیں۔

دراصل اس طرح کی سوچ اپنے طرز عمل کے غیر اسلامی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اسلام نے یہ نہیں کہا ہے کہ جس جگہ ایک مرتبہ تدفین ہوگئی اب اس جگہ کسی اور مردے کی تدفین نہیں ہوسکتی ہے؛ بلکہ قبروں کی ہڈیاں جب بوسیدہ ہوجائیں اور زمین کا حصہ بن جائے تو اس جگہ پر دوبارہ اور اس طرح بار بار دفن کیا جاسکتا ہے؛ اسی لیے شریعت نے قبروں کو پختہ بنانے، اوپر تعمیر کرنے، کتابت کرنے وغیرہ سے منع کیا کہ ایک نسل کے گزرنے کے بعد صاحب قبر سے تعلق رکھنے والے بھی ختم ہوجائیں گے تو قبروں کا نشان بھی مٹ جائے گا اور اس میں دوسرے مردے کو دفن کیا جاسکے گا؛ لیکن ہم نے پختہ قبریں بنا کر، ان قبروں پر کتبے لکھوا کر، قبروں پر تعمیر کر کے اس امکان کو خارج کر دیا جس کی وجہ سے دقت پیش آرہی ہے، ورنہ پرانے قبرستان میں جو قبریں بوسیدہ ہوچکی ہیں، مردے مٹی ہوچکے ہیں ان قبروں میں پھر سے تدفین شروع کی جاسکتی ہے، اوپر چھت بنانے اور اس چھت پر تدفین کرنے کی کلفت اختیار کرنے کی حاجت وضرورت ہی نہیں ہے۔

(۳) قبرستان کی خرید وفروخت اور استبدال کا حکم:

صورتحال یہ بھی پیش آرہی ہے کہ کسی گھنی آبادی میں قبرستان کے ہونے کی وجہ سے وہاں آنا جانا اور راستوں سے گزرنا دشوار ترعمل ہوگیا ہے، اب لوگ چاہتے ہیں کہ ایسے قبرستان کو بیچ کر دوسری جگہ قبرستان کی زمین خرید لی جائے جہاں آنا جانا آسان ہو، اس بابت عرض یہ ہے کہ اوقاف کا استعمال اس وقت جائز ہے جبکہ اس سے بالکلیہ نفع منقطع ہوگیا ہو، لیکن صورت مسئولہ میں نفع بالکلیہ منقطع نہیں ہوا ہے، بلکہ دشوار اور مشکل ہوا ہے؛ اس لیے استبدال کی شرط نہیں پائی جارہی ہے۔

قد اختلف كلام قاضي خان في موضع جوزه للقاضي بلا شرط الواقف حيث رأى المصلحة فيه، وفي موضع منع منه، ولو صارت الأرض بحال لا ينتفع بها، والمعتمد أنه بلا شرط يجوز للقاضي بشرط أن يخرج عن الانتفاع بالكلية، وأن لا يكون هناك ربع للوقف يعمر به، وألا يكون البيع بغبن فاحش الخ. (شامي: ٣/٤٢٥ كتاب الوقف)

اسی طرح جب تک قبر کے نشانات موجود ہیں اس وقت تک اس کی بے حرمتی اور پامالی صحیح نہیں ہے، کسی سے

فروخت کرنے میں قبروں کی بے حرمتی لازم آتی ہے، ہاں قبریں بوسیدہ ہوگئی ہوں تو پھر ممنوع نہیں ہوگا؛ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ نیا قبرستان بنالے اوراس پرانے قبرستان کوبھی باقی رکھے اور ہرطرح اس کی حفاظت کریں، آگے چل کر یہ بھی ممکن ہے کہ راستہ وسیع ہوجائے، اورآنا جانا آسان ہوجائے تو پھر پرانا قبرستان بھی کارآمد ہوسکتا ہے۔

(۴) قبرستان کے کسی حصے میں بیت الخلاء اور وضوخانہ بنوانا:

استنجاء خانے یا وضوخانے قبرستان کے مصالح میں سے نہیں ہیں مسجد کی ضروریات میں سے ہیں، نیز قبروں کو غلاظت سے بچانے کا حکم بھی ہے، عبارت النص کے طور پر تو قبروں پر بیٹھ کر نجاست کرنا ہے مگر دلالت النص میں مقصود بے حرمتی سے بچانا ہے، بیت الخلاء بے حرمت جگہ پر بنائے جاتے ہیں؛ اس لیے بھی بیت الخلاء وغیرہ کا نظم قبرستان میں جبکہ واقف کی منشانہ ہوصحیح نہیں ہے، تبلیغی احباب کی ضرورت کے لیے اور دیگر حضرات کی حاجت کی تکمیل کے لیے کوئی اور نظم کیا جائے گا قبرستان کو اس میں مشغول نہیں کیا جائے گا۔

(۵) قبرستان میں مسجدوں کی تعمیر اور مسجد کی ضرورت کے لیے بیت الخلاء کا نظم:

جنازے کی نماز پڑھنا تو قبرستان کے مصالح میں سے ہے؛ اس لیے جنازہ پڑھنے کے لیے نظم کرنے میں حرج نہیں ہے، ہاں سامنے قبریں نہیں ہونی چاہیے، اگر سامنے قبریں ہوں تو درمیان میں کوئی حائل موجود ہو؛ کیونکہ حدیث میں آیا ہے:

لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها. (الترمذي: ۱/۱۵٤ أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية المشي على القبور والجلوس عليها والصلاة إليها)

جس حدیث میں قبور کو مساجد بنانے سے منع کیا گیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اس کو قبلہ نہ بناؤ یاں ان پر سجدہ مت کرو۔

باقاعدہ مسجد بنانا جس میں قبروں اور نمازیوں کے مابین دیوار وغیرہ حائل ہو فقہاء نے اس کو بھی جائز قرار دیا ہے شرط یہ ہے کہ وہاں پر ایسی قبریں نہ ہوں جن کی ہڈیاں اپنی جگہوں پر باقی ہوں۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه. كذا في التبيين. (الهندية: ۱/۱٦۷ كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل سادس)

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت، فبنى قوم عليها مسجدا لم أر بذلك بأسا، وذلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم، لا يجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين لا

يجوز تملكه لأحد، فمعناهما على هذا واحد. (عمدة القاري: ٤/١٧٩ كتاب الصلاة، باب: هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مسجدا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہاں پر دفن کی حاجت نہیں ہے تو مسجد بنانے کی اجازت ہوگی، یہ اس وقت ہوگا جب کہ قبرستان وسیع ہو، اگر تنگ ہے تو دفن کی ضرورت ہے، اور واقف نے دفن کے مقصد کے لیے ہی وقف کیا ہے؛ اس لیے تنگ قبرستان کو صرف دفن کے لیے ہی خاص رکھنا چاہیے، لیکن پھر بھی کسی نے قبر کے نشانات مٹا کر مسجد بنا دی تو چونکہ معنی دونوں یکساں وقف ہے اس لیے نماز درست ہوگی۔

جب مسجد کی اجازت ہوگی تو مسجد کے لواحق بیت الخلاء ووضوخانہ بھی بنانا جائز ہوگا، چونکہ وہاں قبریں اب رہی نہیں اس لیے بے حرمتی کا خدشہ ختم ہو گیا اور مسجد کی ضرورت کی خاطر بیت الخلاء کی گنجائش دی جائے گی۔

(۶) وسیع قبرستان میں تحفظ کی غرض سے مدرسہ قائم کرنا اور کرایہ وصول کرنا:

اصل حکم تو یہی ہے کہ واقف نے جس مقصد کے لیے زمین وقف کی ہے اسی مقصد کی تحصیل کی کوشش کی جائے گی إلا یہ کہ اب وہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا ہے تو وقف کی دوسری جہت مسجد یا مدرسہ وغیرہ میں استعمال کی جائے گی۔ ایک وسیع قبرستان ہے وہاں مقصد تدفین کی حصول یابی ممکن ہے اس لیے واقف کی منشا کی رعایت کرتے ہوئے مدرسہ بنانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

دوسری جانب اوقاف پر حکومت کی ناپاک نگاہیں گڑی ہیں، جہاں بھی زائد از ضرورت اوقاف کی زمین دیکھی اس کو ہڑپنے اور حکومتی تحویل میں لینے کے لیے فوراً حکم نافذ کر دے گی یا کر سکتی ہے، یہ وقتی حالات ہیں مگر اس کا تدارک بھی ضروری ہے، وسیع قبرستان کا وہ حصہ جہاں عموماً مردوں کے دفن کی ضرورت نہیں ہے اگر اس حصے کو وقفی مدات میں سے کسی ایسے مد کے لیے دے دیا جائے جس سے اس قبرستان کی جملہ اراضی کی حفاظت ممکن ہو سکے، لیکن دوسری جانب یہ بھی خطرہ ہے کہ جس کو مدرسہ چلانے کے لیے دیا جائے گا وہ مالکانہ قبضہ کر کے تصرف بے جا نہ شروع کر دے، اس لیے بطور کرایہ دیا جائے تا کہ وقف کا تحفظ اپنوں اور غیروں سے یقینی ہو جائے، تو ہر چند کہ واقف کی منشا کے خلاف ہے مگر وقف کے تحفظ کی موجودہ دور میں ایک شکل ہے، اس لیے ناچیز کی رائے میں گنجائش معلوم ہوتی ہے جیسا کہ موقوفہ قبرستان میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے، نماز پڑھنا بھی منشا واقف کی برآری نہیں ہے مگر اجازت اس معنی میں ہے کہ دونوں ہی دائمی وتام وقف ہیں، اسی طرح درس وتدریس کی مذکورہ بالا شرط کو محفوظ رکھتے ہوئے اجازت دینے میں گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۷) قبرستان میں جنازہ گاہ بنانا:

کسی دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح شارع عام پر نماز پڑھنے کی

ممانعت آئی ہے، حکومت کی سخت نگاہ بھی ہے، اس لیے جنازہ گاہ کا انتظام مستقل طور پر ہونا چاہیے تاہم قبرستان کی خالی جگہ میں یا ایسی جگہ میں جہاں پہلے کبھی تدفین ہوئی تھی اب نعشیں بوسیدہ ہو چکی ہیں اس کو برابر کر کے نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے، صرف اس کا لحاظ ضروری ہے قبر سامنے نہ ہو، اگر سامنے ہو تو درمیان میں حائل موجود ہو۔

اختلف الفقهاء في حكم الصلاة على الجنازة في المقبرة، فذهب الحنفية وهو رواية عن أحمد إلى أنه لا بأس بها، وفعل ذلك ابن عمر ونافع وعمر بن عبد العزيز. (الموسوعة الفقهية مادة: مقبرة)

(قبرستان میں جنازہ پڑھنے کے سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے، حنفیہ کی رائے اور ایک روایت امام احمد سے ہے کہ اس میں حرج نہیں ہے، ابن عمر، نافع اور عمر بن عبد العزیز کا یہ عمل تھا۔)

اگر قبر منبوش ہے یعنی مردے گلنے وسڑنے کے بعد اس کے اجزاء اوپر آ گئے ہوں تو بظاہر اس سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ نجس ہوگی، مگر زمین کا خشک ہو جانا، چاہے تیمم کے لیے کافی نہ ہو، مگر نماز کے لیے کافی ہو جاتا ہے، اس لیے نماز ادا کرنے میں حرج نہیں ہے، اگر ایسے حصے میں نئی مٹی ڈال کر نماز کے لیے مخصوص کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

(۸) قبرستان کو کھلیان یا اصطبل بنانا:

قبرستان کے کسی حصے کو کھلیان بنانا یا جانوروں کے لیے چراگاہ یا رہائش گاہ بنانا قبرستان پر مالکانہ تصرف ہے، نیز منشا واقف کے خلاف ہونے کے ساتھ اس کی حرمت کے خلاف ہے۔

لا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الداثرة، فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب، ولا ترسل الدواب فيها. (البحر الرائق: ۵/۲۶۸ كتاب الوقف، فصل: اختص المسجد باحكام تخالف أحكام مطلق الوقف)

(اہل قریہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ بوسیدہ قبرستان سے نفع اٹھائے، اگر اس میں گھاس ہے تو کاٹی جائے گی اور جانوروں کو کھلائی جائے گی، جانور قبرستان میں نہیں چھوڑے جائیں گے۔)

سیلاب وغیرہ میں جان و مال حفاظت کی غرض سے قبرستان کے کسی حصے کو جانوروں وغیرہ کے رہنے کے لیے مخصوص کر لینا واقف کے منشا کے خلاف ہے، اس لیے اس کو پیشگی عذر نہیں مانا جائے گا، حالات ایسے بن جائیں کہ قبرستان کے علاوہ اور کوئی ٹھکانہ نہ رہ سکے، جان کو شدید خطرہ ہو، صرف قبرستان جیسی جگہیں پناہ گاہ بن سکتی ہوں تو ایسے موقع پر جان بچانے کے لیے وقتی پناہ گاہ کے طور پر ایسے اضطراری کیفیت میں اجازت دی جا سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

تلخیص قبرستان سے متعلق چند مسائل

(۱) منشا واقف کی رعایت ہر حال میں ضروری ہے، منشا کی رعایت کے ساتھ اگر ضرورت کی بنا پر قبرستان کے

اوپر اس طرح دکانیں بنالی جائیں کہ تدفین میں کچھ حرج پیش نہ آئے تو بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

(۲) قبروں کے اوپر چھت بنا کر اور اس چھت پر ڈھیروں مٹی ڈال کر مردوں کی تدفین مزاج شریعت کے خلاف ہے۔

(۳) صرف قبرستان آنے جانے کی دشواری یا مردوں کو لے جانے کی پریشانی کی وجہ سے قبرستان بیچنا اور نیا قبرستان خریدنا جائز نہیں ہے۔

(۴) آنے جانے والوں کی سہولت کے لیے قبرستان میں بیت الخلاء بنوانے کی جبکہ واقف کی منشا نہ ہو جائز نہیں ہے۔

(۵) وسیع قبرستان میں خالی جگہوں پر مسجد کی تعمیر بھی جائز ہے، اور مسجد کے لیے بیت الخلاء و وضو خانے بھی بنائے جاسکتے ہیں۔

(۶) قبرستان کی خالی جگہ میں مدرسے کی تعمیر منشا واقف کے خلاف ہے، لیکن اوقاف کا تحفظ اس دور کی ناگزیر ضرورت ہے، اگر مدرسے کے قیام سے تحفظ یقینی ہو تو مدرسہ کے قیام کی اجازت ہوگی، البتہ مدرسہ سے بطور کرایہ رقم وصول کی جائے گی جو قبرستان کی ضروریات پر صرف ہوگی۔

(۷) قبرستان کی خالی جگہ یا پرانی قبروں کی جگہ کو پاٹ کر جنازہ گاہ بنایا جاسکتا ہے۔

(۸) قبرستان کے کسی حصے کو کھلیان بنانا یا جانوروں کے رہنے یا چرنے کے لیے مخصوص کرنا منشا واقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی
استاذ حدیث دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

اسلامی شریعت نے انسانوں کے احترام کو واجب قرار دیا ہے، زندہ میں بھی انسان بحیثیت انسان واجب الاحترام ہے اور مرنے کے بعد بھی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، یہی وجہ ہے کہ زندہ شخص کے کسی عضو کا استعمال جس طرح جائز نہیں ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی اس کے بال، ہڈی، آنکھ، کان، ناک وغیرہ کسی عضو سے استفادہ یا اس کی بے حرمتی جائز نہیں ہے۔ ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کسر عظم المیت ککسرہ حیا'' (ابن ماجہ ۱۶۱۶)

''کسی میت کی ہڈی کو توڑنا زندہ شخص کی ہڈی کو توڑنے کے برابر ہے''۔

ان ہی احادیث کے پیش نظر حضرات علمائے کرام نے میت کے ساتھ کوئی بھی ایسا عمل جو اس کی توہین کا باعث ہو، کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

قال الطیبی فیہ اشارۃ الی انہ لا یھان المیت کما لا یھان الحی. (مرقاۃ المفاتیح ۴/۷۹)

(۱) یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ قبرستان کے لئے جو زمین وقف ہوتی ہے اس کی نوعیت مسجد کے لئے وقف کردہ زمین سے مختلف ہوتی ہے۔ مسجد ایک مرتبہ جہاں بنادی گئی قیامت تک وہ مسجد ہی رہے گی خواہ مسجد بوسیدہ اور ویران ہی کیوں نہ ہوجائے، اس زمین کو دوسرے مصرف میں لانا ہرگز جائز نہیں جب کہ قبرستان کے ویران اور غیر مستعمل ہونے کے بعد اس کا استعمال دوسرے مصرف میں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مسجد تحت الثریٰ سے لے کر آسمان کے کنارہ تک مسجد ہی رہتی ہے اور قبرستان کا یہ حکم نہیں ہے۔ قبر پر راست اٹھنا بیٹھنا، اس کو روندنا، پیشاب پاخانہ کرنا وغیرہ جائز نہیں ہے، لیکن اگر قبرستان کے کسی حصہ میں دس پندرہ فٹ کا پلر دے کر دوسری چھت ڈال دی جائے اور اس پر چلنا پھرنا پایا جائے تو اس سے قبر کی توہین نہیں ہوتی ہے، س لئے یہ جائز عمل ہوگا۔

قبرستان چوں کہ وقف ہے اور اوقاف کو واقفین کے منشا کے خلاف استعمال نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کسی قبرستان کے اوپر قد آدم یا اس سے زائد چھت ڈال کر اس پر دکان یا مارکیٹ لگانا ہرگز جائز نہیں ہوگا، اس کی وجہ

مردوں کی بے حرمتی نہیں ہے بلکہ وقف کا ناجائز استعمال ہے۔

انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة۔(شامی۔ ۶/ ۶۶۵).

قبرستان کو بہت زیادہ اور مستقل آمدنی کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ اس کے لئے حیلے بہانے کا سہارا لیا جاسکے، مردوں کی تدفین خود وارثین اپنے خرچ سے کرتے ہیں اور باؤنڈری وال وغیرہ ایک مرتبہ اجتماعی چندہ سے کرلیا جائے تو آگے اس کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہے۔ ہاں اگر واقعتاً اراضی کی قلت ہو یا سخت ضرورت ہو تو اس چھت کے اوپر مدرسہ، مکتب، مسجد، مسافر خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں چوں کہ یہ ادارے بھی اوقاف ہی ہوتے ہیں، اس لئے بوسیدہ قبروں میں ان کی فقہاء نے اجازت دی ہے، بازار لگانے یا دکان کھولنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم ار بذلک بأسا . . . فاذا درست و استغنى عن الدفع فيها جاز صرفها الى المسجد لأن المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين.

(عمدة القاری ۴/ ۱۷۹)۔

(۲) بڑھتی ہوی آبادی کے پیش نظر شہروں میں اگر تدفین کے لئے جگہ کی دشواری ہو تو شہر کے اطراف و اکناف میں قبرستان کے لئے وسیع جگہ خریدنی چاہئے اور مستقبل میں مسلمانوں کی بڑھتی تعداد کو سامنے رکھتے ہوے مسلمانوں کو اس کا نظم کرنا چاہئے اور خود شہر میں موجود قبرستان میں بوسیدہ قبروں میں دوسری میت کی تدفین کی جانی چاہئے جیسا کہ جنت البقیع اور جنت المعلی میں رائج ہے۔ کچھ دنوں کے بعد جب مردہ مٹی میں بدل جاتا ہے تو اب احترام کا پہلو باقی نہیں رہتا ہے اس لئے اس اجازت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ شریعت نے پختہ قبر بنانے سے اسی لئے منع فرمایا ہے تاکہ دوسری میت کو اس جگہ دفن کیا جاسکے۔ آج ساری تنگی اور پریشانی اسی وجہ سے ہے کہ لوگ پختہ قبر بنا رہے ہیں یا اپنے خاندان کے لئے جگہ مختص کررہے ہیں اور قبروں کے بوسیدہ ہونے اور نشانات مٹنے کے باوجود بھی کسی دوسرے کی تدفین کی وہاں اجازت نہیں دیتے جو مزاج شریعت کے خلاف ہے۔

ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره وزرعه والبناء عليه.(تبيين الحقائق ۱/ ۲۴۶)۔

کسی قبرستان میں چھت ڈال کر اس پر تدفین کی اجازت نہیں ہوگی، اس کی کوئی نظیر نہیں ہے کہ گھر کی طرح قبرستان کے بھی مختلف منازل بنائے جائیں، اس کی اگر اجازت ہوتی تو سب سے زیادہ مکۃ المکرمۃ اور مدینہ منورہ میں اس کی ضرورت تھی، شروع سے آج تک ہر دور میں پوری دنیا سے لوگ وہاں پہنچتے ہیں اور لاکھوں افراد کا ہر سال انتقال ہوتا ہے اور وہاں ان کی تدفین کی جاتی ہے جس کی وجہ سے زمین تنگ ہے مگر عہد نبوی سے آج تک کسی عالم، محدث اور فقیہ نے یہ تجویز پیش نہیں کی کہ قبرستان کو بھی منزلوں میں تقسیم کردیا جائے۔ جب ایک منزل کی اجازت ہوگی تو اس کے اوپر کیوں نہ ہوگی، اس طرح کئی منازل ہوسکتی ہیں جو یقیناً عجوبہ سے کم نہیں ہوگا۔ پھر چھت پر مردہ کو رکھنے

سے اس کے پھولنے پھٹنے کے بعد نیچے کی زمین اس کے فاسد مادہ کو جذب کرتی ہے اور تعفن پیدا نہیں ہوتا اور یہاں یہ صورت بھی نظر نہیں آتی اور اگر اتنی مٹی چھت پر ڈالی جائے تو چھت کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے جس میں مزید میت کی بے حرمتی ہے۔ بہر حال پختہ قبروں سے امت کو منع کیا جائے اور ایک طرف سے تدفین شروع کی جائے جب مکمل ہو جائے تو پھر شروع سے تدفین کی جائے، اس کو رواج دیا جائے تدفین کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

(۳) مسجد کے لئے وقف کردہ زمین میں استبدال کی اجازت نہیں، لیکن قبرستان کی زمین میں اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ وہاں کوئی نئی قبر نہ ہو اور نہ ہی کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر شہر کی کسی آبادی میں موجود قبرستان کی زمین تنگ پڑ جائے یا عمارتوں کی وجہ سے میت کو لے کر جانا مشکل ہو جائے اور آمد و رفت بھی آسانی سے نہ ہو سکے تو باہمی مشورہ سے اس زمین کو بیچ کر کسی دوسری جگہ متبادل خریدی جا سکتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ کم سے کم دس سال تک اس میں تدفین روک دی جائے تاکہ پہلے سے جو مردے دفن کئے گئے ہیں وہ بوسیدہ ہو جائیں اور مٹی بن کر فنا ہو جائیں پھر اس کو فروخت کر دیں۔ جب تک مردوں کے بوسیدہ ہونے اور مٹی بننے کا ظن غالب نہ ہو اس وقت تک استبدال جائز نہیں ہوگا، اس میں مردوں کی بے حرمتی ہے، اگر ایک قبر بھی تازہ ہو یا بوسیدہ نہ ہوئی ہو تو تبدیلی درست نہیں ہوگی۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ مسجد نبوی کی جگہ چند غیر مسلمین کی قبریں تھیں جو بوسیدہ ہو چکی تھیں، ان کو مسمار کر کے مسجد کی تعمیر کی گئی (حدیث نمبر۔ ۴۲۸)۔

الا تری ان موضع مسجد رسول اللہ ﷺ کان مقبرا للمشرکین فنبش و اتخذ مسجدا۔ (تاتار خانیہ ۱۸۸/۸)

بحیثیت انسان تو کفار کی لاشوں کا بھی احترام ہے مگر یہ اس لئے کیا گیا کہ ان کی قبریں بوسیدہ ہو چکی تھیں اور وہ سب مٹی میں بدل چکے تھے۔

(۴) اگر کسی قبرستان میں مسجد بنی ہوئی ہے اور وہاں وضو خانے، استنجاء خانے وغیرہ نہ ہوں اور شدت سے ان کی ضرورت محسوس کی جائے تو پرانی قبریں جو بوسیدہ ہو چکی ہوں اور ان میں مدفون مردوں کے مٹی میں بدل جانے کا ظن غالب ہو تو وہاں استنجاء خانے اور بیت الخلاء وغیرہ بھی بنائے جا سکتے ہیں، اس لئے کہ مٹی میں ان کے اجسام بدل جانے کی وجہ سے اب ان کا احترام باقی نہیں رہا۔ کھدائی کے وقت اگر ان کی بوسیدہ ہڈیاں نکل جائیں تو کسی دوسری قبر میں وہ رکھ دی جائیں گی۔

و اذا بلی المیت و صار ترابا فی قبرہ جاز نبش القبر و زرعہ و البناء علیہ و غیر ذلک باتفاق. (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۵۳۸/۱).

(۵) اگر قبرستان وسیع ہو اور آبادی سے وہ جگہ دور ہو، آس پاس میں کوئی مسجد نہ ہو تو قبرستان کے جو حصہ قبروں

سے خالی ہے، کسی ایک کنارے میں مسجد بنائی جاسکتی ہے اور اس کے ساتھ وضو خانے اور استنجاء خانے وغیرہ ضروریات کی چیزیں بنائی جاسکتی ہیں۔ مسجد کی شدید ضرورت نہ ہو تو مسجد کی تعمیر سے احتراز کرنا چاہئے تاکہ تدفین کے لئے آئندہ جگہ تنگ نہ پڑ جائے۔ اگر پہلے سے ہی قبرستان کی جگہ تھوڑی ہو تو وہاں مسجد بنانا درست نہیں ہے کیوں کہ واقف نے اسے تدفین کے لئے وقف کیا ہے اور مسجد کی تعمیر منشا وقف کے خلاف ہے، البتہ جگہ کی وسعت کی صورت میں اس کی اس لئے گنجائش ہے کہ مسجد بھی وقف کی قسموں میں اعلیٰ درجہ کا وقف ہے اور اس سے واقف کو ثواب مسلسل ملتا رہے گا۔

فان قلت هل يجوز ان تبنى المساجد على قبور المسلمين، قلت قال ابن القاسم: لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم ار بذلك بأسا . . . فاذا درست و استغنى عن الدفع فيها جاز صرفها الى المسجد لأن المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين۔ (عمدۃ القاری ۴/ ۱۷۹)

(۶) اوقاف کا تحفظ مسلمانوں پر واجب ہے۔ واقفین نے جس مقصد کے لئے وقف کیا ہے اس کی تکمیل اسی وقت ہوگی جب کہ وہ محفوظ بھی رہے، اگر کوئی بدنیت ان پر قبضہ کرلے تو اس منفعت ختم ہوجائے گی۔ اسی لئے فقہاء اور ارباب افتاء نے بوسیدہ اور دور افتادہ قبروں میں مدرسہ، مسجد وغیرہ ایسے ادارہ جس کا تعلق کسی نہ کسی درجہ میں اوقاف سے ہو، کی تعمیر کو درست قرار دیا ہے۔ مشہور فقیہ حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''عام مسلمانوں کے قبرستان میں نشانات قبور مٹ چکے ہوں یا شکستہ کچی پکی قبروں کو برابر کرکے ہر صورت میں مکان و دکان اور کارخانہ وغیرہ کی تعمیر کرنا ناجائز اور حرام ہوگا، عنداللہ سخت گنہگار رہوں گے البتہ قبرستان شدہ شدہ لوگوں کے قبضہ میں ہوجانے کا سخت خطرہ ہورہا ہے اور میت کی تدفین بھی وہاں نہیں ہورہی ہے تو وہاں مسجد یا دینی مدرسہ بنادیا جائے کسی اور کام میں استعمال نہ کیا جائے، کیوں کہ وقف کا تا قیامت وقف ہی رہنا لازم ہے۔ (کفایت المفتی قدیم ۷/ ۱۲۲)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان کے تحفظ کی غرض سے مدرسہ کی تعمیر میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ منشا وقف کے خلاف بھی نہ ہوگا، کیوں کہ مدرسہ بھی وقف کا ہی حصہ ہے اور اس سے وقف کا تحفظ وابستہ ہے۔ پنجاب وغیرہ کی صورت حال آپ کے سامنے ہے کہ وہاں کتنی وسیع و عریض قبرستان کی جگہوں پر لوگوں نے قبضہ کرلیا اور اب پورے ملک میں یہی صورت حال ہے، اس لئے ضرورت سے زائد اگر جگہ ہو تو اس نیک اور صالح مقصد کے پیش نظر مدرسہ کے قیام کی اجازت میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ فائدہ ہوگا۔ عام مسلمانوں کے لئے اور واقفین کے لئے بھی۔ ماضی قریب کے مشہور فقیہ حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے اوقاف کے تحفظ کے لئے اوقاف کی اراضی کو لیز پر دینے کی وکالت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''موجودہ صورت حال یہ ہے کہ غیر آباد قدیم اور ویران قبرستانوں کو اگر لیز پر لگا دیا جائے تو ہزارہا قبرستان جو

ابھی آباد ہیں اوران کا تحفظ خطرہ میں ہے، ایسے قبرستانوں کے تحفظ کی صورت نکالی جاسکتی ہے، لہذا میرے نزدیک شرع اسلام کی رو سے ایسے ویران اور قدیم قبرستانوں کو تعمیرات یا کاشت کے لئے لیز پر دیا جاسکتا ہے اور اس طرح کی آمدنی کو اولاً دیگر مقابر کے تحفظ یا ایسے شہروں اور آبادیوں کے لئے قبرستان کی اراضی حاصل کرنے پر خرچ کرنا چاہئے، جہاں قبرستان کی ضرورت ہے، اگر اس طرح کے مدات پر خرچ کے بعد رقم بچ جائے تو اسے مدارس، مسافر خانوں، نادار بچوں کی تعلیم اور دوسرے رفاہی کاموں پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ قاضی۔صفحہ ۱۷۶)۔..... حضرات فقہاء نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے کہ اگر شئ موقوف مقاصد وقف پورا کرنے سے عاجز آجائے اور اس کی حفاظت خطرے میں پڑ جائے تو اس شی موقوف کو دوسرے مصرف میں استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ پھر بعد میں دلائل کی روشنی میں جواز کا رجحان ظاہر کیا گیا ہے۔

(۷) قبرستان میں نماز جنازہ عام حالات میں پڑھنا مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب قبر کی عبادت اور سجدہ کرنے کا وہم ہوتا ہے جس سے شرک کی بو آتی ہے اور ہر ایسا عمل ممنوع ہے جس سے شرک کا ایہام ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صاف طور پر قبر کی طرف کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لا تجلسوا علی القبور و لا تصلوا الیھا.** (حدیث نمبر۔۲۷/۹۷۲) ''قبروں پر نہ بیٹھا کرو اور نہ ان کی طرف کر کے نماز پڑھو'' .....احادیث سے استدلال کرتے ہوئے فقہاء کرام نے کسی قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، البتہ جہاں سامنے کوئی قبر نہ ہو یا ہو مگر کوئی پردہ حائل ہو یا بالکل ایسی جگہ نماز پڑھی جائے جو قبروں سے خالی ہو تو علت نہ پائے جانے کی وجہ سے بلا کراہت وہاں نماز درست ہے۔

> **وعلی ھذا فان الصلاۃ فی المقبرۃ لا تجوز، و الصلاۃ الی القبر لا تجوز، لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین ان المقبر لیست محلا للصلاۃ، و نھی عن الصلاۃ الی القبر، و الحکمۃ من ذلک ان الصلاۃ فی المقبرۃ، او الی القبر ذریعۃ الی الشرک، و ما کان ذریعۃ الی الشرک کان محرما، لان الشارع قد سد کل طریق یوصل الی الشرک.** (مجموع فتاوی و رسائل العثیمین (۱۲/۳۷۵).
>
> اولا کوشش کی جائے کہ قبرستان کے علاوہ کسی اور جگہ کو جنازہ گاہ بنائی جائے، لیکن اگر کوئی صورت نہ بن سکے تو قبرستان میں کوئی ایسی جگہ نماز جنازہ کے لئے منتخب کی جاسکتی ہے جو کسی کنارہ میں ہو اور قبروں سے بالکلیہ خالی ہو، اگر قبرستان وسیع ہو تو بہتر ہوگا کہ چھوٹی دیواروں کے ذریعے ایک حد مقرر کردی جائے تاکہ قبروں سے پردہ بھی ہو جائے اور جگہ کا تعین بھی ہو سکے۔

(۸) قبرستان کو پاک وصاف رکھنا واجب ہے۔ وہاں کوئی بھی ایسا عمل جس سے یا تو قبر کی بے حرمتی ہوتی ہو یا

قبرستان میں گندگی پھیلتی ہو، جائز نہیں ہے۔ قبرستان کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا اور نہ اسے جانوروں اور مویشیوں کے رہنے لئے کام میں لایا جا سکتا ہے، قبرستان کے کسی ایک حصہ کو اس کے لئے مختص نہیں کیا جا سکتا ہے، اس میں قبرستان کی بے حرمتی کے ساتھ وقف کی روح متأثر ہوتی ہے، بلاشبہ یہ منشا وقف کے خلاف ہے، اس کی وجہ سے آمد و رفت ہوگی اور غلاظتوں کا ڈھیر لگ جائے گا، وہ لوگ ہرگز قبرستان کی حرمت کو باقی نہیں رکھ سکیں گے۔ پھر ایک مرتبہ کسی مجبوری کے تحت اگر چند دنوں کے لئے اجازت دے دی گئی تو وہ اس کے عادی ہو جائیں گے اور ان سے خالی کرانا دشوار سے دشوار تر ہو جائے گا۔

مقبرة قديمة بمحلة لم يبق فيها آثار المقبرة، هل يباح لأهل المحلة الانتفاع بها قال ابو نصر لا يباح قيل له فان كا فيها حشيش قال يحش فيها و يخرج الى الدواب فذلک ايسر من دخول الدواب (تاتار خانية ۸/ ۱۹۰). فلو كان فيها حشيش يحش و يرسل الى الدواب و لا ترسل الدواب فيها (فتاوى عالمگيرى ۲/ ۴۷۱). عن ابن مسعود يقول : لأن اطأ على جمرة احب الى من اطأ على قبر رجل مسلم (المعجم الكبير للطبرانى). و يكره ان يوطأ على القبر يعنى بالرجل او يقعد عليه او يقضى عليه حاجته (تاتار خانيه ۳/ ۷۳).

قبرستان میں پلرس ڈال کر کچھ حصوں پر دکانیں بنانا

مفتی محمد اشرف قاسمی

خادم التدریس والافتاء مدرسہ احیاء العلوم، مہد پور، اُجین، ایم پی

سوال نمبر 1۔ اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا صحیح حکم تحریر فرمائیں؟

جواب نمبر ا۔

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ۔

(رواہ مسلم ج ا ص ۳۱۲/ برقم الحدیث ۲۲۴۵/ ترمذی برقم الحدیث ۱۰۵۲/)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی چونا گچ کرنے، اس پر مکان تعمیر کرنے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ مسلم

صاحبِ قبر کے لیے قبر پر تعمیر کے ساتھ یہ حدیث مؤول ہے۔ اس لیے قبرستان پر تعمیر سے اگر صاحبِ قبر کے بجائے قبرستان کی ضروریات وابستہ ہوں، تو اس صورت میں ممانعت کا حکم نہیں ہوگا۔ جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے افادات میں ہے۔

قال القاري: قال في الأزهار النهي عن تجصيص القبور للكراهة، وهويتناول البناء بذلك، وتجصيص وجهه، والنهي في البناء للكراهة إن كان في ملكه، وللحرمة في المقبرة المسبَلة، ويجب الهدم وإن كان مسجدا، وقال التوربشتي: يحتمل وجهين: أحدهما: البناء على القبر بالحجارة، وما يجري مجراها، والآخر: أن يضرب عليها خباء ونحوه، وكلاهما منهي لعدم الفائدة فيه، قلت (القاري): فيستفاد منه أنه إذا كانت الخيمة لفائدة مثل أن يقعد القراء تحتها فلا تكون منهية. قال ابن الهمام: واختلف في إجلاس القارئين ليقرءوا عند القبر، والمختار عدم الكراهة اهـ. ثم قال التوربشتي ولأنه من صنيع أهل الجاهلية، أي كانوا يظللون على الميت إلى سنة، قال: وعن ابن

عمرﷺ انه رأی فسطاطا علی قبر أخیه عبد الرحمن فقال:انزعه یا غلام، وإنما یظله عمله، وقال بعض الشراح من علمائنا ولإضاعة المال، وقد أباح السلف البناء علی قبر المشایخ والعلماء والمشهورین لیزورهم الناس، ویستریحوا بالجلوس فیه اهـ.

(العرف الزکی شرح جامع ترمذی، افادات علامه انور شاه کشمیریؒ، ج 8ص 395،تحت رقم حدیث 1052،باب ماجاء فی کراهیة تجصیص القبور والکتابة علیها.تالیف حضرت مفتی عبدالله المعروفی، زکریا.)

حدیث مبارکہ میں قبروں پر تعمیر کی ممانعت کی دو تین وجوہات ہیں۔

۱۔اس تعمیر سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۲۔جہلاء کا خیال ہے کہ اس عمارت سے میت کو سایہ حاصل ہوتا ہے۔قبروں پر ایسی تعمیرات سے جہلاء کی مشابہت ہوتی ہے،اس لیے قبروں پر تعمیر سے منع کیا گیا۔حضرت عمرؓ نے اپنے بھائی کی قبر پر قائم خیمہ کو دیکھ کر فرمایا کہ :انسان کو اس کے عمل کا سایہ کام آئے گا،نہ کہ خیمہ کا سایہ۔اس لیے بھائی کی قبر سے خیمہ اکھاڑنے کا حکم فرمایا۔

۳۔ایسی تعمیرات میں چونکہ کوئی فائدہ نہیں ہے،اس لیے اضاعتِ مال کی وجہ سے ممانعت ہے۔

لیکن اگر قبروں پر تعمیرات محض یا اضاعتِ مال نہ ہو، بلکہ کچھ فائدہ ہو،اور جہلاء سے مشابہت نہ ہو تو بوقتِ ضرورت قبروں پر تعمیرات کی اجازت ہے۔یہاں شارحؒ نے ضروریات میں ''قراء کو اس کے نیچے بیٹھنے اور زائرین کی سہولت'' بیان فرمائی ہے۔اور پھر مشائخ کی قبروں کے سلسلے میں امت کا تعامل بیان کیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کے اوپر قبرستان کے فائدہ کے لیے دکانیں بنادی جائیں اور انھیں کرایہ پر دیدیا جائے تو جائز ہے۔کیونکہ یہ دکانیں قبرستان کے ہی تابع ہوں گی۔کمافی الھندیہ:

أرض لأهل قریة جعلوها مقبرة وأقبروا فیها ثم إن واحدا من أهل القریة بنی فیها بناء (إلی قوله) قالوا: إن کان فی المقبرة سعة بحیث لایحتاج إلی ذٰلک المکان فلا بأس به.(الهندیة، الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر)

حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں ایک قبرستان جس میں ۲۵/سالوں سے تدفین کا عمل رکا ہوا تھا کے بارے میں استفتاء کے جواب میں عینی شرح بخاری کے حوالے سے عبارتِ ذیل نقل فرمائی:

لو أن مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجدا لم أر بذٰلک بأسا وذٰلک لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لأحد أن یملکها فإذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها إلی المسجد لأن المسجد أیضا وقف من أوقاف المسلمین ۔ (عمدة القاری،

الصلاۃ، باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ویتخذ مکانھا مساجد، ج ۳/ص ۴۳۵/زکریا برقم الحدیث ۴۲۸/، فتح الملھم، کتاب المساجد، ج ۲/ ص ۱۱۸/ اشرفیہ، ھٰکذا فی فتاویٰ التاتارخانیۃ، ج ۸/ص ۱۸۸/زکریا، رقم:۱۱۵۹۷/)

اور پھر تحریر فرمایا کہ:

''جواب مذکور سے بعلت اشتراک علت معلوم ہوا کہ انجمن کا مکان وقفی نفع عام کے لیے اس مقبرہ کی جگہ بنانا جائز ہے۔ یکم رجب ۱۳۲۱ھ''

(مبوب، امداد الفتاوی، ج ۲/ص ۵۷۹/کتاب الوقف، سوال نمبر ۷۰۲/حضرت تھانویؒ۔ زکریا)

اور قبروں کے اوپر پلر ڈال کر دکانوں کے قیام سے قبروں کی بے حرمتی نہیں ہوگی، کیونکہ جن احادیث میں قبروں پر بیٹھنے اور چلنے سے منع کیا گیا ہے وہاں بول و براز کے لیے بیٹھنا اور پیروں سے قبروں کو روندنا مراد ہے۔

وقد بین زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان الجلوس المنھی عنہ: الجلوس علی القبور لغائط او لبول.....اما مطلق الجلوس: فغیر منھی عنہ بھذ التغلیظ، فقد کا ن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یجلس علی القبور، وقال مولی لہ: کنت ابسط لہ فی المقبرۃ، فیتوسد قبراً، ثم یضطجع. (العرف الزکی شرح جامع الترمذی، افادات علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، ج 8ص 392، تحت رقم الحدیث 1050، باب ماجاء فی کراھیۃ المشی علی القبور والجلوس علیھا. تالیف حضرت مفتی عبداللہ المعروفی. زکریا)

بیان کردہ صورت میں جب قبروں سے اونچائی پر چھت ہوگی اور اس چھت پر بیٹھنا اٹھنا ہوگا، تو اس میں بے ادبی کی کوئی صورت نہیں پائی جائے گی۔ اس لیے ضرورت کے وقت آباد قبرستان میں دکان وغیرہ بناتے وقت کچھ حصے آسمان کی طرف سے کھلے ہونے چاہئے تاکہ بارش کا پانی وغیرہ وہاں پہونچ کر نعشوں کو قدرتی طریقے سے فنا کرنے کا نظام قائم رہ سکے۔

الغرض صاحبِ قبر کے بجائے مطلق قبرستان کی ضرورت وانتظام کی پیش نظر آباد قبرستان کے کنارے جانب میں پلر ڈال کر دکان وغیرہ بنانا جائز ہے۔ البتہ تعمیر کی صورت ایسی ہو کہ قبرستان کا زیادہ حصہ آسمان کی طرف سے کھلا ہو، تاکہ بارش کا پانی وغیرہ وہاں پہونچ کر نعشوں کو قدرتی طریقے سے فنا کرنے کا نظام قائم رہ سکے ہے۔ چونکہ قبروں سے اونچائی پر چھت ہوگی تو چھت پر بیٹھنے اُٹھنے سے قبرستان کی بے ادبی نہیں ہوگی۔

قبرستان میں پلّر پر چھت ڈال کر دوسری منزل کو قبرستان بنانا

سوال نمبر 2. اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے

ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجود قبرستان میں پلر دیکر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے جس کی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔ اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

الجواب ۲۔ میتوں کو زمین میں دفن کرنے کا حکم منصوص ومتوارث ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (55) طه عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: جَاءَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالُوا: أَصَابَنَا قَرْحٌ، وَجَهْدٌ، فَكَيْفَ تَأْمُرُنَا ؟، قَالَ: احْفِرُوا، وَأَوْسِعُوا، وَاجْعَلُوا الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي الْقَبْرِ، قِيلَ: فَأَيُّهُمْ يُقَدَّمُ؟، قَالَ: أَكْثَرُهُمْ قُرْآنًا، قَالَ: أُصِيبَ أَبِي يَوْمَئِذٍ عَامِرُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، أَوْ قَالَ: وَاحِدٌ. (ابو داؤد برقم الحدیث ۳۲۱۵/ و ۳۲۱۶/ الترمذی برقم الحدیث ۱۷۱۳/ النسائی برقم الحدیث ۲۰۱۵/ قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

پلرس پر چھت ڈال کر اسے قبرستان بنانے سے تدفین فی الارض کا معنی نہیں پایا جائے گا۔ اس لیے عام حالات میں ایسی صورت اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ پھر ایسی تعمیرات میں زمین کے مساوی یا زیادہ ہی روپیہ صرف ہوگا، نیز عمارت کے منہدم ہونے خطرات کے ساتھ ہی چھت والے حصے میں نعشوں کے تحلیل وفنا میں دشواری بھی ہوگی، اس لیے بھی ایسی صورت سے پرہیز بہتر ہے۔ جہاں قبرستانوں میں ایسی تنگی ہو وہاں بلکہ ہر جگہ قبرستانوں میں میتوں کی تدفین کی صورت اس طرح اختیار کی جائے کہ ایک طرف سے بالترتیب میتوں کی تدفین شروع کرکے قبرستان کے آخر تک یہ سلسلہ جاری رکھا جائے۔ آخر تک پہونچنے کے بعد دوبارہ ابتدائی ترتیب کے مطابق میتوں کی تدفین کا سلسلہ قائم کیا جائے۔ دوبارہ میتوں کی تدفین کے لیے قبروں کی کھدائی میں اگر میتوں کی باقیات نکلیں تو انھیں اسی قبر میں کنارے دبا دیا جائے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ الْمَدَنِيِّ، عَنِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ، أُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ فَدُفِنَ، أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ... وَقَالَ: أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي، وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي. (ابو داؤد برقم الحدیث 3206)

امام ابوداودؒ نے درج بالا حدیث ''باب فی جمع الموتی فی قبرٍ والقبر یُعْلَمُ'' کے تحت بیان کیا ہے۔ اس حدیث میں آخر میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان: وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي کا مطلب ''اسی قبر میں اپنے دوسرے رشتہ داروں کی تدفین کروں گا'' امام ابوداودؒ نے یہی مطلب سمجھ کر جمع الموتی فی قبرٍ کا ترجمۃ الباب قائم فرمایا۔ جب کہ

دیگر محدثین وشراحِ حدیث نے الیہ لفظ سے ''اس قبر کے قریب'' کا معنی مراد لیا ہے۔امام ابوداود کے ترجمۃ الباب یہ مطلب واضح ہوتا کہ ایک ہی قبر جب پرانی ہوجائے تو اس میں دوسری میت کی تدفین جائز ہے۔اس پر فقہی تصریحات بھی موجود ہیں۔

''ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ في قبرہ وزرعہ والبناء علیہ، کذا في التبیین.''(فتاویٰ ھندیۃ، ج نمبر ۱/ص ۱۶۷/کتاب الصلاۃ باب الجنائز، فصل سادس، دار الفکر)

اگر حادثاتی موقعوں پر یا کثرت آبادی کے ساتھ قبرستان کی تنگی کی وجہ سے میتوں کی تعداد زیادہ ہوجائے تو مجبوری کی وجہ سے ایک ایک قبر میں متعدد میتوں کی تدفین جائز ہے۔جیسا کہ ابتدا میں ابوداؤد برقم الحدیث، ۳۲۱۵/و۳۲۱۶/الترمذی برقم الحدیث ۱۷۱۳/النسائی برقم الحدیث ۲۰۱۵/کی روایتِ حدیث نقل کی گئی کہ ضرورت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک قبر میں متعدد اموات کو دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ابوداؤ د کی شرح انوار المحمود افادات علامہ انور شاہ کشمیریؒ میں شیخ محمد صدیق نجیب آبادیؒ لکھتے ہیں:

وامرھم ان یجلعوا الرجلین والثلاثۃَ من باب التسھیل للضرورۃ والا یکرہ ان یدفن اثنان فی قبرٍ.(انوار المحمود، شرح سنن ابی داؤد، ج ۹/ص ۲۰۹/تحت رقم الحدیث ۳۲۱۵/، شیخ محمد صادق نجیب آبادی، تحقیق: مفتی عبد الرزاق امروھی۔زکریا)

اس لیے قبرستان میں پلرس قائم کرکے چھت پر قبرستان بنانے کے بجائے زمین ہی میں ایک ترتیب کے ساتھ میتوں کو دفن کیا جائے۔اگر زیادہ میتوں ہوجائیں تو مجبوری کی وجہ سے ایک ایک قبر میں متعدد میتیں بھی دفن کی جا سکتی ہیں۔

قبرستان کا استبدال

سوال نمبر ۳.قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمد ورفت کی بھی ہوتی ہے چھوٹی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گذرنا دشوار ہوجاتا ہے۔کمیٹی اس صورتِ حال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جب کہ لوگ اس قبرستان کی آراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لیے تیار ہوں، مختلف مقاصد کے لئے، جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لیے تیار ہوتی ہے۔تو کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

جواب نمبر ۳۔ مفتی بہ قول یہ ہے کہ عام حالات میں وقف کا استبدال یا خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ البتہ کچھ صورتیں ایسی ہیں جن کا حکم اس سے مستثنیٰ ہے۔

پہلی صورت یہ ہے کہ واقف نے شرط لگادی ہو کہ اس کا استبدال کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں استبدال جائز ہے۔ خیال رہے استبدال سے مراد شراء بھی ہے جیسا علامہ شامی اسی باب کے ذیل میں تشریح فرمائی ہے۔

وظاهره انه لا فرق بين ذكر بلفظ الاستبدال او البيع۔

دوسری صورت یہ ہے کہ واقف نے کوئی شرط نہیں لگائی لیکن موقوفہ زمین کلی طور پر نفع بخش نہیں بچی ہو، اس سے کچھ بھی آمدنی نہیں ہوتی ہو، اس کے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں، تو ایسی صورت میں اس سے بہتر زمین حاصل کرنے کے لیے قاضی کی اجازت سے واقف کے لیے جائز ہے کہ اس کو فروخت کرکے دوسری زمین حاصل کرلے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ واقف نے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو، لیکن استبدال میں نسبتاً زیادہ نفع ہو، اور بدل زیادہ بہتر ہو۔ اس سلسلے میں اختلاف ہے۔ علامہ شامیؒ کہتے ہیں قول مختار کے مطابق زیادہ نفع کی امید میں استبدال جائز نہیں۔

صاحبِ بحر کے حوالہ سے علامہ شامیؒ نقل کرتے ہیں کہ تیسری صورت میں زمین کے سلسلے میں اختلاف ہے، مکانِ موقوفہ کے عدم جواز میں اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ مکان سے اگرچہ کوئی پیداوار نہ ہو، پھر بھی وہ رہائش وغیرہ کے کام آتا ہے، اس لیے مکان وغیرہ کا استبدال یا بیع جائز نہیں ہوگی۔ جب کہ اگر زمین میں پیداوار نہ ہو تو چونکہ اس کی افادیت ختم ہوجاتی ہے اس لیے کرایہ دار اور بائع ملنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس لیے زمین کے سلسلے میں کچھ علماء استبدال وبیع کے جواز کے قائل ہیں، اور کچھ عدم جواز کے، قول مختار عدمِ جواز کا ہے۔ الدر المختار کے ساتھ رد المحتار کی عبارات درج ذیل ہیں۔

في الدر المختار: (و) جاز (شرط الاستبدال به ارضا اخرى) حينئذ۔ وفي رد المحتار: والثالث: ان لا يشترطه ايضا ولكن فيه نفع في الجملة، وبدله خير منه ريعا ونفعا. وهذا لا يجوز استبداله على الاصح المختار.

وافاد صاحب البحر في رسالته في الاستبدال ان الخلاف في الثالث، انما هو في الارض اذا ضعف عن الاستغلال، بخلاف الدار بخراب بعضها، ولم تذهب اصلا فانه لا يجوز حينئذ الا ستبدال على كل الاقوال۔ قال لا يمكن قياسها على الارض فان الارض اذا ضعف لا يرغب غالباً في استئجارها بل في شرائها، اما الدار فيرغب في استئجارها مدة طويلة لاجل تعميرها للسكنى. (رد المحتار مع الدر المختار، ج ۶ ص ۵۸۳/ و ۵۸۴/ زكريا)

بیع واستبدال کی مذکورہ بالا تین صورتوں کے اَحکام واقف کے لیے تھے۔ لیکن واقف کے بجائے قاضی کو بھی

استبدال وبیع کا اختیار چار صورتوں میں ہوتا ہے۔

۱۔ واقف کی شرط کے مطابق ہو۔

۲۔ کسی نے وقف کی زمین غصب کرلیا ہو یا نقصان پہونچا دیا ہو کہ اس کی قیمت بطور ضمان وتاوان قاضی نے حاصل کیا، اس قیمت وتاوان کے بدلے قاضی کے حکم سے متولی دوسری زمین خریدے گا۔

۳۔ کسی نے زمین غصب کرلی ہو اس زمین کے کاغذات وشواہد نہ ہوں، وہ غاصب اس کے بدلے میں روپیہ دے رہا ہو، تو متولی کو اختیار ہے، بدلے میں روپیہ لے کر دوسری زمین وقف کے نام سے خرید لے۔

۴۔ کوئی خریدار اس زمین کی پیداوار سے زیادہ نفع بخش زمین دے کر اس کو خریدنا چاہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے بدل میں زیادہ بہتر زمین خریدنا جائز ہے۔ علامہؒ شامی کہتے ہیں: وعلیہ الفتوی۔

فی الدر المختار: وفیھا لا یجوز استبدال العامر الا فی الاربع:

وفی رد المحتار: قولہ: (الا فی اربع) الاولی. لو شرطہ الواقف، والثانیۃ اذا غصبہ غاصب واجری علیہ الماء حتی صار بحرا فیضمن القیمۃَ یشتری المتولی بھا ارضا بدلا، الثالثہ: ان یجحد الغاصب ولا بینۃ، وی اراد دفع القیمۃ للمتولی اخذھا لیشتری بھا بدلا، الرابعۃ: ان یرغب انسان فیہ ببدل اکثر غلۃ واحسن صقعا، فیجوز علی قول ابی یوسف، وعلیہ الفتوی۔ (ردا لمحتار علی الدر المختار، ج ۶/ص ۵۸۸/زکریا)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر اراضی موقوفہ کی آمدنی کمزور ہوگئی ہو تو اس کو فروخت کرکے اس کے بدلے میں اس سے بہتر اور زیادہ نفع بخش زمین حاصل کرنا جائز ہے۔

اذا ضعف الارض الموقوفۃ عن الاستغلال والقیم یجد بثمنھا ارضا اخری ھی اکثر ریعا کان لہ أن یبیع ھذہ الارضَ ویشتری بثمنھا ماھو اکثر ریعا۔ (تاتارخانیۃ۔ ج ۸/ص ۶۳/زکریا)

چوتھی صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ اوقاف کی زمینوں کے استبدال میں خدشات بھی ہوتے ہیں جو علامہ شامی کے دور میں بھی پائے جاتے تھے۔ اس صورت میں فقہاء کے اختلاف کی وجہ یہی ہے کہ استبدال کے عنوان سے قضاۃ کی طرف سے اوقاف المسلمین کو خرد برد کرنے کے واقعات پائے جاتے ہیں۔

علامہ شامیؒ کہتے ہیں:

وقد شاھدنا فی الاستبدال مالا یعد ویحصیٰ فان ظلمۃ القضاۃ جعلوہ حیلۃ لابطال اوقاف المسلمین، وعلی تقدیرہ فقد قال فی الاسعاف المراد بالقاضی ھو قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم العمل۔ (ردا لمحتار علی الدر المختار، ج ۶/ص ۵۸۸/زکریا)

اس لیے مخصوص حالات میں جب پوری طرح اطمینان ہو کہ زمین کے بدلے میں مناسب و بہتر زمین حاصل ہوگی، تو اصحاب الرائے اور قانونی ماہرین کی رہنمائی ومشورہ سے استبدال آراضیِ قبرستان جائز ہوگا، ورنہ نہیں۔

ویتصرف القیم بمافیه من النفع للوقف۔(تنقیح الفتاوی الحامدیة، کتاب اللقیط، الباب الثالث فی احکام النظار و اصحاب الوظائف، ج ۱/ص ۲۰۰/بیروت)

وفی الدر المختار:(ویوجر)باجر(المثل) ف(لا) یجوز(بالا قل)ولو هو المستحق قاری الهدایة الا بنقصان یسیر۔(الدر المختار مع رد المحتار ج ۶/ص ۶۰۸/زکریا)

قبرستان میں وضوخانہ وغیرہ کی تعمیر

سوال نمبر 4. بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں۔سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجاء خانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجاء خانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں، جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے لوگوں کی آمد ورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیشِ نظر استنجاء خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیشِ نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجاء خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب نمبر ۴۔قبرستان کے اس حصے میں جہاں میتوں کے فنا ہوجانے کا یقین ہو اور اس کو مسجد وقبرستان کی مذکورہ ضروریات (طہارت خانہ وغیرہ) میں استعمال سے کوئی قابل ذکر نقصان نہ ہو تو جائز ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے:

"ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیره في قبره وزرعه والبناء علیه، کذا في التبیین."

(فتاوی هندیة، کتاب الصلاة باب الجنائز فصل سادس ج نمبر ۱ ص نمبر ۱۶۷، دار الفکر)

عمدی القاري شرح صحیح البخاري میں ہے:

"فَإِن قلت:هَل یجوز أَن تبنی علی قُبور الْمُسلمین؟ قلت: قَالَ ابْن الْقَاسِم: لَو أَن مَقْبرَة من مَقَابِر الْمُسلمین عفت فَبنی قوم عَلَیْهَا مَسْجِدا لم أر بذلك بَأْسا، وَذَلِك لِأَن الْمَقَابِر وقف من أوقاف الْمُسلمین لدفن موتاهم لَا یجوز لأحد أَن یملكهَا، فَإِذا درست وَاسْتغْنی عَن الدّفن فِیهَا جَازَ صرفهَا إِلَی الْمَسْجِد، لِأَن الْمَسْجِد أَیْضا وقف من أوقاف الْمُسلمین لَا یجوز تملكه لأحد، فمعناهما علی هَذَا وَاحِد".(عمدة القاري شرح صحیح البخاري، کتاب الصلاة، باب تنبش قبور المشرکی الجاهلیة ویتخذ مکانها مساجد ج ۴/ص ۱۷۹، دار احیاء التراث العربی)

قبرستان میں مسجد کی تعمیر

سوال نمبر 5۔ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں اس صورت میں کیا حکم ہوگا ؟ اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا ؟ آیا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا ؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجاء خانہ اور بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب ۔ ۵ رسوال نمبر ۴ رکی طرح اس کا جواب بھی ہے۔جس حصے میں میتوں کی تدفین نہیں ہوتی ہے وہاں مسجد بنائی جاسکتی ہے۔جواب ۴ رمیں فقہی عبارت نقل کی گئی ہے۔

فإذا درست و استغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين. (فتح الملهم، كتاب المساجد، اشرفيه، ج ۲ / ص ۱۱۸ /)

اگر قبرستان میں جگہ کم ہے اور قبرستان آباد ہے، تو ایسی صورت میں وہاں مسجد کی تعمیر سے نظام قبرستان میں حرج واقع ہوگا، اس لیے مسجد یا کوئی دوسری وقفی تعمیر سے بچنا چاہئے۔لیکن ضرورت شدیدہ ہو تو سوال نمبر ایک کے جواب میں بیان کردہ تفصیلات کے مطابق قبرستان کے کنارے پلر ڈال کر چھت پر مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔جگہ کی گنجائش کی صورت میں جو طہارت خانے وغیرہ تعمیر ہوں گے، وہ سب قبرستان یا مسجد انتظامیہ کے تحت وقفی ہی رہیں گے۔

قبرستان کی خالی زمینوں پر دینی تعلیمی اداروں کا قیام

سوال نمبر 6. ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بدلگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہو رہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کر دیئے جائیں تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہوگی؟

اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اور فتوے بھی آئے ہیں، لیکن ان دنوں مسلمانوں اور ان کے اداروں کے تئیں حکومتِ وقت کے جو رویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غور فکر کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشا واقف کے خلاف تصور تو نہیں کیا جائے گا ؟ اگر ادارہ قائم کر دینے سے اراضی کا تحفظ ہو تو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کر دیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہو تو کیا یہ صورت شرعاً درست ہوگی؟

جواب نمبر ۶۔ چونکہ قبرستان کی طرح دینی تعلیمی ادارے عام مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہوتے ہیں، ساتھ ہی ضرورت سے زائد زمینوں پر دینی تعلیمی اداروں کے قیام سے اُن آراضی کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔ اس لیے آراضیِ قوفہ کی حفاظت کی غرض سے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی منشاء واقف کے خلاف ہے۔ جو فقہی عبارات جواب نمبر ۴/و ۵/ میں عمدۃ القاری وغیرہ کی نقل کی گئی ہیں۔ وہی اس جواب میں ہمارا مستدل ہیں۔ خاص طور پر جب ان وقفی تعمیرات کا کرایہ قبرستان کو دیا جائے تو اس کے جواز میں کوئی کراہت نہیں باقی رہتی ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

البقعة الموقوفة على جهة إذا بنى رجل فيها بناءً ووقفها على تلك الجهة يجوز بلا خلاف تبعًا لها۔

(فتاوى هندية، ج ۲/، ص ۳۶۲/، ط: رشيديه)

الغرض قبرستان کی خالی اراضی کی حفاظت کے پیش نظر ان پر وقفی تعمیرات کرنا جن کا کرایہ قبرستان کو دیا جائے گا۔ کے جواز میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

سوال نمبر 7. ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں، کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جو بسا اوقات باعثِ تکلیف بن جاتا ہے۔ ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

جواب نمبر ۷۔ جنازہ گاہ کے طور پر قبرستان کے کسی حصہ کو خاص کرنا جائز ہے۔ سوال نمبر ۱/و ۴/و ۵/اور ۶/ کے جوابات میں نقل کی گئی فقہی جزئیات ہمارا مستدل ہیں۔ اگر قبرستان میں جگہ کم ہو تو قبرستان کے کنارے پلر پر چھت ڈال کر اُسے بطور جنازہ گاہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ قبرستان میں جنازہ گاہ اس طور پر بنایا جائے کہ مصلین کے سامنے کوئی قبر نہ ہو۔ یا امام کے سامنے سترہ کے طور پر دیوار وغیرہ بنادی جائے۔ کیونکہ قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا منع ہے۔

قال رسول الله ﷺ: لا تجلسوا على القبور، ولا تصلو االيها. (مسلم برقم الحديث ۹۷۲/ والترمذی برقم الحديث ۱۰۵۰/ وابو داؤد برقم الحديث ۳۲۲۹)

سوال نمبر ۸۔ بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل بھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہری بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑہ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں، کیا اس کی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں

جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیے جائیں؟ کیا اِسے مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی راہ نکالی جا سکتی ہے؟

الجواب ۸۔ قبرستان کے کسی حصہ کو چراگاہ، کھلیان یا باڑہ وغیرہ کے طور پر مخصوص کرنا جائز نہیں ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

في المحيط فلو كان فيها حشيش يحش ويُرسل إلى الدواب ولا تُرسل الدواب فيها، كذا في البحر الرائق. (فتاوىٰ هندية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات والحياض، ج ۲/ص ۴۷۰/، ط: رشيدية)

ہنگامی حالات میں صرف وقتی طور پر قبرستان کی انتظامیہ کی اجازت سے قبرستان کی خالی زمینوں کو استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔ خالی زمینوں کو کھلیان یا باڑہ کے لیے کرایہ پر قبرستان کی انتظامیہ کی اجازت ونگرانی میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ اس سلسلے میں سوال نمبر ۱/و۶/ کے جوابات میں نقل کردہ فقہی جزئیات ہمارا مستدل ہیں۔

خلاصہ

جواب نمبر ۱۔ صاحبِ قبر کے بجائے مطلق قبرستان کی ضرورت وانتظام کی پیش نظر آباد قبرستان کے کنارے جانب میں پلر ڈال کر دکان وغیرہ بنانا جائز ہے۔ البتہ تعمیر کی صورت ایسی ہو کہ قبرستان کا زیادہ حصہ آسمان کی طرف سے کھلا ہو، تاکہ بارش کا پانی وغیرہ وہاں پہونچ کر نعشوں کو قدرتی طریقے سے فنا کرنے کا نظام قائم رہ سکے ہے۔ چونکہ قبروں سے اونچائی پر چھت ہوگی اس لیے چھت پر بیٹھنے اُٹھنے سے قبرستان کی بے ادبی نہیں ہوگی۔

جواب نمبر ۲۔ قبرستان میں پلرس قائم کر کے چھت پر دوسرا قبرستان بنانے کے بجائے زمین ہی میں ایک ترتیب کے ساتھ میتوں کو دفن کیا جائے۔ اگر میتیں زیادہ ہو جائیں تو مجبوری کی صورت میں ایک ایک قبر میں متعدد میتیں بھی دفن کی جاسکتی ہیں۔

جواب نمبر ۳۔ مخصوص حالات میں جب پوری طرح اطمینان ہو کہ زمین کے بدلے میں مناسب وبہتر زمین حاصل ہوگی، تو اصحاب الرائے اور قانونی ماہرین کی رہنمائی ومشورہ سے استبدال اراضیِ قبرستان جائز ہے۔

جواب نمبر ۴۔ قبرستان کے اس حصے میں جہاں میتوں کے فنا ہو جانے کا یقین ہو اور اس کو مسجد وقبرستان کی مذکورہ ضروریات (طہارت خانہ وغیرہ) میں استعمال سے کوئی قابل ذکر نقصان نہ ہو تو جائز ہے۔

جواب نمبر ۵۔ جس حصے میں میتوں کی تدفین نہیں ہوتی ہے وہاں مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ اگر قبرستان میں جگہ کم

ہے اور قبرستان آباد ہے، تو ایسی صورت میں وہاں مسجد کی تعمیر سے نظام قبرستان میں حرج واقع ہوگا، اس لیے وہاں مسجد یا کسی دوسری تعمیر سے بچنا چاہئے۔ البتہ ضرورت شدیدہ ہو تو قبرستان کے کنارے پلرس ڈال کر چھت پر مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے۔

جواب نمبر ۶۔ قبرستان کی خالی اراضی کی حفاظت کے پیش نظر ان پر وقفی تعمیرات جن کا کرایہ قبرستان کو دیا جائے گا کے جواز میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

جواب نمبر ۷۔ جنازہ گاہ کے طور پر قبرستان کے کسی حصہ کو خاص کرنا جائز ہے۔ اگر قبرستان میں جگہ کم ہو تو قبرستان کے کنارے پلرس پر چھت ڈال کر اُسے بطور جنازہ گاہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ قبرستان میں جنازہ گاہ اس طور پر بنایا جائے کہ مصلین کے سامنے کوئی قبر نہ ہو۔ یا امام کے سامنے سترہ کے طور پر دیوار وغیرہ بنادی جائے۔

جواب نمبر ۸۔ قبرستان کے کسی حصہ کو چراگاہ، کھلیان یا باڑہ وغیرہ کے طور پر مخصوص کرنا جائز نہیں ہے۔ ہنگامی حالات میں صرف وقتی طور پر قبرستان کی انتظامیہ کی اجازت سے قبرستان کی خالی زمینوں کو استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔ خالی زمینوں کو کھلیان یا باڑہ کے لیے کرایہ پر قبرستان کی انتظامیہ کی اجازت ونگرانی میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

مرتب: قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی
دارالقضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ناگپاڑہ ممبئی

مختصر تمہید:۔

وقف ایک عبادت ہے جس کا مقصد اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنا اور خلق خدا سے محبت کا اظہار کرنا ہے، جب کوئی شخص زمین وقف کرتا ہے، تو واقف کی ملکیت ختم ہوجاتی ہے اور اس زمین پر اللہ تعالی کی ملکیت قائم ہوجاتی ہے؛ اسی وجہ سے حضرات فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ وقف کے مکمل ہوجانے کے بعد وقف کرنے والے کی ملکیت اس زمین سے ختم ہوجاتی ہے، اب اس زمین پر واقف کا بھی اختیار نہیں ہوتا ہے اس زمین پر وراثت قائم نہیں ہوتی، اس زمین کو واقف نہ عاریت پر دے سکتا ہے نہ رہن پر دے سکتا ہے، واقف کے انتقال کر جانے کے بعد واقف کے ورثہ کا اس زمین پر کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے۔

وقف کو اسلام کی خصوصیات میں شمار کیا جاتا ہے، امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اسلام سے پہلے وقف کا نظام نہیں تھا اسلام میں اس نظام کا آغاز ہوا قرآن کریم میں جب یہ آیت نازل ہوئی ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون'' (آل عمران: ۹۲) کہ تم اس وقت تک خیر یعنی نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی سب سے محبوب چیز راہ خدا میں خرچ نہ کر دو تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے بیر حا باغ (جو کہ مدینہ میں مسجد نبوی کے قریب بہت قیمتی زمین تھی) مجھے بہت پسند ہے میں اسے راہ خدا میں صرف کرتا ہوں؛ چناں چہ حضور ﷺ کے مشورہ سے انہوں نے وہ زمین اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں جو حصہ مال غنیمت کے طور پر ملا ہے وہ سب سے زیادہ پسند ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا مشورہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اصل کو روک کر پھل کو راہ خدا میں صرف کر دو یعنی وقف کر دو تا کہ زمین باقی رہے اور اس کا پھل غریبوں کے لیے وقف ہوجائے۔ (تفسیر ابن کثیر ۲ / ۶۳)۔

قبرستان کے لغوی معنی:۔

قبرستان کے معنی: وہ جگہ جہاں بہت سے مردے دفن کیے جاتے ہیں، اور وہاں بہت سی قبریں ہوں۔ گورستان، وہ جگہ جہاں بہت سی قبریں ہوں۔ (جامع فیروز اللغات ۹۴۷)۔

عربی میں قبرستان کو مدفن اور ''مقبرۃ'' کہتے ہیں جس کی جمع ''مقابر'' آتی ہے۔القاموس الفقہ میں ہے: ''قبر'' انسان کے دفن کی جگہ کو کہتے ہیں ،اس کی جمع ''قبور'' ہے اور مقبرہ کے معنی قبرستان کے ہیں (القاموس المحیط ۵۹۰) بحوالہ القاموس الفقہ جلد ۴/ ۴۶۴ قبر)

قبرستان میں پلر دے کر دکان کی تعمیر کا حکم

ا۔قبرستان کی دو قسمیں ہوتی ہیں ،ایک وہ قبرستان جو کسی کی مملوکہ ہوں ،دوسری قسم قبرستان کی وہ ہے جو وقف ہوں اور وقف قبرستان کا اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اس میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی درست نہیں ہے، نیز اس کی ہیئت کو بھی تبدیل نہیں کر سکتے ہیں، جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

''لا یجوز تغیر الوقف عن هیأته فلا یجعل بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا ،الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیه مصلحة الوقف''.(فتاوی هندیه جلد ۲/ ۴۹۰)

ترجمہ:۔وقف کی ہیئت میں تبدیلی درست نہیں ہے، وقف کو باغ نہیں بنایا جاسکتا ہے اور نہ مسافر خانہ کو غسل خانہ بنایا جاسکتا ہے، اور نہ اصطبل کو دکان بنایا جاسکتا ہے، مگر یہ ہے کہ وقف کے نگراں کو واقف نے وقف کی مصلحت کے اعتبار سے تبدیلی کا اختیار دیا ہو۔

چوں کہ مسجد کے علاوہ تمام اوقاف لازمی نہیں ہوتے ہیں اس لیے اگر قبرستان کو واقعی ضرورت ہو، یا قبرستان پر غیروں کے قبضہ کا خطرہ ہو تو قبرستان کی جگہ کی حفاظت کی خاطر یہ درست ہوگا کہ قبرستان میں دس پندرہ فٹ اونچے پلر دے دیے جائیں اور دکانیں بنادی جائیں ،البتہ پلر اس طرح دیے جائیں کہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور قبر کی کوئی بے حرمتی نہ ہو، نیز قبر کی زیارت کرنے آنے والوں کو بھی کوئی دشواری نہ ہو، پلر پر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے ،تو شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے، اوپر مارکٹ ہونے کی وجہ سے مردوں کی بے حرمتی نہیں ہوگی اس لیے کہ مطاف میں متعدد انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں: جیسا کہ فتاوی دارالعلوم میں ہے ''اگر پلر پر تعمیر کرنا بہتر معلوم ہو رہا ہو تو پلر پر بھی تعمیر کر سکتے ہیں ،لیکن محض قبروں کے تحفظ کے لیے پلر قائم کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ مطاف کی جگہ مسجد حرام میں متعدد انبیاء کی قبریں ہیں ،لہذا کسی مسجد کے نیچے قبروں کے ہونے میں حرج نہیں ہے (فتاوی دارالعلوم دیوبند جواب نمبر ۱۶۱۰۲۸ ،آن لائن فتاوی دارالعلوم دیوبند)،قبروں کے اوپر پلر بنا کر مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے۔)

جامع الفتاوی میں ہے:

وہ زمین اگر اس درجہ میں ہو کہ نہ تو اس وقت تدفین کی ضرورت ہے اور نہ آئندہ متوقع ہے، تو اس صورت میں حواشی پر دکانیں بنا کر چوحدی قبرستان بھی محفوظ کر سکتے ہیں اور اس کی آمدنی جو قبرستان سے فاضل ہو اس کو مذکورہ دینی

کاموں میں بھی بہ سبیل مناسب اور باقاعدہ دیانت خرچ کر سکتے ہیں ورنہ کوئی صورت جواز کی نہ ہوگی (نظام الفتاوی جلد ۱/ ۱۶۷، بحوالہ جامع الفتاوی جلد ۷/ ۸۴)۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"فی نوادر هشام سألت محمد الحسن عن نهر قرية كثيرة الأهل لا يحصى عددهم و هو نهر قناة أو نهر وادلهم خاصة، و أراد قوم أن يعمروا بعض هٰذا النهر و يبنوا عليه مسجدا و لا يضر ذٰلک بالنهر و لا يتعرض لهم أحد من أهل النهر، قال محمد رحمه الله تعالىٰ يسعهم أن يبنوا ذٰلک المسجد للعامة أو المحلة كذا في المحيط" (الفتاوی الهنديه، كتاب الوقف الباب الحادی عشر، الفصل الاول جلد ۲/ ۴۵۶)

ترجمہ: ہشام نے نوادر میں کہا کہ میں نے امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے دریافت کیا: ایک کثیر آبادی والے قصبہ میں ایک نہر ہے، جو کہ جنگل یا پہاڑ کے نالے کی صورت میں ہے، اور وہ خاص انہی لوگوں کی ہے، اب کچھ لوگوں کا ارادہ ہوا کہ وہ نہر کے کچھ حصہ پر تعمیر کر کے مسجد بنا دیں، اس سے نہ تو نہر کو کوئی نقصان ہے اور نہ ہی نہر والوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہے؟ تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ان لوگوں کو ایسی مسجد بنانے کا اختیار ہے، چاہے وہ مسجد اہل محلہ کے لیے بنائیں یا عام لوگوں کے لیے، جیسا کہ محیط میں ہے۔ (مزید دیکھیں قبرستان میں تجارتی کمپلیکس ، کتاب الفتاوی جلد ۴/ ۲۸۹)

قبرستان پر پلر دے کر دکان بنانے سے مردوں کی بے حرمتی

قبرستان کے اوپر دکان ہونے سے مردوں کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی، اس لیے کہ مطاف میں قبریں ہیں، اور لوگ اوپر کے حصہ میں طواف کرتے ہیں، اسی طرح قبرستان میں پلر دے کر مسجد بنانے کی اجازت فقہاء نے دی ہے، مسجد میں بھی لوگوں کا آنا جانا ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے نیچے دفن شدہ مردے کی توہین نہیں شمار ہوتی ہے تو دکان کی صورت میں بھی نیچے دفن شدہ مردہ کی توہین نہیں ہوگی، نیز حدیث شریف میں مردہ کی ہڈی توڑنے، قبر پر بیٹھنے، ٹیک لگانے، اور قبر کو روندنے سے منع کیا گیا ہے اور یہاں پلر پر دکان بنانے کی صورت میں توہین کی کوئی بھی صورت نہیں پائی جاتی ہے اس لیے اس میں مردوں کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی۔

۲۔ کثیر منزلہ قبرستان

مردوں کو دفن کرنا، کچی قبر کا انتخاب اور پختہ قبر سے اجتناب کرنا، قبر کو جائز حد تک اونچا کرنا یہ سب مسائل (اسلام کے ثقافتی شعائر) عبادات سے تعلق رکھتے ہیں اور عبادات توقیفی ہیں جن کی اصل حرمت ہے۔ لہٰذا ان مسائل

میں کسی نئی صورت کی اباحت کے لئے حکم شرعی کی ضرورت ہے جو مذکورہ مسئلہ میں مفقود ہے لہٰذا کثیر منزلہ قبرستان درست نہیں۔

قبر کے لیے زمین کی ظاہری سطح کو کم از کم آدھی قامت کے بقدر گہرا کھود کر بنانا ضروری ہے، اس لیے زمین کے اوپر پہلے سے موجود پرانی قبر پر منزل بنا کر اس میں مردے کو رکھنا قبر میں دفنانا نہیں کہلائے گا، بل کہ دیوار میں چننا کہلائے گا، جو کہ تدفین کا مسنون طریقہ نہیں ہے اس لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے (فتاوی بنوری ٹاون بعنوان ایک قبر میں دو میتوں کی تدفین، منزلہ قبریں بنانے کا حکم)

آن لائن دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ہے:

ایک مردے کو دفن کرنے کے بعد جب تک وہ بوسیدہ ہو کر مٹی میں نہ مل جائے، اس وقت تک اس کے اوپر کسی اور کو دفن کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے، میری رائے ہے کہ اس کی بہتر شکل یہ ہوسکتی ہے کہ قبرستان کے ایک کنارے سے تدفین کا سلسلہ شروع کیا جائے اور جب اخیر میں قبرستان بھر جائے تو امید یہی ہے کہ بالکل ابتداء میں دفن اموات کی لاشیں بوسیدہ ہو کر مٹی میں مل گئی ہوں گی، لہذا پھر شروع سے تدفین کا سلسلہ جاری کر دیا جائے اور قبروں کو پختہ ہرگز نہ بنایا جائے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند بعنوان دو منزلہ قبر کا حکم کیا ہے)

ولا یدفن اثنان او ثلاثة فی قبر واحد الا عند الحاجة فیوضع الرجل ممایلی القبلة ثم خلفه الغلام ثم خلفه الخنثی ثم خلفه المرأةویجمع بین کل میتین حاجز من التراب کذا فی محیط السرخسی (الفتاوی الهندیه جلد ۱/ص/۱۶۶)

ترجمہ:۔ ایک قبر میں دو یا تین نعش کو دفن نہ کیا جائے، مگر ضرورت کے وقت ایسا کیا جا سکتا ہے، البتہ قبر میں قبلہ کی جانب مرد کو رکھا جائے، اس کے پیچھے بچے کو پھر اس کے بعد خنثی کو پھر اس کے بعد عورت کو رکھا جائے، اور ہر میت کے درمیان مٹی کی آڑ بنا دی جائے، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

کثیر منزلہ قبرستان میں چھت پر قبریں بنانے سے وہ مقاصد پورے نہیں ہو سکتے جو زمین میں گڑھے کھودنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ زمین اپنی طبعی ساخت کی وجہ سے مردے کا تعفن و بدبو جذب کر کے مٹی کا حصہ بنا دیتی ہے، اسی طرح زمینی حشرات، سورج کی شعاعیں وغیرہ بھی اس کی معاونت کرتے ہیں، علاوہ ازیں مٹی میں دوسری چیز کو پاک کرنے (مُطَہِّر) کی صلاحیت بھی ہے مگر چھت بنانے کی صورت میں یہ مقاصد پورے نہیں ہوتے بلکہ اس سے مزید قباحتیں جنم لیں گی۔ چند قباحتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) اگر چھت پر پختہ قبریں بنا کر تعفن وغیرہ کو دبانے کی کوشش کی جائے تو پختہ قبریں بنانے کی ضرورت پیش آئے گی، جبکہ پختہ قبروں کی حرمت بالکل واضح ہے اور کسی فقہی مذہب نے بھی اس کی ممانعت میں اختلاف نہیں کیا۔

(۲) اگر چھت پر منوں مٹی ڈالی جائے گی تو اس کے لئے انتہائی مضبوط میٹریل استعمال کرنے کے لئے کروڑوں اربوں کی لاگت برداشت کرنا پڑے گی جو ہر جگہ ممکن نہیں۔

(۳) مٹی ڈال کر مردے دفنانے کی صورت میں ان کا تعفن اور بدبو کے بھبھوکے پیدا ہوں گے اور اس صورت میں زائرین وہاں داخل نہیں ہوسکیں گے۔ اگر اس تعفن کو دبانے کے لئے زہریلے کیمیکلز استعمال کئے جائیں گے اور مردے کی ہڈیاں وغیرہ گلانے کی کوشش کی جائے گی تو یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ مردے کے جسم، ہڈیوں وغیرہ کی تعظیم بہرحال ضروری ہے۔

(۴) ملٹی اسٹوری قبرستان کی تعمیر کے جواز کی صورت میں سب سے بڑی قباحت یہ پیدا ہوگی کہ گویا ہر قبرستان میں ساٹھ فیصد پختہ قبریں اور مزارات کو درست تسلیم کرلیا گیا ہے۔ تبھی تو ان کی خبر لینے اور انہیں اسلامی نقطہ نظر کے مطابق کچی قبروں میں تبدیل کرنے کی بجائے نئے اُفق کھولے جارہے ہیں۔ کیونکہ کچی قبروں کی صورت میں بالعموم قبرستان کی تنگی کے مسائل پیدا نہیں ہوتے۔

(۵) بارش وغیرہ کی صورت میں محدود مٹی پانی میں گھل جانے سے لاشوں کے اعضا بکھریں گے اور قبروں کی بے حرمتی ہوگی۔

(۶) زلزلے وغیرہ کی صورت میں ایسی عمارت کا گرنا خطرے سے خالی نہیں، بلکہ جتنی سخت اور مضبوط عمارت ہو، اتنی ہی جلدی وہ زلزلے کی نذر ہوتی ہے، اسی لئے زلزلے والے علاقوں میں لچک دار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں، لیکن اگر قبرستان کی عمارت ویسی لچک دار ہوگی تو اس سے مطلوبہ مقاصد پورے نہ ہوں گے اور عمارت گرنے کی صورت میں لاشوں کی بے حرمتی کا کون ذمہ دار ہوگا؟ جبکہ شریعت میں تمام صورتوں کا آسان اور سادہ حل موجود ہے۔

نیز کسی مسئلہ میں واضح (صریح) نص کی عدم موجودگی میں قیاس کے ذریعے حل نکالا جاتا ہے لیکن صحتِ قیاس کے لئے مقیس علیہ اور مقیس کے درمیان علتِ مشترکہ کا وجود ضروری ہے وگرنہ قیاس درست قرار نہیں پائے گا۔ چھت پر دفنانے اور زمین میں دفنانے کے مابین علتِ مشترکہ مفقود ہے۔ البتہ پہاڑ کی چوٹی بھی چونکہ زمین کے حکم میں ہے لہٰذا وہاں قبرستان بنانا درست ہے۔ اسی طرح زمین کے ساتھ سرنگوں اور غاروں کے تہہ خانوں کو بھی بطورِ قبرستان استعمال کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ بھی ﴿مِنها خَلَقنـٰكُم وَ فيها نُعيدُكُم وَ مِنها نُخرِجُكُم تارَةً أُخرىٰ ٥٥﴾... سورة البقرة" کے ضمن میں شامل ہیں۔ بعض لوگوں نے زیر زمین زیادہ گہرائی اور کم گہرائی پر دفن کرنے کو بھی اس مسئلہ کا حل بتایا ہے، جو لحد یعنی بغلی قبر کی صورت میں ممکن ہے۔ اگر زیر زمین زیادہ گہرائی پر میت پہنچانے اور وہاں تدفین کا عمل پورا کرنے کی گنجائش میسر آجائے تو ایسی صورت میں بھی بظاہر جواز کا پہلو نکلتا ہے۔ جس طرح زمین کی گہرائی میں ایک ہی زاویہ میں کئی قبریں بنائی جاسکتی ہیں اسی طرح قبروں کے اوپر مٹی ڈال کر اس پر مزید قبروں کا انتظام بھی بوقت

ضرورت کیا جاسکتا ہے۔لیکن دونوں صورتوں میں زائرین کی آمد ورفت کا سلسلہ متاثر نہ ہونے کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

مذکورہ مسئلہ میں بہرصورت کثیر منزلہ قبرستان کی تعمیر کی اجازت نہ دی جائے شرعا یہ درست نہیں ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے ۔بہترصورت یہی ہے کہ جب مردہ کی ہڈی بوسیدہ ہوجائے تو پھر اس میں از سرنو تدفین شروع کردی جائے،جیسا کہ شامی میں ہے:

قلت :لکن فی ھذا مشقة عظیمة ،فالأولی اناطةالجواز بالبلی،اذ لا یمکن ان یعد لکل میت قبر لا یدفن فیه غیره،وان صار الاول ترابا لاسیما فی الامصارالکبیرةالجامعة ،والا لزم ان تعم القبور السھل والوعر علی ان المنع من الحفر الی ان یبقی عظم عسر جدا وان امکن ذالک لبعض الناس ،لکن الکلام فی جعله عاما لکل احد فتامل. (کتاب الصلاة ،باب صلوة الجنازة ۲/ ۲۳۳)

ترجمہ:۔میں کہتا ہوں کہ اس میں عظیم مشقت ہے،نعش کے بوسیدہ ہونے کے بعد دوبارہ تدفین کی اجازت دینا اولی ہے،اس لیے کہ ممکن نہیں ہے کہ ہر میت کے لیے علیحدہ قبر تیار کی جائے ،کہ اس میں کسی اور کو دفن نہ کیا گیا ہو۔اگر چہ پہلی قبر میں مردہ مٹی ہوگیا ہو،خاص طور پر بڑی آبادی والے شہروں میں ۔ورنہ تو قبریں ہر مسطح اور غیر مسطح زمین میں پھیل جائیں گی ،ہڈی کے باقی رہنے تک قبر کھودنے سے منع کرنے میں بھی سخت دشواری ہوگی ۔اگر چہ یہ بعض لوگوں کے لیے ممکن ہو،لیکن گفتگو ہر ایک کے لیے حکم کو عام کرنے میں ہے۔

بہرحال کثیر منزلہ قبرستان بنانے اور اس میں دفنانے کی شرعا گنجائش معلوم نہیں ہوتی ہے۔

۳۔استبدال قبرستان کی جائز شکلیں

قبرستان آبادی کے بیچ میں آگیا ہو،قبرستان چھوٹا پڑ رہا ہو،تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمد ورفت کی بھی ہوتی ہے،گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہو،میت لے کر گذرنا دشوار ہوجاتا ہے،کمیٹی اس صورت حال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کرکے اس رقم سے آبادی کے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو،کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟

مسلمان کے اوقاف کی چند شکلیں ہوتی ہیں،ایک شکل مسجد کی صورت میں ہوتی ہے اور مسجد کا حکم یہ ہے کہ جب مسجد ایک مرتبہ بن گئی تو اس میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی ہے،دوسری صورت قبرستان کی ہے اس کی نوعیت بھی کچھ اسی طرح کی ہے کہ جب قبرستان ایک مرتبہ بن گیا اور وقف ہوگیا تو موقوفہ قبرستان میں تبدیلی نہیں کرسکتے ہیں اس لیے یہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتے ہیں، بلکہ یہ اللہ کی ملکیت میں چلے جاتے ہیں،اس کے علاوہ تیسری قسم کے وہ اوقاف ہیں جو غریبوں ،مسافروں اور عام لوگوں کے لیے ہوتے ہیں یا مذکورہ اوقاف کی دیکھ ریکھ اور آمدنی کے لیے وقف کیے

جاتے ہیں۔

وہ مستقل وقف کی شکل میں ہوں جیسے کنواں ،نہر، مدرسہ سرائے خانہ وغیرہ ان سب میں اوقاف کی تبدیلی کی شرطیں آسان ہیں، البتہ مسجد اور قبرستان میں تبدیلی کی شرطیں سخت ہیں اس کی ہیئت میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی ہے۔

فقہاء نے وقف کے استبدال کی تین صورتیں لکھیں ہیں،

(۱) واقف نے وقف کرتے وقت تبدیلی کی شرط رکھی ہوں۔اس کی تین صورتیں ہیں تبدیلی کی شرط لگائی ہو، اپنے لیے، یا اپنے علاوہ کے لیے یا تیسری صورت یہ ہے کو اپنے اور اپنے علاوہ دونوں کے لیے تبدیلی کی شرط رکھی ہو،تو اس صورت میں اوقاف کی تبدیلی درست ہوگی، اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ تبدیلی کی شرط نہ رکھی ہوخواہ نہ تبدیل کرنے کی شرط نہ لگائی ہو یا خاموش رہا ہو، البتہ شئ موقوف بالکلیہ نفع بخش نہ رہے ،یعنی اس سے بالکل بھی نفع حاصل نہ ہو، یا اس سے شئ موقوف کے اخراجات پورے نہ ہوتے ہیں تو وقف کو تبدیل کرنا صحیح قول کے مطابق جائز ہے جب قاضی کی اجازت سے ہو، اور قاضی کی رائے میں مصلحت ہو۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ استبدال وقف کی شرط نہیں لگائی ہو، البتہ تبدیلی میں فی الجملہ نفع ہو اور تبدیلی نفع کے اعتبار سے نفع بخش ہو، یہ صورت تبدیلی وقف کی مختار اور اصح قول کے اعتبار سے جائز نہیں ہے۔

الثالث :الا یشرطه الواقف ایضا، ولکن فیه نفع فی الجملة ،وبدله خیر منه ریعا ونفعا وهذا لا یجوز استبداله علی الاصح المختار (الفقه الاسلامی وادلته جلد ۸ ص ۲۲۱ کتاب الوقف)

ترجمہ: تیسری صورت واقف نے تبدیلی کی شرط نہیں لگائی ہو،لیکن تبدیلی میں کچھ نفع بھی ہو، اور اس کو بدل نفع کے اعتبار سے بہتر ہو،تو اس صورت میں اصح اور مختار قول کے مطابق تبدیلی درست نہیں ہوگی۔

منجملہ وقف کا نفع باقی ہو تو اس کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وقف کا مقصد اس کو اس کی حالت پر رکھ کر نفع حاصل کرنا ہے، نہ کہ اس وقف میں تبدیلی کر کے اضافہ کرنا ہے، اس لیے کہ وقف تجارت کے لیے نہیں ہے اس لیے وقف کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنا ضروری ہے لہذا شہر کے قبرستان کی تبدیلی درست نہیں ہوگی، اس لیے کہ قبرستان کا فی الجملہ نفع باقی ہے اور قبر کے بوسیدہ ہونے کے بعد اس میں دوبارہ بھی تدفین عمل میں لائی جاسکتی ہے، اور ضرورت کے وقت شہر سے باہر نئی زمین خرید کر وقف کیا جاسکتا ہے اس لیے پرانے قبرستان کی تبدیلی مذکورہ ضرورتوں کی وجہ سے درست نہیں ہوگی۔

یہ شرطیں شئ موقوف کے اعتبار سے ہے، اگر زمین ہو اور نفع بخش نہ رہے تو تبدیلی درست ہے، البتہ مکان ہو تو اس میں معاملہ الگ ہوگا، اس لیے کہ اس کو درست کر کے کرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔اس لیے گھر کے معاملہ کو زمین پر

قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

البتہ قبرستان کی دو شکلیں ہوتی ہیں، قبرستان کسی کی ملکیت ہو اور اس نے اس کو وقف نہ کیا ہو اس میں اس کے خاندان والے لوگ یا اس کی اجازت سے مسلمانوں کے جنازے دفنائے جاتے ہوں تو بہر صورت اس کا تبدیل کرنا مالک کی اجازت سے شرعا درست ہوگا۔لیکن یہ تبدیلی بھی جب ہوگی جب کہ اس قبرستان میں مدفون مردہ بوسیدہ ہو گیے ہوں اور اس کی باقیات باقی نہ ہوں۔اس لیے کہ قبرستان میں جہاں اس کی ملکیت ہے وہیں اس کے ساتھ ساتھ مدفون شخص کے احترام میت کا بھی حکم ہے اس لیے جب تک بوسیدہ نہ ہو جائے اس کو تبدیل کرنے کا حکم نہ ہوگا۔

دوسری صورت قبرستان کی یہ ہے کہ قبرستان مسلمانوں کے لیے وقف ہو کسی خاص شخص کی ملکیت نہ تو موقوف قبرستان کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے۔اس کی چہار دیواری کر کے محفوظ کر دیا جانا چاہیے تا کہ مستقبل میں کوئی خطرہ نہ۔

قال فی الشامی: فاذاتم لزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرھن۔(شامی: ۳/۴۰۲)۔

جب وقف تام ہو جائے تو لازم ہو جاتا ہے، نہ اس کا کوئی مالک ہو سکتا ہے، نہ مالک بنا سکتا ہے، نہ عاریت پر دے سکتا ہے، نہ رہن میں رکھ سکتا ہے۔

تبدیلی قبرستان سے بہتر شکل

شہر میں موقوفہ قبرستان ہو اور جگہ تنگ ہو اور اس کو بیچ کر دوسرا قبرستان خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ سوال میں کہا گیا ہے کہ بس اسٹینڈ کے لیے سرکار خرید کرنے کو تیار ہو تو بیچ سکتے ہیں یا نہیں ساتھ ہی یہ دشواری بیان کی گئی ہے کہ مردہ لے جانے میں گلی تنگ ہونے کی وجہ سے دشواری ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ جب بس اسٹینڈ بنے گا تو بسیں مردہ کی لمبائی سے چھوٹی نہیں ہوتی ہیں، اور جب ان گلیوں سے بسیں گذر سکتی ہیں تو مردہ کیوں نہیں گذر سکتا ہے، اسی طرح بسیں گلیوں سے دن میں کئی کئی مرتبہ گذرتی ہیں، اور مردہ کبھی کبھار گذرتا ہے اور جو کام کبھی کبھار ہو تو اس میں مشقت برداشت کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا ہے۔اس صورت میں بہتر صورت یہ ہے کہ شہر میں جہاں مسلمانوں کے قبرستان ہوں، اس کو باقی اور محفوظ رکھا جائے اور اس میں تدفین کا عمل جاری رکھا جائے، جب قبرستان بھر جائے اور پرانے قبر بوسیدہ ہو جائیں تو ان کو اکھاڑ کر دوسرا قبر بنا دیا جائے یہ صورت درست ہے۔اور اس میں اس پریشانی کا حل بھی ہے۔نیز قبرستان، عیدگاہ، مساجد یہ مسلمانوں کے شعائر ہیں، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ پرانے مقابر کو ختم کرنے کے بجائے اگر کچھ دشواری ہو تو مسلمانوں کے تعاون سے شہر سے باہر نیا قبرستان خرید کر کے وقف کر دیا جائے اور پرانے قبرستان میں شہر کے آس پاس کے لوگ اپنے مردے کی تدفین کرتے رہیں، اس طرح دونوں معاملہ حل ہو سکتا ہے۔

بہر حال مذکورہ ضرورت کی وجہ سے قبرستان کو فروخت نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۴۔قبرستان کی مسجد میں قبرستان میں بیت الخلاء کی تعمیر کا حکم

قبرستان کی مسجد میں قبرستان کی جگہ میں بیت الخلاء کی تعمیر درست ہے؟ قبرستان وقف ہو اور اس میں مردہ کی تدفین ہو رہی ہو تو اس میں کسی طرح کی تبدیلی درست نہیں ہے، اور اگر بیت الخلاء بنایا جائے تو مردہ کی ہڈی ملنے کی توقع ہو تو اور بھی درست نہیں ہے، اگر مسجد یا تبلیغی اجتماعات کو ضرورت ہو تو وہ خود اس مسئلہ کو حل کریں قبرستان کی جگہ بیت الخلاء کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہوگا ۔اس کا حل یہ ہے کہ مسلمان خود خرید کر بیت الخلاء کے لیے جگہ وقف کر دیں اور بیت الخلاء بنالیں، وقف قبرستان کی جگہ کا استعمال درست نہیں ہوگا۔

وسئل هو ايضا عن المقبرة فى القرى اذا اندرست ,ولم يبق اثر الموتى, لا العظم ولا غيره ,هل يجوز زرعها واستغلالها ؟قال لا ولها حكم المقبرة (الفتاوى الهنديه كتاب الوقف الباب الثانى عشر فى الربطات والمقابر والخانات جلد ۲/ ۴۷۰)

فتاوی قاضی خان میں ہے:

”مقبرة قديمة. هل يباح لاهل المحلة الانتفاع بها ؟قال ابو نصر :لا يباح“ (فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى الهنديه كتاب الوقف فصل فى المقبرة جلد ۳/ ۳۱۴)

چوں کہ قبرستان کی جگہ مردہ دفنانے کے لیے ہوتی ہے اس لیے اس کو دوسرے امور میں استعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔

۵۔وسیع قبرستان میں مسجد اور بیت الخلاء تعمیر کرنا

وقف وسیع قبرستان کی جگہ میں مسجد یا بیت الخلاء کا بنانا درست ہے؟ خواہ قبرستان کی جگہ وسیع ہو یا تنگ عام حالات میں دونوں صورتوں کا حکم ایک ہے۔البتہ قبرستان کے قریب ہی الگ سے زمین خرید کر کے مسجد اور بیت الخلاء دونوں بنایا جاسکتا ہے۔

البتہ قبرستان کی جگہ کشادہ اور وسیع ہو اور اس پر کسی کے قبضہ کا خطرہ ہو، اسی طرح حکومت کی نظر اس جگہ پر ہو تو اس صورت میں یہ گنجائش ہے کہ وسیع قبرستان کی خالی جگہوں کو مصروف کرنے کے لیے وہاں مسجد اور مصالح مسجد یعنی بیت الخلاء کی تعمیر کی جائے اس لیے کہ جیسے قبرستان وقف ہوتا ہے اس سے اعلی درجہ کا وقف مسجد ہوتی ہے اور قبرستان کے مقابلے میں واقف کو مسجد کا ثواب زیادہ ملتا ہے اس لیے قبرستان کی فاضل زمین پر جس میں دفن نہ ہو رہا ہو، اس پر کمیٹی کے مشورہ سے مسجد شرعی بنانا بلا تردد جائز اور درست ہے(فتاوی قاسمیہ جلد ۱۷/ ۵۴۹) قبرستان تنگ ہو تو مسجد کی تعمیر درست نہیں ہوگی، اس لیے کہ اصل میں جس چیز کے لیے زمین وقف ہو اس میں استعمال کرنا ضروری ہے۔ نیز قبرستان کے تنگ ہونے کی صورت میں اس کے غصب کیے جانے کا بھی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ نیز جب قبرستان کے

تنگ ہونے کی صورت میں تدفین موتی کی ضرورت ہوگی تو پھر بیت الخلاء کے تعمیر کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔

۶۔قبرستان میں تعلیمی وطبی ادارہ قائم کرنا

وقف قبرستان کی حفاظت کے لیے ضرورت سے زائد اراضی پر کوئی تعلیمی یا طبی ادارہ قائم کرنا اور کرایہ مقرر کرنا درست ہوگا؟ اگر قبرستان کی زمین کو خطرہ ہو، اور اس پر سرکاری یا نجی طور پر قبضہ اور غصب کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں قبرستان کی زمین پر جس میں تدفین نہ ہو رہی ہو، اور مردہ کی ہڈی بوسیدہ ہوگئی ہو اور وہ زمین زائد از ضرورت ہو تو اس میں تعلیمی، طبی ادارہ قائم کرنا اوقاف کی تحفظ کی غرض سے درست ہوگا۔ اور ایسا کرنا منشاء واقف کے خلاف بھی نہیں ہوگا، اس لیے کہ واقف کا منشاء اس زمین کو اس کی اصلی حالت پر باقی رکھ کر استعمال کرنا ہے، اگر اس کو قبضہ سے بچایا نہ گیا تو زمین ہی نہیں رہے گی تو منشاء واقف کہاں رہے گا، اس لیے ضرورۃ اس طرح کا ادارہ قائم کرنا منشاء واقف کے خلاف نہ ہوگا۔

جیسا کہ فتاوی قاسمیہ میں ہے: جو قبرستان روڈ کی توسیع کی وجہ سے روڈ کے درمیان آ گیا ہے، اس قبرستان کو اس کی حالت پر باقی رکھ کر اوپر سے لینٹر ڈال کر روڈ بنایا جائے اور مسلمانوں کو اس کے بدلے دوسرا قبرستان دے دیا جائے تو شرعا مجبوری میں اس کی گنجائش ہے۔

"ارض الوقف اذا غصبها غاصب واجرى عليها الماء حتى صارت بحرا لا تصلح للزراعة يضمن قيمتها ويشترى بها ارضا اخرى فتكون وقفا مكانها، وكذا ارض الوقف اذا قل نزلها بحيث لا تهتمل الزراعة ولا تفضل غلتها عن مؤنتها ويكون صلاح الارض فى الاستبدال بارض اخرى وان كان لا كذلك بل اتفق انه امكن ان يوخذ بثمن ما هو خير منه مع كونه منتفعا به". (اعلاء السنن كتاب الوقف باب يجوز وقف العقار والدور ۱۳/ ۱۶۱)

اور اس طرح کی زمین پر دینی، تعلیمی ادارہ کا قیام شرعی طور پر راجح بھی ہوگا، کیوں کہ ایسے ملک میں جس میں مسلمانوں کی جان مال کچھ بھی پورے طور پر محفوظ نہیں ہے، اور قانون کے سہارے مسلمانوں کو بے سہارا کیا جا رہا ہے وہاں مسلمانوں کی عمومی اراضی جو اوقاف کی شکل میں ہے اس کی حفاظت کی تدبیر کرنا راجح ہی ہوگا۔

وقف قبرستان پر قائم ادارہ سے کرایہ لینا بھی درست ہوگا؟ جی کرایہ بھی درست ہوگا تا کہ قبرستان کی حفاظت کے مصارف کو آسانی سے پورا کیا جا سکے، کتاب الفتاوی میں ہے البتہ اس سے جو آمدنی ہو اس کو اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جائے یعنی قبرستان کے مصارف میں یا دینی مصارف میں صرف کیا جائے اس کے علاوہ مصارف میں صرف درست نہیں ہوگا (کتاب الفتاوی جلد ۴/ ۲۸۹)

۷۔ضرورت کی وجہ سے قبرستان میں جنازہ گاہ بنانا؟

قبرستان میں نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ قبرستان میں اگر کوئی جگہ ایسی ہو کہ وہاں قبر نہ ہو، اور نہ نجاست ہو، اور نہ قبلہ کی طرف کوئی قبر ہو تو اس جگہ نماز پڑھنا درست ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

"ولا باس بالصلاة فيها اذا كان فيها موضع اعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة ۔۔۔ ولا قبلته الى قبر". (رد المحتار على الدر المختار جلد ۲ / ۳۹۹ كتاب الصلاة مطلب فى اعراب كائنا ما كان)۔

ترجمہ: قبرستان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ اس میں ایسی جگہ ہو جس کو نماز کے لیے تیار کیا گیا ہو، اور اس میں قبر، نجاست کا اور نماز کی جگہ کا قبلہ کسی قبر کی طرف نہ ہو۔

بہر حال ضرورت کے وقت نماز جنازہ پڑھنے کے لیے قبرستان میں جنازہ گاہ بنانا شرعا درست ہے۔

۸۔ قبرستان کو بطور کھلیان، مویشی کے رہنے کے لیے مختص کرنا؟

عام حالات میں قبرستان کو کھلیان یا مویشی کے باڑے کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے، لیکن ایسا علاقہ جہاں ہر سال سیلاب آتے ہوں اور جان بچانا مشکل ہو جاتا ہو، اور قبرستان اونچائی پر ہو کہ سیلاب سے متاثر نہ ہوتا تو قبرستان کی خالی جگہوں کو جہاں تدفین عمل میں نہیں لائی جاتی ہو اور نہ مستقبل میں اس کے استعمال ہونے کی امید ہو تو ایسی جگہوں کو بطور کھلیان اور اور جانوروں، مویشیوں کے رہنے کے لیے مختص کرنے کی گنجائش ہوگی، اس لیے کہ ایسے حالات میں انسان کے زندہ رہنے کے لیے ان چیزوں کی ضرورت ہوگی، جانور کا ختم ہو جانا یا غلہ کا برباد ہو جانا یہ انسان کے لیے کافی تکلیف دہ اور یہ ضرورت کے درجہ میں آتا ہے اس لیے "الضرورات تبیح المحضورات" کے قاعدہ کی موافق اس کی گنجائش ہوگی۔

خلاصۃ البحث

۱۔ قبرستان میں پلر دے کر اوپر دکان بنانا، اس طرح کے نیچے تدفین ہو اور اوپر دکان رہیں اور کرایہ قبرستان کو ملے یہ شرعا درست ہوگا، اور شرعا اس کی گنجائش ہوگی، نیز اس میں مردہ کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی۔

۲۔ کثیر منزلہ قبرستان کی تعمیر شرعا درست نہیں ہوگی اور نہ اس کی ضرورت داعی ہے، اس کا آسان حل ہے کہ قبریں پختہ نہ بنائی جائیں، نیز پرانی قبروں کے بوسیدہ ہونے کے بعد اس میں از سر نو تدفین عمل میں لائی جائے۔

۳۔ پرانے قبرستان کو فروخت کر کے شہر سے باہر نئی جگہ قبرستان کے لیے خریدنا شرعا درست نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس میں مردہ کی بے حرمتی ہے اور مسلمانوں کی یادگار اور تہذیب وثقافت کو ختم کرنا ہے، نیز قبرستان صرف مردہ دفنانے کی جگہ نہیں ہے بلکہ وہ مسلمانوں کی پہچان اور تہذیب وثقافت کا حصہ ہے۔ ہاں اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ شہر سے باہر از سر نو مسلمانوں کے تعاون سے نئی جگہ حاصل کر لی جائے، اور شہر کے پرانے قبرستان کو علی حالہ باقی رکھ

کراس میں تدفین کا عمل جاری رہے۔

۴۔قبرستان کی مسجد میں مسلمانوں کی سہولت کے لیے مسجد کے پہلو میں وضوخانہ یا بیت الخلاء بنانا جب کہ اس کام کے لیے پرانی قبریں اکھاڑنی پڑیں گی اور اس میں میت کے باقیات کے موجود ہونے کی توقع ہوتو وضوخانہ یا بیت الخلاء قبرستان میں بنانا درست نہیں ہوگا۔لوگوں کی آمدورفت یا تبلیغی جماعت کی آمدورفت کی غرض سے بھی بیت الخلاء قبرستان میں بنانا درست نہیں ہوگا۔

۵۔تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لیے وسیع قبرستان میں مسجد کی تعمیر کرنا درست ہوگا،البتہ قبرستان تنگ ہوتو قبرستان میں مسجد کی تعمیر درست نہیں ہوگی،اور اگر قبرستان کی اراضی وسیع ہوں تو بھی بیت الخلاء اور استنجاء خانہ کی تعمیر قبرستان میں درست نہیں ہوں گی۔اس لیے کہ آدمی اپنی ضرورت کہیں بھی پوری کرسکتا ہے شہروں میں کرایہ کی جگہیں حوائج اصلیہ کے لیے مہیاء ہوتی ہیں۔نیز دیہات میں کھیت اور جنگل میں عمومی طور پر ضرورت پوری کی جاسکتی ہیں۔

۶۔قبرستان کی اراضی کی حفاظت کی غرض سے دینی،تعلیمی،ادارے قبرستان میں قائم کرنا درست ہوگا،اور حفاظت کی وجہ سے یہ منشاء واقف کے خلاف بھی نہیں ہوگا،اگر قبرستان کی حفاظت کی خاطر ادارہ قائم کردیا جائے تو یہ پہلو راجح ہوگا،اسی طرح اگر ادارہ سے کچھ کرایہ وصول کیا جائے اور قبرستان کے مصرف میں خرچ کیا جائے تو یہ بھی درست ہوگا۔

۷۔قبرستان میں جنازہ گاہ بنانا درست ہوگا جب کہ جنازہ گاہ کی جگہ قبریں نہ ہوں،نجاست نہ ہو،اور قبلہ کی جانب کوئی قبر نہ ہو۔اور اس جنازہ گاہ میں نماز پڑھنا مکروہ بھی نہیں ہوگا۔

۸۔قبرستان میں سیلاب کے زمانہ کے لیے یا ہنگامی صورت حال کے لیے قبرستان کے ایک حصہ کو غلہ تیار کرنے کے لیے یا جانور کو باندھنے کے لئے مختص کرنا درست ہوگا۔اور مجبوری کا درجہ دے کر گنجائش کی راہ نکالی جاسکتی ہے، البتہ دائمی طور پر ایسا نہ کیا جائے،بلکہ قریبی مدت میں اس ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لیے کوئی دوسری جگہ مختص کرلی جائے،اگر زمین نہ ہوتو مسلمانوں کو اپنی جان اور مال کی تحفظ کی غرض سے کسی اور زمین کو خرید کر لینا چاہیے۔

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

مظاہر حسین عماد قاسمی
استاذ جامعہ اسلامیہ شانتا پُرم ،پٹیکاڈ، ضلع ملپورم، کیرالہ

جواب:

قبرستان میں دس پندرہ فٹ اونچے پلر دے کر اور اس پر چھت دے کر دکانیں بنانا اور نیچے تدفین کا عمل جاری رکھنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔اس لیے کہ احادیث مبارکہ میں قبروں کو روندنے اور ان پر بیٹھنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔اور قبروں پر بنائی گئی چھت پر بیٹھنا اور اس پر چلنا پھرنا بھی ایک طرح سے قبروں کو روندنے اور ان پر بیٹھنے جیسا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں قبرستان کو عبرت اور نصیحت کی جگہ بتایا گیا ہے۔اگر قبرستان پر چھت دے کر بازار بنا دیا گیا تو وہ جائے عبرت نہیں جائے تماشا اور مرکز لہو ولعب بن جائے گا۔اس لیے بلا ضرورت شدیدہ قبرستان کے اوپر نہ چھت دی جائے اور نہ اس چھت پر دکانیں بنائی جائیں۔

دلائل:

۱-القبر محترم شرعا توقيرا للميت, ومن ثم اتفق الفقهاء على كراهة وطء القبر, والمشي عليه، لما ثبت أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن توطأ القبور. (أخرجه الترمذي 359/3 من حديث جابر بن عبد الله ص قال حديث حسن صحيح) الموسوعة الفقهية: 245/32 الطبعة الأولى 1415-1995م

میت کی عزت کے پیش نظر شرعی اعتبار سے قبر قابل احترام ہے۔لہٰذا فقہائے کرام نے قبر کو روندنے اور اس پر چلنے کی کراہت پر اتفاق کیا۔چونکہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو روندنے سے منع فرمایا ہے۔

۲- لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ، فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ. أخرجه مسلم 667/2.

تم میں سے کوئی آگ کے جلتے ہوئے کسی ٹکڑے پر بیٹھ جائے اور وہ اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے،اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھ جائے۔

۳- عن أبي مَرْثَدٍ الغَنَوِيّ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا تَجْلِسُوا عَلَى

الْقُبُورِ، وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا- أخرجه مسلم 668/2

ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھواوران کی طرف رخ کرکے نماز نہ پڑھو۔

۴- »زُورُوا الْقُبُورَ، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ«۔ سنن ابن ماجة 500/1

قبروں کی زیارت کرو کیونکہ وہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

جواب: ۲۔اگر قبرستان کی جگہ کم ہواور قبرستان کے لیے نئی زمینیں حاصل کرنا ناممکن ہو یا بہت دشوار ہوتو بہتر شکل یہی ہے کہ بیس پچیس سال پرانی یا کم ازکم ایک سال پرانی قبروں کی جگہوں پر نئے مردوں کو پرانی قبروں کی باقیات کے ساتھ دفن کیا جائے۔عام طور سے ایک سال پرانی قبروں میں صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے، اور بیس پچیس سال میں ہڈیاں بھی مٹی بن جاتی ہیں ، جوسب سے زیادہ پرانی قبر ہواس میں نئے مردے کودفن کیا جائے۔

مگر اگراس صورت پرعمل کرنا دشوار ہوتو بدرجہ مجبوری موجودہ قبرستان پر پلر دے کراوپر مضبوط چھت دے دی جائے اور پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے اور پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل جاری کردیا جائے۔

دلائل: دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ۔جواب نمبر:62219

جوقبر اتنی پرانی ہوگئی ہے کہ مردے گل سڑ کر مٹی بن چکے ہوں، اس کو از سرنو استعمال کیا جاسکتا ہے، یعنی اس میں دوبارہ مردے کودفن کیا جاسکتا ہے، نجی قبرستان بنانے کی یا کھیتوں میں دفن کرنے کی ضرورت نہیں، عموماً اس پندرہ سال میں مردے گل سڑ کر مٹی بن جاتے ہیں، اس قبر میں دوسرے مردے کو دفن کرسکتے ہیں، اس قدیم قبرستان کو استعمال میں لاسکتے ہیں، البتہ اس کی احاطہ بندی کردی جائے تو مویشیوں سے قبرستان محفوظ رہے گا۔لوگ اسے تفریح گاہ بھی نہیں بنائیں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

جواب نمبر:169684

عموماً ۲۰-۲۵/ سال کے بعد مردہ گل سڑ کر مٹی بن جاتا ہے، اگر قبرستان کسی کی ملکیت میں ہے تو مالک کی اجازت سے جو چاہیں تعمیر کرسکتے ہیں۔اور اگر وہ قبرستان وقف ہے اور اس میں مردوں کا ۲۰-۲۵/ سال کے بہت پہلے دفن کرنا متروک ہو چکا ہے اور یوں ہی پڑا رہنے سے اس کے خرد برد ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسے قبرستان کو اس سے اعلیٰ وقف میں تبدیل کرسکتے ہیں یعنی دینی مسجد اور دینی مدرسہ بنواسکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

جواب: ۳۔قبرستان کے لیے وقف شدہ زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں چاہے وہ کہیں بھی ہو، مساجد، مدارس اور قبرستانوں کی حفاظت کے نقطہ نظر سے سداًلذریعہ یہ ضروری ہے، اگر مدارس ومساجد اور قبرستانوں کی زمینوں کی

فروخت کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تو پھر یہ سلسلہ لامتناہی ہوجائے گا، ہر پانچ، دس، یا بیس سالوں کے بعد مدارس و مساجد اور قبرستانوں کی زمینوں کے بدلنے کے تقاضے شروع ہوجائیں گے۔

بہتر شکل یہ ہے کہ جو پرانے قبرستان ہیں ان کی گھیرابندی کر دی جائے، اور اس میں تدفین کی کچھ شرائط مقرر کر دی جائیں، مثلاً یہ شرط لگا دی جائے کہ اس چھوٹے اور پرانے قبرستان میں صرف برسات کے مہینوں جولائی، اگست اور ستمبر میں وفات پانے والوں کی تدفین ہوگی، بقیہ مہینوں میں کے وفات پانے والوں کی تدفین شہر سے باہر دوسرے قبرستان میں ہوگی یا دوسرے گاؤں کے قبرستان میں ہوگی۔

ہر گاؤں ہر بستی اور ہر شہر کے مسلمانوں کے اوپر ضروری ہے کہ وہ اپنے علاقے کی ضرورت کے حساب سے مدارس و مساجد اور قبرستان کی زمینوں کا انتظام کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اضطراری حالات کے بغیر کسی بھی قیمت پر قبرستان کو نہ بیچیں۔

دلائل:

"وَعِنْدَهُمَا حَبْسُ الْعَيْنِ عَلَى حُكْمِ مِلْكِ اللهِ تَعَالَى فَيَزُولُ مِلْكُ الْوَاقِفِ عَنْهُ إِلَى اللهِ تَعَالَى عَلَى وَجْهٍ تَعُودُ مَنْفَعَتُهُ إِلَى الْعِبَادِ فَيَلْزَمُ وَلَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ. (فتح القدير للكمال ابن الهمام: 14/61 كتاب الوقف)

اور ان کے نزدیک عین (وقف شدہ چیز یا جائداد) خدا تعالیٰ کی ملکیت کے حکمت تک محدود ہے۔ تو اس میں واقف کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ملکیت طرف اس طرح منتقل ہوتی ہے جس سے بندوں کو فائدہ ہو۔ تو یہ لازم ہوجاتا ہے، (یعنی اللہ کی ملکیت سے دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل نہیں ہوتا) اور نہ اسے فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ بطور تحفہ دیا جاسکتا ہے، اور نہ اسے وراثت میں دیا جاسکتا ہے۔

"شَرْطُ الْوَاقِفِ كَنَصِّ الشَّارِعِ أَيْ فِي الْمَفْهُومِ وَالدَّلَالَةِ، وَوُجُوبِ الْعَمَلِ بِهِ. الدر المختار و حاشية إبن عابدين 4/366

واقف کی شرط مفہوم میں، دلالت اور اس پر عمل میں شارع کے نص کی طرح ہے۔

اور اگر قبرستاں کو بیچے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو امت کی مصلحت کے پیش نظر اسے اعلیٰ سے اعلیٰ قیمت پر فروخت کیا جائے، اور جن جن قبروں کی شناخت ہوجائے انہیں مکمل احترام اور اسلامی آداب کے ساتھ کھول کر ان کی باقیات کو کسی اور قبرستان میں دفن کر دی جائیں۔

جواب: ۴۔ نمازیوں، داعیوں اور ائمہ و مؤذنین کی قضائے حاجت کا مناسب انتظام بھی ضروری ہے، اور مُردوں کا احترام بھی ضروری ہے، جو صورت حال سوال میں بیان کی گئی ہے، اس صورت حال میں اگر قبرستان کی

زمین پر ہی استنجا خانے اور وضوخانے بنانے کی اضطراری حالت ہو، تو قبرستان کی ایسی جگہوں پر استنجا خانے اور وضوخانے بنائے جائیں جہاں پہلے سے قبریں نہ ہو، یا قبریں مٹ گئی ہوں۔

اور اگر ایسی خالی جگہ میسر نہ ہو تو مقامی علماء، ذمہ داران مسجد اور اصحاب قبور کے ورثاء سے مشورہ کر کے قبروں کو کھول کر قبروں کی باقیات کو قبرستان کے دوسرے حصے میں منتقل کر دیا جائے۔

بیت الخلاء کی غلاظت اور گندے پانی کا ٹینک ممکنہ حد تک قبرستان سے زیادہ سے زیادہ دور بنایا جائے۔ تاکہ قبرستان کی حرمت برقرار رہے۔

جواب: ۵۔قبرستان وسیع ہو یا تنگ، بلاضرورت شدید قبرستان میں مسجد کی تعمیر نہیں کی جائے، مساجد وہیں تعمیر کی جائیں جہاں مساجد کی واقعی ضرورت ہو، اور ان کی دیکھ بھال بھی ممکن ہو، صرف جنازہ میں شامل ہونے والوں کے لیے مساجد کی تعمیر نہ کی جائیں، اگر نماز جنازہ اور تدفین میں کسی نماز مثلاً عصر یا مغرب کے وقت کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو تو قبروں سے خالی قبرستان کی جگہ میں نماز ادا کی جائے۔

اگر قبرستان کے پاس بہت زمین ہو یا چھوٹے قبرستان میں تدفین کا عمل نہ ہوتا ہو یا بہت کم ہو تو امت کے مصلحت کے پیش نظر قبرستان کے اس حصے میں مسجد کی تعمیر جائز ہے جہاں قبریں نہ ہو یا وہاں کی قبریں بہت پرانی ہو گئی ہوں۔

دلائل: فتویٰ دارالعلوم دیوبند۔ جواب نمبر:176010

جو زمین جس مقصد کے لئے وقف کی گئی ہو اسی میں استعمال کیا جانا ضروری ہے لیکن اگر کسی جگہ قبرستان کی زمین تدفین موتی کی ضروریات سے زائد ہو اور وہاں مسجد کی سخت ضرورت ہو تو ایسے وقت میں مسجد کے تعمیر کی اجازت ہو جاتی ہے جب مسجد تعمیر ہو گئی تو اس میں نماز ادا کرنا بلا کراہت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم، دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

”فَإِن قلت: هَل يجوز أَن تبنى على قُبُور الْمُسلمين؟ قلت: قَالَ ابْن الْقَاسِم: لَو أَن مَقْبرَة من مَقَابِر الْمُسلمين عفت فَبنى قوم عَلَيْهَا مَسْجِدا لم أر بذلك بَأْسا، وَذَلِك لِأَن الْمَقَابِر وقف من أوقاف الْمُسلمين لدفن موتاهم لَا يجوز لأحد أَن يملكهَا، فَإِذا درست وَاسْتغْنى عَن الدّفن فِيهَا جَازَ صرفهَا إِلَى الْمَسْجِد، لِأَن الْمَسْجِد أَيْضا وقف من أوقاف الْمُسلمين لَا يجوز تملكه لأحد، فمعناهما على هَذَا وَاحِد.“ عمدة القاري شرح صحيح البخاري (179/4):

”اگر تم کہو: کیا مسلمانوں کی قبروں پر تعمیر کرنا جائز ہے؟ میں کہتا ہوں: ابن القاسم نے کہا: اگر مسلمانوں کا قبرستان ویران ہو جائے اور کچھ لوگ اس پر مسجد بنالیں تو مجھے اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا، یہ اس لیے ہے کہ قبرستان اپنے مُردوں کو دفن کرنے کے لیے مسلمانوں کی اوقاف میں سے ایک وقف ہے، اور ان کا مالک کوئی نہیں ہو سکتا، پھر اگر وہ قبرستان پرانے ہو جائیں اور ان میں دفن کی ضرورت نہ ہو تو ان کو مسجد میں تبدیل

کرنا جائز ہے، کیونکہ مسجد بھی مسلمانوں کی اوقاف میں سے ایک وقف ہے، جس کا مالک کوئی نہیں ہوسکتا، تو اس اعتبار سے دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔''

جواب :۶-دو چیزوں کا خیال بہت ضروری ہے، اول قبرستان کی زمین وقف کی زمین ہے اور کوشش کی جائے کہ وقف کی ایک انچ زمین بھی ضائع نہ ہو، دوم واقف کے منشا کا لحاظ کیا جائے،" فتاوی شامی" میں ہے:"**شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم و الدلالة و وجوب العمل به۔** واقف کی شرط مفہوم میں، دلالت اور اس پر عمل میں شارع کے نص کی طرح ہے۔(فتاوی شامی، 4/433، کتاب الوقف، ط: سعید)

اس تناظر میں سب سے اچھی بات تو یہی ہے کہ قبرستان کے لیے وقف زمین کو قبرستان کے نام پر ہی چھوڑ دیا جائے، خواہ وہ زمین کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو، اور قبرستان کی حفاظت کے لیے اس کے پاس الگ سے دوسری زمین لے کر کوئی ادارہ قائم کر دیا جائے، مگر اگر قبرستان کی حفاظت کے لیے اس کے پاس الگ سے دوسری زمین لینا ممکن نہ ہو تو قبرستان کی زمین پر عمارت تعمیر کر کے ادارے کو کرائے پر دے دیا جائے۔

دلیل :وَذكر أَصْحَابنَا أَن الْمَسْجِد إِذا خرب و دثر وَلم يبْق حوله جمَاعَة، و المقبرة إِذا عفت و دثرت تعود ملكا لأربابها، فَإِذا عَادَتْ ملكا يجوز أَن يبْنى مَوضِع الْمَسْجِد دَارا وَمَوْضِع الْمقْبرَة مَسْجِدا وَغير ذَلِك، فَإِذا لم يكن لَهَا أَرْبَاب تكون لبيت المَال.

ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی مسجد تباہ و برباد ہو جائے اور اس کے آس پاس لوگوں کا کوئی گروہ نہ ہو اور کوئی قبرستان تباہ و برباد ہو جائے تو وہ اس کے مالکوں کی ملکیت میں لوٹ جاتی ہے۔ اگر ملکیت میں واپس آ جائے تو مسجد کی جگہ پر مکان بنانا یا قبرستان کی جگہ پر مسجد یا کوئی اور چیز بنانا جائز ہے۔ اگر اس کا کوئی مالک نہ ہو تو یہ عوامی خزانے کی ملکیت بن جاتی ہے۔" عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری:(4/179)"

جواب :۷-قبرستان کی قبروں سے خالی جگہ میں جنازہ گاہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ یہ بہتر اور اولی ہے۔ تاکہ سڑکوں وغیرہ پر نماز پڑھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ جنازہ گاہ بھی قبرستان کی لوازمات میں سے ہے، اس لیے جنازہ گاہ کے لیے زمین وقف کرنا بھی قبرستان کے لیے زمین وقف کرنے کی طرح ہے۔ ہمارے آبائی گاؤں جوگیا اور پڑوسی گاؤں گاڑھا کے مشترکہ قبرستان میں اس طرح کا انتظام ہے۔

جواب :۸-قبرستان کے وہ حصے جہاں نئی یا پرانی قبریں ہوں ان کو کھلیان کے طور پر استعمال کرنا، یا وہاں مویشیوں کو باندھنا یا رکھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ قبرستان کے وہ حصے جہاں ابھی قبریں نہیں وہاں کاشت کرنا بہتر ہے تاکہ زمین خالی نہ رہے۔ اور اس سے قبرستان کو آمدنی بھی ہو، اور اس آمدنی کو قبرستان سے متعلق ضروریات میں خرچ کی جائیں۔

ہندوستان کے بعض صوبوں میں سرکاری فنڈ سے قبرستان کی گھیرابندی ہوئی ہے، قبرستانوں، مسجدوں، اور

مدرسوں اور دیگر مذہبی ضروریات کے لیے ہم سیکولر سرکار کی مدد کو خطرناک سمجھتے ہیں، ہم سیکولر سرکار سے صرف یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اپنے مذہبی عمارتیں اور مذہبی ادارے قائم کرنے کی اجازت عام دے۔

ہنگامی حالات جیسے زلزلہ اور سیلاب وغیرہ میں قبروں سے خالی قبرستان کے حصوں میں جانوروں اور مویشیوں کو رکھنے کی اجازت ہوگی۔ مگر ان حالات میں بھی قبروں پر انسانوں کے یا جانوروں کے بیٹھنے یا گندگی پھیلانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

خلاصہ بحث

سوال نمبر ایک کے جواب میں:

قبرستان میں دس پندرہ فٹ اونچے پلر دے کر اور اس پر چھت دے کر دکانیں بنانا اور نیچے تدفین کا عمل جاری رکھنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں قبرستان کو عبرت اور نصیحت کی جگہ بتایا گیا ہے۔ اگر قبرستان پر چھت دے کر بازار بنا دیا گیا تو وہ جائے عبرت نہیں جائے تماشا اور مرکز لہو ولعب بن جائے گا۔

سوال نمبر دو کے جواب میں:

اگر قبرستان کی جگہ کم ہو اور قبرستان کے لیے نئی زمینیں حاصل کرنا ناممکن ہو یا بہت دشوار ہو تو بہتر شکل یہی ہے کہ بیس پچیس سال پرانی یا کم از کم ایک سال پرانی قبروں کی جگہوں پر نئے مردوں کو پرانی قبروں کی باقیات کے ساتھ دفن کیا جائے۔

مگر اگر اس صورت پر عمل کرنا دشوار ہو تو بدرجہ مجبوری موجودہ قبرستان پر پلر دے کر اوپر مضبوط چھت دے دی جائے اور پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے اور پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل جاری کر دیا جائے۔

سوال نمبر تین کے جواب میں:

قبرستان کے لیے وقف شدہ زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں چاہے وہ کہیں بھی ہو، مساجد، مدارس اور قبرستانوں کی حفاظت کے نقطہ نظر سے سدا لذریعہ یہ ضروری ہے، بہتر شکل یہ ہے کہ جو پرانے قبرستان ہیں ان کی گھیرابندی کر دی جائے، اور اس میں تدفین کی کچھ شرائط مقرر کر دی جائیں، خلاصہ یہ ہے کہ اضطراری حالات کے بغیر کسی بھی قیمت پر قبرستان کو نہ بیچیں۔

سوال نمبر چار کے جواب میں

اس صورت حال میں اگر قبرستان کی زمین پر ہی استنجا خانے اور وضوخانے بنانے کی اضطراری حالت ہو، تو قبرستان کی ایسی جگہوں پر استنجا خانے اور وضوخانے بنائے جائیں جیسے پہلے سے قبریں نہ ہو، یا قبریں مٹ گئی ہوں۔ اور اگر ایسی خالی جگہ میسر نہ ہو تو مقامی علماء، ذمہ داران مسجد اور اصحاب قبور کے ورثاء سے مشورہ کر کے قبروں کو کھول کر قبروں کی باقیات کو قبرستان کے دوسرے حصے میں منتقل کر دیا جائے۔ بیت الخلاء کی غلاظت اور گندے پانی کا ٹینک ممکنہ حد تک قبرستان سے زیادہ سے زیادہ دور بنایا جائے تا کہ قبرستان کی حرمت برقرار رہے۔

سوال نمبر پانچ کے جواب میں

قبرستان وسیع ہو یا تنگ، بلاضرورت شدید قبرستان میں مسجد کی تعمیر نہیں کی جائے۔ اگر قبرستان کے پاس بہت زمین ہو یا چھوٹے قبرستان میں تدفین کا عمل نہ ہوتا ہو یا بہت کم ہو تو امت کی مصلحت کے پیش نظر قبرستان کے اس حصے میں مسجد کی تعمیر جائز ہے جہاں قبریں نہ ہو یا وہاں کی قبریں بہت پرانی ہو گئی ہوں۔

سوال نمبر چھ کے جواب میں

قبرستان کے لیے وقف زمین کو قبرستان کے نام پر ہی چھوڑ دیا جائے، خواہ وہ زمین کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو، اور قبرستان کی حفاظت کے لیے اس کے پاس الگ سے دوسری زمین لے کر کوئی ادارہ قائم کر دیا جائے، مگر اگر قبرستان کی حفاظت کے لیے اس کے پاس الگ سے دوسری زمین لینا ممکن نہ ہو تو قبرستان کی زمین پر عمارت تعمیر کر کے ادارے کو کرائے پر دے دیا جائے۔

سوال نمبر سات کے جواب میں

قبرستان کی قبروں سے خالی جگہ میں جنازہ گاہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ یہ بہتر اور اولیٰ ہے۔ تا کہ سڑکوں وغیرہ پر نماز پڑھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ جنازہ گاہ بھی قبرستان کی لوازمات میں سے ہے، اس لیے جنازہ گاہ کے لیے زمین وقف کرنا بھی قبرستان کے لیے زمین وقف کرنے کی طرح ہے۔ ہمارے آبائی گاؤں جوگیا اور پڑوسی گاؤں گاڑھا ضلع سیتامڑھی، بہار کے مشترکہ قبرستان میں اس طرح کا انتظام ہے۔

سوال نمبر کے آٹھ کے جواب میں

قبرستان کے وہ حصے جہاں نئی یا پرانی قبریں ہو ان کو کھلیان کے طور پر استعمال کرنا، یا وہاں مویشیوں کو باندھنا یا رکھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ قبرستان کے وہ حصے جہاں ابھی قبریں نہیں وہاں کاشت کرنا بہتر ہے تا کہ زمین خالی نہ رہے اور اس سے قبرستان کو آمدنی بھی ہو اور اس آمدنی کو قبرستان سے متعلق ضروریات میں خرچ کی جائیں۔

واللہ اعلم بالصواب

اوقاف مقابر: فقہی اصول، شرعی حدود اور جدید مسائل

بقلم: مفتی شکیل منصور القاسمی

قبرستان مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت، دینی متاع اور شرعی امانت ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے تدفین اموات کو صرف مصلحت شخصی یا عرف کا معاملہ نہیں قرار دیا؛ بلکہ اسے عبادت و تعظیمِ میت کے زمرے میں داخل فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ احناف سمیت جمہور فقہاء کے نزدیک قبر کی زمین مخصوص ہونے کے بعد وقف کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اور وہ زمین بائع، وارث یا کسی شخص کے شخصی تصرف سے ہمیشہ کے لیے خارج ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس میں ہر قسم کے تصرف کو فقہی اصول اور شرعی مصلحت کی روشنی میں پرکھنا واجب ہے۔

سوال 1: قبرستان کی موقوفہ زمین پر پلر ڈال کر دکانیں تعمیر کرنے کا شرعی حکم

وقف کی زمین کے بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اس میں بلا ضرورت و مصلحت کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔ خصوصاً جب یہ تصرف وقف کے اصل مقصد [جیسے کہ قبرستان کی زمین میں تدفین] سے متصادم ہو۔

وقف کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ موقوفہ چیز کو ہمیشہ کے لیے موقوف علیہ کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔ فقہائے کرام نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ: "واقف کی شرط، شریعت کے نص کی طرح لازم اور واجب العمل ہوتی ہے" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص:163)

لہٰذا، جب بھی کسی وقف میں تبدیلی کی بات آئے، تو سب سے پہلے واقف کی شرط اور نیت کو مدنظر رکھنا لازم ہے۔

البتہ فقہائے احناف نے اس اصول کے تحت یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وقف شدہ زمین سے نفع حاصل کرنا ممکن نہ رہے، یا نفع اتنا کم ہو کہ وقف کا اصل مقصد فوت ہونے لگے، تو ایسی صورت میں مصلحتِ راجحہ کی بنیاد پر وقف میں تبدیلی یا استبدال کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ خصوصاً امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ سے اس سلسلے میں اجازت منقول ہے، بشرطیکہ قاضی یا ناظرِ وقف کے ذریعے یہ تصدیق ہو جائے کہ موجودہ شکل میں وقف کا فائدہ حاصل نہیں ہو رہا۔

جیسا کہ اوپر کے جوابات کے ذیل میں علامہ شامیؒ کی "العقود الدرّیۃ" (ج 1، ص 115) کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ "اگر موقوفہ زمین سے نفع حاصل نہ ہو رہا ہو، اور کوئی دوسرا شخص بدلے میں ایسی زمین یا عمارت

دینے پر تیار ہو جس سے وقف کو زیادہ نفع حاصل ہو، تو امام ابو یوسف کے نزدیک قاضی کی اجازت سے یہ استبدال جائز ہے، اور اسی پر عمل جاری ہے۔"

اسی اصول کی روشنی میں قبرستان کی موقوفہ زمین میں بھی اصل تو یہی ہے کہ اس کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔ صرف تدفین کا عمل جاری رہے، ناجائز قبضہ کا اندیشہ محض ظاہر کر کے اس میں تبدیلی کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ ایک غیر یقینی خدشہ ہے جسے ہر وقف پر منطبق کیا جا سکتا ہے۔

تاہم اگر قبضے کا واقعی، وحقیقی خطرہ موجود ہو، عام حفاظتی تدابیر (مثلاً چار دیواری، نگرانی وغیرہ) کافی نہ ہوں، اور متولیِ وقف یا مسلم برادری کو اطمینان ہو جائے کہ تبدیلی کے بغیر زمین کی حفاظت ممکن نہیں، تو ایسی صورت میں زمین کے کسی مخصوص اور محدود حصے پر اس طرح پلر ڈال کر دکانیں تعمیر کرنا کہ نیچے تدفین میں کوئی دقت نہ ہو، پلر کی کھدائی یا تعمیراتی کاموں میں قبروں کی حرمت پامال نہ ہو اور نہ انہیں نقصان پہنچے، آمدنی صرف وقف کے اصل مقصد پر خرچ ہو، اور تبدیلی صرف قدرِ ضرورت تک محدود ہو، تو ایسی مصلحتِ راجحہ کی موجودگی میں وقف کی ظاہری ہیئت میں مناسب تبدیلی کی گنجائش موجود ہے۔

لہذا قبرستان کی وقف شدہ زمین پر پلر ڈال کر دکانیں بنانے کی اصولاً اجازت نہیں، تاہم اگر شدید ضرورت یا مصلحتِ راجحہ موجود ہو، اور تمام شرعی حدود کا لحاظ رکھا جائے تو قدرِ ضرورت اس کی اجازت دی جا سکتی ہے مطلقاً نہیں!

شرائط مذکورہ کی رعایت والی شکل قبروں پر چلنے یا انہیں روندنے یا ان پر سہارا لگا کر بیٹھنے [ترمذی 1050] کو مستلزم نہیں ہے اور نہ ہی اس سے قبور مسلمین کی تحقیر لازم آتی ہے کہ ممانعت راست پاؤں سے روندنے اور چلنے کو شامل ہے، پرانے اور بوسیدہ اور مندرس قبور پہ راست مسجد بنانے کی گنجائش موجود ہے تو بوقت ضرورت محتاط طریقے سے پلر ڈال کر اوپر تعمیر کی بدرجہ اولی گنجائش ہوگی کہ اس سے نہ تدفین متاثر ہوتی ہے نہ موجودہ قبروں کا احترام پامال ہوتا ہے!

سوال 2: کئی منزلہ قبرستان بنانے کا شرعی حکم؟

شریعتِ مطہرہ کے نزدیک میت کو دفنانے کا اصل اور فطری طریقہ یہ ہے کہ سطح زمین میں ایک مناسب گہرائی کی قبر کھودی جائے اور میت کو زمین کی سطح سے نیچے دفن کیا جائے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کی طرف قرآنِ کریم نے بھی اشارہ فرمایا ہے:

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى﴾ (سورۃ طہ: 55)

یعنی: "اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے، اور اسی سے تمہیں ایک بار پھر نکالیں گے۔"

لہٰذا، زمین کے اندر دفن کرنا ہی شرعاً اصل مطلوب ہے، اور بغیر اس کے دفن کا شرعی تصور مکمل نہیں ہوتا۔

البتہ اگر زمین کی شدید تنگی ہو، اور میتوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا ہو، جبکہ نئی قبریں بنانے کے لیے زمین دستیاب نہ ہو، ہو بھی تو حد سے زیادہ گراں قیمت تو ایسی حالتِ اضطرار میں موجود قبرستان میں پلر دے کر اوپر مضبوط چھت، اور پھر اس پر ایک مناسب مٹی (پانچ چھ فٹ) کی تہہ ڈال کر دوسری منزل پر دفن کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ:

پہلی قبر اور دوسری منزل کے درمیان کافی مٹی کی مقدار موجود ہو تاکہ نمی اور اثرات جذب ہو جائیں، نیچے دفن شدہ میت کی بے حرمتی نہ ہو، اور اس عمل میں کسی قسم کی خلافِ ادب یا خلافِ شریعت بات نہ ہو۔

لیکن اگر زمین کی وسعت موجود ہو، اور تدفین کے لیے دیگر مقامات دستیاب ہوں، تو پھر محض سہولت یا سہولتِ تعمیر کے پیشِ نظر کئی منزلہ قبرستان بنانا شرعاً درست نہیں ہوگا، کیونکہ ایسی صورت میں ضرورت اور اضطرار کی حالت باقی نہیں رہتی، اور اصل طریقۂ دفن کو چھوڑ کر غیر روایتی طریقہ اپنانا ناجائز اور محلِ نکیر ہے۔

لہٰذا کئی منزلہ مقبرہ بنانا صرف اس صورت میں شرعاً جائز ہوسکتا ہے جب زمین میں وسعت نہ ہو، دفن کے لیے جگہ باقی نہ ہو، اور دیگر شرعی شرائط کا لحاظ رکھا جائے۔ لیکن عام حالات میں، جہاں زمین میسر ہو، وہاں اس طرزِ تعمیر کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

سوال 3: تنگ پڑتی موقوفہ قبرستان کو توسیع کے پیشِ نظر تبدیل کرنے کا حکم

جمہور اہلِ علم کا اس مسئلے میں اتفاق ہے کہ وقف کو اسی صورت پر باقی رکھنا واجب ہے جس پر واقف نے اسے قائم کیا تھا، اس میں ایسا کوئی تصرف کرنا جائز نہیں جو اسے اس اصل مصرف سے ہٹا دے جس کے لیے وقف کیا گیا تھا۔ اس کی اصل دلیل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جسے بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے، کہ جب انہوں نے خیبر کی زمین کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن شئت حبست أصلها وتصدقت بها" (بخاری 2737، مسلم 1633)

یعنی: اگر چاہو تو اس کی اصل کو روک لو (یعنی موقوف کر دو) اور اس کے منافع کو صدقہ کر دو۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زمین کو اس طرح وقف کیا کہ: "لا يُباع أصلها، ولا يُورث، ولا يُوهب" یعنی اس کی اصل نہ بیچی جائے، نہ وراثت میں دی جائے، نہ ہبہ کی جائے۔

اس حدیث کی روشنی میں جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ اگر وقف کوئی جائیداد ہو تو اس کا استبدال جائز نہیں، چاہے اس سے فائدہ اٹھانا بند ہو جائے، کیونکہ حدیث کا عموم ایسی کسی تبدیلی کی اجازت نہیں دیتا۔ البتہ بعض فقہاء نے

کچھ مخصوص اور نادر صورتوں میں استثناء ذکر کیا ہے۔

تاہم فقہاءِ احناف کی تفصیلات کے مطابق اگر موقوفہ چیز (مثلاً زمین یا عمارت) ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ اس سے کسی قسم کا نفع حاصل نہ ہو رہا ہو، یا اس کی آمدنی اس کے اخراجات بھی پورے نہ کر رہی ہو، تو ایسی صورت میں امام ابو یوسف، امام محمد رحمہما اللہ کے صحیح قول کے مطابق قاضی کی اجازت سے اور مصلحتِ راجحہ کے تحت اس وقف کا استبدال جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے "العقود الدرّیۃ" وغیرہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اوپر کے جوابات کے ذیل میں ہم نے فتح القدیر کے حوالے سے حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی فقہی تصریح نقل کر آئے ہیں۔

پس اگر قبرستان کی موقوفہ زمین اتنی تنگ ہو گئی ہو کہ اب اس میں میتوں کی تدفین ممکن نہ رہی ہو، اور ایسی جگہ میسر ہو جو زیادہ مناسب، وسیع اور تدفین کے لیے موزوں ہو، تو ایسی ضرورتِ شدیدہ اور مصلحتِ راجحہ کی بنیاد پر اس زمین کا استبدال (یعنی اس کے بدلے میں دوسری زمین لینا) جائز ہوگا، بشرطیکہ یہ فیصلہ قاضی شرعی یا معتبر متولی وقف کے مشورے سے کیا جائے، اور اس کا مقصد وقف کے اصل مصرف (یعنی دفنِ اموات) کا تحفظ ہو، نہ کہ کسی ذاتی یا دنیوی منفعت کا حصول۔

سوال 4: سخت ضرورت کے وقت قبرستان کے کنارے بیت الخلاء کی تعمیر؟

قبرستان اور قبور کا احترام شریعتِ اسلامیہ میں مسلّم اور واجب ہے۔ ان کے قریب ناپاکی، گندگی یا کسی قسم کی بے ادبی کے تمام امور ممنوع اور ناجائز ہیں۔ چونکہ مردے بھی ان چیزوں سے متاثر ہوتے ہیں جن سے زندہ اذیت محسوس کرتے ہیں، اس لیے قبروں کے قریب گندگی یا توہین کا کوئی عمل روا نہیں رکھا جا سکتا۔

قبرستان کی موقوفہ زمین کا اصل مصرف صرف تدفین ہے، اور شرعی اصول کے مطابق اسے کسی اور دنیوی مقصد کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔ تاہم اگر واقعی سخت ضرورت درپیش ہو، مثلاً زائرین یا مسافرین کے لیے بیت الخلاء کی اشد حاجت ہو، تو فقہی اصول "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت درج ذیل شرائط کی رعایت کے ساتھ مشروط اجازت دی جا سکتی ہے:

1. بیت الخلاء قبروں سے الگ اور کنارے کی جگہ میں واقع ہو۔
2. اس مقام پر پہلے سے کوئی قبر موجود نہ ہو۔
3. گندگی یا نجاست سے قبروں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔
4. گندے پانی کی نکاسی کا نظام ایسا ہو کہ وہ یا تو زمین دوز ہو اور قبروں تک نہ پہنچے، یا پھر قبرستان کی حدود سے باہر نکالا جائے۔

5. بیت الخلاء کا استعمال زائرین یا مسافرین کے لئے ہو۔

ان تمام شرائط کے ساتھ اگر چہ سخت ضرورت کے وقت قبرستان کے کنارے بیت الخلاء بنانے کی رخصت دی جاسکتی ہے، تاہم احتیاط اور ادب کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے، اور اگر بنانا ناگزیر ہو تو اسے قبرستان کی چار دیواری سے باہر تعمیر کیا جائے۔

سوال 5: موقوفہ قبرستان میں مسجد تعمیر کرنے کا شرعی حکم

اگر قبرستان کسی فرد کی مملوک زمین پر واقع ہو اور وہ شخص وہاں مسجد تعمیر کرنے کی صریح اجازت دے دے، تو اس اجازت کے بعد وہاں مسجد کی تعمیر جائز ہوگی، بشرطیکہ قبروں کی بے حرمتی نہ ہو۔

لیکن جب قبرستان شرعاً موقوفہ ہو تو موقوفہ قبرستان کی زمین ایک وقفِ خاص ہے، جس کا مصرف صرف تدفینِ موتی متعین ہے۔ چوں کہ وقف شرعاً ناقابلِ تصرف اور ناقابلِ تملک ہوتا ہے، اس لیے وقف شدہ زمین کو اس کے موقوف علیہ (یعنی مدفنِ اموات) کے علاوہ کسی اور مقصد (جیسے: تعمیر مسجد، مدرسہ، دکان وغیرہ) میں استعمال کرنا اصلاً جائز نہیں؛ کہ یہ منشاء واقف کے خلاف ہوگا۔

تاہم اگر موقوفہ قبرستان میں میں تدفین کا عمل بند ہو چکا ہو، یا ضرورت سے زائد اس کی زمین خالی پڑی ہو، یا قبرستان میں تعمیر مسجد کی واقعی سخت ضرورت ہو، زائرین یا نمازیوں کے لئے دینی مصلحت وضرورت موجود ہو، تو عامۃ المسلمین کی مشاورت اور اتفاق سے تعمیر مسجد کی گنجائش نکل سکتی ہے

لیکن اگر قبرستان کی زمین تنگ ہو، تو تدفین کے علاوہ کسی اور کام کی اس میں قطعی کوئی گنجائش نہ ہوگی۔

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت، فبنى قوم فيها مسجدًا لم أر بذٰلك بأسًا؛...

فإذا درست واستُغني عن الدفن فيها، جاز صرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقف من أوقاف المسلمين..."

(عمدة القاري، ج 6، ص 225، تحت باب: التنبش قبور مشركي الجاهلية لبی ابن القاسم فرماتے ہیں: اگر کسی مسلم قبرستان کی قبریں مٹ چکی ہوں اور وہاں کچھ لوگوں نے مسجد بنالی ہو تو مجھے اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ دونوں (قبرستان ومسجد) وقف ہیں، جب دفن کی ضرورت ختم ہو جائے تو مسجد کی تعمیر جائز ہے۔

سوال 6: ناجائز قبضوں اور ظالمانہ ضبطی سے تحفظ کے مقصد سے موقوفہ اراضیِ

قبرستان پہ دینی تعلیمی ادارے قائم کرنا؟

وقف کو اپنے موقوف علیہ کے مصرف میں ہی استعمال کیا جانا ضروری ہے، کسی دوسری جہت میں اس کا استعمال اصلاً جائز نہیں ہے، لیکن اگر وقف شدہ زمین پر نا جائز قبضے یا ضیاع کا خطرہ یقینی اور قوی ہو، اور اس کو فعال نہ رکھنے کی صورت میں موقوفہ مقصد بھی فوت ہونے کا خوف ہو، تو اس صورتِ حال میں فقہائے کرام نے فقہی قاعدہ "تعطیلُ المنافعِ ظلمٌ" اور "درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح" کی روشنی میں مشروط گنجائش دی ہے؛ کیونکہ موقوفہ اراضی کا تحفظ بھی واجب ہے۔ لہذا اگر ضرورت سے زائد خالی پڑی ہوئی اراضی وقف کے ضیاع یا سرکاری ضبطی یا ناجائز قبضے کا قوی کا اندیشہ ہو تو اس میں تبدیلی کے ذریعے تعمیرات کی گنجائش ہوگی؛ تاکہ اس کا تحفظ بھی ہو اور اس کا نفع مزید دوسرے مصرف خیر (دینی یا تعلیمی ادارے) کی طرف متعدی ہو سکے، اور اس سے مناسب حال کرایہ کی وصولی وقف کے مصارف بھی پورے ہوں لیکن یہاں بھی شرط یہ ہے کہ یہ تملکِ شخصی نہ ہو بلکہ مسلمانوں کے وقف ہی میں باقی رہیں۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ عام مسلمانوں کی مشاورت یا اہل افتاء/ قاضی شرع کی اجازت سے یہ تبدیلی انجام دی گئی ہو۔

تحفظ اوقاف کے مقصد کے علاوہ ارتقاء وقف کی وجہ سے بھی جہت وقف میں تبدیلی کی گنجائش فقہاء احناف کے یہاں ملتی ہے جیسا کہ اوپر کی سطروں میں علامہ شامی کی "العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ" کا اقتباس نقل کر چکے ہیں۔

فتاویٰ محمودیہ میں اس سے ملتا جلتا ایک فتویٰ یوں مذکور ہے:

"اور اگر قبرستان پرانا اور وقف ہے اور اب وہاں مردے دفن نہیں ہوتے، دوسرا قبرستان موجود ہے اور اس قبرستان کے بے کار پڑے رہنے سے اندیشہ ہے کہ اس پر دوسرے لوگ قبضہ کرلیں گے اور وہاں مسجد بنانا مناسب ہے تو مسلمانوں کے باہم مشورہ سے مسجد بنانا درست ہے۔ (فتاوی محمودیہ 354/15)

سوال 7: قبرستان کی اراضی موقوفہ میں جنازہ گاہ بنانا؟

موقوفہ قبرستان میں تدفین میت کے سوا کوئی اور کام انجام دینا اصول وقف کے خلاف اور شرعاً ناجائز ہے، لیکن اگر قبرستان کے پاس اچھی خاصی زمین ہو، بعض حصے ابھی تدفین میں استعمال نہ ہوئے ہوں، یا ہوئے بھی ہوں تو ساری قبریں بوسیدہ ہو کر بے نشان ہو چکی ہوں، ادھر مسلمانوں کو نماز جنازہ پڑھنے کی کوئی مناسب جگہ دست یاب نہ ہو، سخت دقتوں کا انہیں سامنا ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں اہلِ علاقہ کے مسلمانوں کے باہمی مشورہ سے اس جگہ پر عارضی طور پہ عیدگاہ اور جنازہ گاہ بنانا جائز ہے۔ پھر ضرورت پڑنے پر اس میں تدفین کا عمل بھی شروع ہو سکتا ہے۔

فتاوی میں ہے:

والثاني: أن لا يشرطه سواء شرط عدمه أو سكت لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكلية بأن لا يحصل منه شيء أصلا، أو لا يفي بمؤنته فهو أيضا جائز على الأصح إذا كان بإذن القاضي ورأيه المصلحة فيه (كتاب الوقف، مطلب في استبدال الوقف وشروطه، ج:4، ص؛284، ط:سعيد)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"ولو بلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه، كذا في التبيين." (كتاب الصلاة، باب الجنائز، ج:1، ص؛167، ط:دار الفكر)

ارشاد نبوی "لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا.

قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف نماز پڑھو (مستدرک حاکم 5007)

کا محمل قبروں کی طرف بلا حائل نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔

جب قبریں سامنے نہ ہوں یا سامنے قبریں تو ہوں، لیکن درمیان میں کوئی حائل (دیوار وغیرہ) ہو تو وہاں نماز جنازہ وغیرہ ادا کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے:

حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح ص 357 میں ھے: "تكره الصلاة في المقبرة إلا أن يكون فيها موضع أعد للصلاة". (كذا في فتاوىٰ محمودیه: (15/351، ط:ڈابھیل)

سوال 8: موقوفہ قبرستان میں ہنگامی ومجبوری کے حالات میں جانور وغیرہ باندھنا؟

موقوفہ قبرستان کا ہر وہ حصہ جو وقف کے بعد قبرستان کے مصرف میں داخل کر دیا گیا ہو، شرعاً قبرستان ہی کے حکم میں ہے، خواہ اس میں قبریں بالفعل موجود ہوں یا نہ ہوں، موقوفہ قبرستان میں جانور چرانا، باندھنا یا اس جگہ کو کھلیان یا باڑہ وغیرہ کے لیے استعمال کرنا اکرامِ موتی کے خلاف اور ناجائز عمل ہے، کیونکہ اس سے جانوروں کے فضلات کی وجہ سے قبروں کی توہین ہوگی، اس میں واقف کی غرض (تدفین میت) کی خلاف ورزی ہوگی، موقوفہ قبرستان سے انتفاع لازم آئے گا جس کی اجازت فقہاء نے نہیں دی ہے، البحر الرائق میں ہے:

"ولا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة، فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها." (البحر الرائق، كتاب الوقف، ج:5، ص:268)

بستی والوں کے لیے پرانی (موقوفہ) قبرستان سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔ اگر اس میں گھاس ہو تو اسے کاٹ کر جانوروں کے پاس تو بھیجا جا سکتا ہے، مگر خود جانوروں کو قبرستان کے اندر بھیجنا جائز نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَسُئِلَ هُوَ أَيْضًا عَنْ الْمَقْبَرَةِ فِي الْقُرَى إذَا انْدَرَسَتْ وَلَمْ يَبْقَ فِيهَا أَثَرُ الْمَوْتَى لَا الْعَظْمُ وَلَا غَيْرُهُ هَلْ يَجُوزُ

زَرْعَهَا وَاسْتِغْلَالُهَا؟قَالَ: لَا، وَلَهَا حُكْمُ الْمَقْبَرَةِ، كَذَا فِي الْمُحِيطِ فَلَوْ كَانَ فِيهَا حَشِيشٌ يُحَشُّ وَيُرْسَلُ إِلَى الدَّوَابِّ وَلَا تُرْسَلُ الدَّوَابُّ فِيهَا، كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ. (الهندية 2/471)

اور شمس الائمہ محمود اوزجندی سے دیہات کی قبرستان کے بارے میں بھی سوال کیا گیا کہ اگر وہ پرانی ہو جائے اور اس میں مردوں کے کوئی آثار باقی نہ رہیں، نہ ہڈیاں باقی ہوں اور نہ کوئی اور نشانی، تو کیا ایسی جگہ میں کھیتی باڑی کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، یہ (اب بھی) قبرستان ہی کے حکم میں ہے۔ اسی طرح کتاب المحیط میں بھی ہے۔

پس اگر ایسی جگہ پر گھاس اُگی ہو تو اُسے کاٹ کر جانوروں کے پاس بھیجا جا سکتا ہے، لیکن جانوروں کو اس جگہ چرنے کے لیے چھوڑنا جائز نہیں۔ اسی طرح کتاب البحر الرائق میں بھی درج ہے۔

یہ اصولی موقف تو اپنی جگہ بجا ہے؛ لیکن اگر کبھی سیلاب، زلزلہ یا دیگر ہنگامی حالات میں وقتی ضرورت کے پیشِ نظر قبرستان کے اس حصے میں (جس میں قبریں نہ ہوں) عارضی طور پر جانور رکھے جائیں، تو بدرجہ مجبوری، معذوری اور مصالحِ راجحہ کے اصول پر کچھ نرمی کی گنجائش ہو سکتی ہے، بشرطیکہ وہ حصہ بظاہر خالی ہو (قبریں موجود نہ ہوں)، استعمال وقتی اور عارضی ہو، جانوروں کو کھلا نہ چھوڑا جائے، بلکہ مخصوص دائرے میں محدود رکھا جائے، ممکن حد تک اکرامِ موتی کا لحاظ رکھا جائے۔

ان شرطوں کی لازمی رعایت کے ساتھ بر بنائے ضرورت وحاجت عارضی استعمال کی محدود گنجائش فقہی اصولوں کی روشنی میں ممکن ہے۔

قبرستان سے متعلق کچھ نئے مسائل

خورشید احمد اعظمی مدنی

۱۔قبرستان میں دس پندرہ فٹ اونچے پلر دے کر چھت ڈالنا اور اس پر دکانیں اور مارکیٹ بنانا؟

قبرستان جہاں متوفیان دفن کئے جاتے ہیں ،ان کی قبروں کے احترام میں افراط وتفریط دونوں سے ہی شریعت نے منع کیا ہے، غایت احترام میں قبروں پر سجدہ کرنا حرام ،قبر پر مسجد کی تعمیر مکروہ ہے،اور قبروں کو پختہ بنانا ممنوع ہے، اسی طرح احترام میں تساہل وکوتاہی ،اور ان کی اہانت وتذلیل سے بھی روکا گیا ہے،مثلاً قبروں پر بیٹھنا ،ان کو روندنا، کھیل کود کا میدان اور لہولعب کی آماجگاہ بنانا ،ان پر مویشی باندھنا ،انھیں کھلیان کے طور پر استعمال کرنا وغیرہ افعال جن سے قبروں کی بے حرمتی ہو، وہاں غلاظت اور گندگی پھیلے،شرعاً ممنوع ہیں اور گناہ کے کام ہیں، اللہ عزو جل نے انسان کو مکرم ومحترم بنایا ہے، خاص طور سے اہل ایمان ، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی* **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلا*** [ہم نے بنوآدم کو اعزاز بخشا ہے، اور ہم نے ان کو بر وبحر میں سواریاں دی ہیں اور پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے، اور ہم نے اپنی بہت ساری مخلوق پر ان کو فضیلت سے نوازا ہے] (الاسراء)،اور کتب احادیث میں مذکور ہے " **نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُورُ، وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهَا، وَأَنْ تُوطَأَ** " [نبی ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے، ان پر لکھنے ،عمارت بنانے اور روندنے سے منع فرمایا ہے] (سنن ترمذی وغیرہ) ایک دوسری حدیث میں وارد ہے" **لاتجلسوا علی القبور ولاتصلوا إلیها** " [نہ قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو] (صحیح مسلم)،فقہاء کرام نے بھی ان آیات واحادیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ: " **عظام الیهود لها حرمة اذا وجدت فی قبورهم کحرمة عظام المسلمین حتی لاتکسر** ". [یہود ذمی مردوں کی ہڈیاں جو ان کی قبروں میں ملیں وہ بھی مسلمانوں کی ہڈیوں کی طرح محترم ہیں توڑی نہیں جائیں گی] (البحر الرائق :2/340)

" **وَيُكْرَهُ الْجُلُوسُ عَلَى الْقَبْرِ، وَوَطْؤُهُ، وَحِينَئِذٍ فَمَا يَصْنَعُهُ مَنْ دُفِنَتْ حَوْلَ أَقَارِبِهِ خَلْقٌ مِنْ وَطْءِ تِلْكَ الْقُبُورِ إلَى أَنْ يَصِلَ إلَى قَبْرِ قَرِيبِهِ مَكْرُوهٌ. وَيُكْرَهُ النَّوْمُ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَقَضَاءُ الْحَاجَةِ**"

[اور قبروں پر بیٹھنا اور ان کو روندنا مکروہ ہے، اور اس وقت جو بہت سارے لوگ اپنے قریبی کی قبر تک پہونچنے کے لئے اس کے اردگرد مدفونین کی قبروں کو روندتے ہیں مکروہ ہے، اور مکروہ ہے قبروں کے پاس

سونا اور قضاء حاجت کرنا] (ردالمحتار: 3/154)۔

ان نصوص شرعیہ کے پیش نظر بلا ضرورت محض آمدنی کی غرض سے مقابر پر چھت ڈال کر اس پر دکانیں تعمیر کرنا درست نہیں، "وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا" (مسلم) کے تحت ان مقبورین کی بے حرمتی کا پہلو غالب ہے۔

۲۔قبرستان میں تدفین کے لئے جگہ کم پڑنے اور شہر میں دوسری جگہ گراں اور مہنگی ہونے کے سبب موجود قبرستان میں ہی پلر دے کر چھت ڈالنا اور اس پر پانچ۔چھ فٹ مٹی ڈال کر اس میں مردوں کو دفن کرنا؟

قبرستان میں جگہ ہونے یا تنگی کی وجہ سے دوسرے قبرستان کے ہوتے ہوئے بیک وقت ایک ہی قبر میں دو مردوں کو دفن کرنا یا تازہ قبروں میں دوسرے مردے کو دفن کرنا مباح نہیں ہے۔

"وَلَيْسَ مِنَ الضَّرُورَةِ الْمُبِيحَةِ لِجَمْعِ مَيِّتَيْنِ فَأَكْثَرَ ابْتِدَاءً فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ قَصْدَ دَفْنِ الرَّجُلِ مَعَ قَرِيبِهِ أَوْ ضِيقِ الْمَحَلِّ فِي تِلْكَ الْمَقْبَرَةِ مَعَ وُجُودِ غَيْرِهَا"

[کسی آدمی کو اس کے رشتہ دار کے ساتھ دفن کرنے کے ارادہ سے یا دوسرے قرستان کے ہوتے ہوئے کسی قبرستان میں جگہ کی تنگی کے سبب ایک ہی قبر میں ایک ساتھ دو مردوں کو دفن کرنا ایسی ضرورت نہیں ہے کہ "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت" اسے مباح قرار دیا جائے] (الدر المختار: بحث فی دفن المیت)، اسی طرح کسی تازہ قبر سے اس کے مدفون کی باقیات ہٹا کر اس میں دوسرے مردے کو دفن کرنا بھی مباح نہیں ہے۔

رہا مسئلہ بعض شہروں میں قبرستان کم پڑنے ، اور شہر میں خالی زمینیں مہنگی ہونے کے پیش نظر موجودہ قبرستان میں ہی پلر دے کر چھت دینا پھر اس پر پانچ۔چھ فٹ مٹی ڈال کر اس میں میت کی تدفین کرنا، تو یہ طریقہ درست نہیں معلوم ہوتا، اور نہ اس کی نظیر ہی ملتی ہے،

"نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُورُ، وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهَا، وَأَنْ تُوطَأَ"

شہر کے اندر زمینیں نہیں ملتیں تو شہر کے باہر مضافات میں اس کا نظم کیا جائے، اللہ تعالی نے ہر زمانہ کے لحاظ سے وسائل بھی بنائے ہیں دور ہونے کے سبب سواریوں سے تدفین کے لئے جایا جا سکتا ہے۔

۳۔آبادی کے بیچ چھوٹے قبرستان جن تک گھنی آبادی کے تنگ راستوں سے میت لے کر پہونچنا دشوار ہو، ان کی فروخت کا مسئلہ؟

قبرستان اگر وقف ہے تو خاص طور سے اس حالت میں جب کہ اس میں تدفین کا سلسلہ جاری ہو اس کو فروخت کرنا یا اس کو کسی دوسری زمین سے بدلنا جائز نہیں۔

"وَظَاهِرُ قَوْلِهِمْ أَنَّ الْوَقْفَ لَا يُمْلَكُ وَلَا يُبَاعُ يَقْتَضِي أَنَّ الْوَقْفِيَّةَ لَا تَبْطُلُ بِالْخَرَابِ وَلَا تَعُودُ إِلَى مِلْكِ الْوَاقِفِ وَوَارِثِهِ وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ الِاسْتِبْدَالُ وَلِذَا قَالَ الْإِمَامُ قَاضِي خَانْ وَلَوْ كَانَ الْوَقْفُ مُرْسَلًا لَمْ يُذْكَرْ فِيهِ

شَرْطُ الِاسْتِبْدَالِ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَبِيعَهَا وَيَسْتَبْدِلَ بِهَا وَإِنْ كَانَتْ أَرْضَ الْوَقْفِ سَبْخَةً لَا يُنْتَفَعُ بِهَا لِأَنَّ سَبِيلَ الْوَقْفِ أَنْ يَكُونَ مُؤَبَّدًا لَا يُبَاعُ"

اوران کے قول کہ وقف کا کوئی مالک نہیں ہوگا اور نہ اسے بیچا جائے گا اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اس موقوفہ کے ویران یا خراب ہونے سے وقفیت باطل نہیں ہوتی اور نہ واقف یا اس کے ورثاء کی طرف اس کی ملکیت واپس لوٹتی ہے، اور نہ اسے بدلا جا سکتا ہے اور اسی لئے امام قاضی خان نے کہا ہے کہ کہ اگر وقف مطلق ہو، اس کے استبدال کی شرط مذکور نہ ہو تو اس کا فروخت کرنا یا اس کا بدلنا جائز نہیں ہوگا اگر چہ وقف کی زمین شور ہو لائق انتفاع نہ ہو اس لئے کہ وقف کا طریقہ یہی ہے کہ ابدی ہو بیچا نہ جائے] (البحر الرائق: 5/ 223)

" لِمَا فِي السِّرَاجِيَّةِ سُئِلَ عَنْ مَسْأَلَةِ اسْتِبْدَالِ الْوَقْفِ مَا صُورَتُهُ وَهَلْ هُوَ عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ أَجَابَ الِاسْتِبْدَالُ إذَا تَعَيَّنَ بِأَنْ كَانَ الْمَوْقُوفُ لَا يُنْتَفَعُ بِهِ وَثَمَّ مَنْ يَرْغَبُ فِيهِ وَيُعْطِي بَدَلَهُ أَرْضًا أَوْ دَارًا لَهَا رِيعٌ يَعُودُ نَفْعُهُ عَلَى جِهَةِ الْوَقْفِ فَالِاسْتِبْدَالُ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَإِنْ كَانَ لِلْوَقْفِ رِيعٌ وَلَكِنْ يَرْغَبُ شَخْصٌ فِي اسْتِبْدَالِهِ إنْ أَعْطَى مَكَانَهُ بَدَلًا أَكْثَرَ رِيعًا مِنْهُ فِي صُقْعٍ أَحْسَنَ مِنْ صُقْعِ الْوَقْفِ جَازَ عِنْدَ الْقَاضِي أَبِي يُوسُفَ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ وَإِلَّا فَلَا يَجُوزُ اهـ. فَقَدْ عَيَّنَ الْعَقَارَ لِلْبَدَلِ فَدَلَّ عَلَى مَنْعِ الِاسْتِبْدَالِ بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ"

اس وجہ سے جو سراجیہ میں مذکور ہے کہ وقف کے بدلنے کے مسئلہ میں پوچھا گیا کہ اس کی کیا صورت ہو اور کیا وہ ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے قول پر ہوگی تو جواب میں فرمایا کہ جب وقف کو بدلنا ہی متعین ہو جائے، اس طور پر کہ وقف سے نفع حاصل نہ ہو رہا ہو، اور کوئی اس کا خواہشمند موجود ہے اور اس کے بدلہ میں کوئی ایسی زمین یا ایسا مکان دے رہا ہے جو وقف کے لئے نفع بخش ہو تو اس صورت میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول استبدال کا ہے، اور اگر وقف سے کچھ منفعت حاصل ہو رہی ہے لیکن کوئی شخص وقف کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اگر وقف کے بدلہ میں اس سے بہتر اور اس سے اچھے مقام پر اس کا بدل دے رہا ہے تو قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا بدلنا جائز ہے، اور اسی پر عمل ہے، ورنہ جائز نہیں ہوگا، تو انھوں نے بدل میں زمین کو ہی متعین کیا ہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ وقف کا درہم و دنانیر سے بدلنا جائز نہیں ہے۔ (البحر الرائق: 5/ 241)

لہذا اس قبرستان کو علی حالہ باقی رکھا جائے، اور ضرورت کے تحت چندہ کر کے شہر کے باہر جہاں جگہ میسر ہو دوسری زمین قبرستان کے لئے خرید لی جائے۔

۴۔قبرستان کے کسی گوشہ میں پنجوقتہ نماز کے لئے بنی مسجد کے نمازیوں ودیگر لوگوں کے لئے اس جگہ پر بیت

الخلاء وغیرہ تعمیر کرنا؟

فقہاء اور اصحاب فتاوی نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ اگر قبریں پرانی ہوچکی ہوں، اتنا عرصہ گزر چکا ہو کہ ہڈیاں بوسیدہ ہوکر خاک ہوجانے کا ظن غالب تو اس پر مسجد، مدرسہ، مکان یا کوئی بھی عمارت تعمیر کرنے کی گنجائش ہے، "ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه" [اور اگر میت پرانی ہو اور مٹی میں بدل چکی ہو تو اس کی قبر میں دوسری میت کو دفن کرنا یا اس پر کھیتی کرنا، اور اس پر مکان بنانا جائز ہے] (تبیین الحقائق: 1/246 "والبناء فيه وسائر الانتفاعات به" [اس پر تعمیر کرنا اور اس سے ہر طرح کا انتفاع جائز ہے] (البنایۃ شرح الہدایۃ: 3/253 کیفیۃ الدفن)

لہذا جب کسی قبرستان میں ایک جانب مسجد پہلے سے موجود ہو، اس میں پنجوقتہ نماز ہورہی ہو اور وہاں وضوخانہ اور نمازیوں کی دیگر طبعی حوائج کے لئے دورۃ المیاہ کی ضرورت ہے تو اس کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔

۵۔قبرستان کی خالی جگہ میں پنجوقتہ نماز کے لئے مسجد تعمیر کرنا؟

اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اور اس میں تدفین جاری ہو تو اس قبرستان میں مسجد کی تعمیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ قبرستاں موتی کی تدفین کے لئے وقف ہوتے ہیں، اور وقف کے مقصد کو باقی رکھا جائے گا۔

اور اگر قبرستان وسیع وعریض ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں ان میں تدفین نہیں ہوتی اور وہاں مسجد کی ضرورت ہو پنجوقتہ نماز ہوسکے تو اس کو ضیاع سے بچانے کے لئے اور اس کی حفاظت وبقا کے لئے قبرستان کمیٹی مناسب سمجھے تو اس قبرستان میں کسی ایک طرف خالی پڑی جگہ میں مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔

"قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم أر بذلك بأسا، وذلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد، لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لأحد، فمعناهما على هذا واحد."

ابن القاسم نے کہا ہے کہ مقابر مسلمین میں سے اگر کوئی قبرستان ویران ہوگیا، یعنی اب اس میں تدفین نہیں ہورہی ہے، اور کچھ لوگوں نے اس پر مسجد بنالی تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، اور یہ اس لئے کہ مقبرے مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہیں اپنے مردوں کی تدفین کے لئے کسی کے لئے ان مقابر کا مالک ہونا جائز نہیں، پھر جب وہ ویران ہوجائیں اور اس میں دفن کرنا متروک ہوگیا ہو تو اس کو مسجد میں تبدیل کردینا جائز ہے، کیونکہ مسجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے، اس کا کسی کی ملکیت ہونا جائز نہیں اس بنیاد پر دونوں کا مقصود ایک ہے] (عمدۃ القاری: 4/179، الدر المختار، البحر الرائق۔

۶۔قبرستان کی ضرورت سے زائد آراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کرنا؟

وقف کو منشاء وقف کے ماسوا میں استعمال کرنا درست نہیں ہے، مگر اس صورت میں جب کہ زمین کے کچھ حصہ سے منشاء پورا ہو رہا ہے اور بقیہ زائد زمین کے بارے میں خدشہ ہے کہ اگر اسے استعمال میں نہ لایا گیا تو ہاتھ سے نکل جائے گی تو ایسی صورت میں اسے عامۃ المسلمین کی کسی منفعت میں استعمال کرنا ان شاء اللہ منشاء واقف کے خلاف نہیں ہوگا، کیونکہ فی الجملہ وقف کا مقصد عامۃ المسلمین کا اس سے نفع پہونچانا ہوتا ہے لہذا اس کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے اس پر دینی تعلیمی ادارے قائم کئے جاسکتے ہیں، اور اس سے حاصل شدہ کرایہ کو قبرستان کے فنڈ میں جمع کیا جائے، "**فَإِن دَرْء الْمَفَاسِد مقدم على جلب الْمَصَالح**" (**التحبير شرح التحرير، الموافقات، الاشباه والنظائر**)، وقف ہی سے ہاتھ سے نکل جائے اس سے بہتر ہے وقف محفوظ رہتے ہوئے اپنے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے منفعت کا ذریعہ بن جائے "**لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلک لله تعالى أيضاً**" (تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین:6/80)۔

۷۔کسی وجہ سے قبرستان سے باہر نماز جنازہ کے لئے خالی جگہیں نہ ہونے پر قبرستان میں ہی کسی ایک طرف نماز جنازہ ادا کرنا یا جنازہ گاہ بنانا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ قبروں کے درمیان (قبرستان میں) نماز پڑھنا مناسب نہیں، سیدنا علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اسے ناپسند کرتے تھے، مگر صحابہ کرام سے مقبرہ میں نماز جنازہ پڑھنا منقول ہے، امہات المومنین سیدہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز مقبرہ بقیع میں پڑھنے کی روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ امام تھے، اور نماز جنازہ میں شریک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، نماز جنازہ، نماز پنجگانہ اور نوافل کی طرح حقیقۃ نماز نہیں ہے، اسی لئے مسجد جماعت میں بلا عذر اس کی ادائیگی میں کراہت کے اقوال ہیں، اور فقہاء نے نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی مخصوص جگہ کو مفاد عامہ کے تحت توسعاً مسجد نہیں کہا ہے، لہذا جگہ کی تنگی یا خالی جگہ نہ ملنے کے باعث قبرستان کے ایک طرف کسی حصہ، خاص طور سے جدھر عموماً تدفین نہ ہوتی ہو جنازہ گاہ بنانا بلا کراہت درست ہوگا، درج ذیل خط کشیدہ فقہی عبارتوں سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔

"**وَيُكْرَهُ أَنْ يُصَلَّى عَلَى الْقَبْرِ لِمَا رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم «أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُصَلَّى عَلَى الْقَبْرِ» قَالَ: أَبُو حَنِيفَةَ: وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُصَلَّى عَلَى مَيِّتٍ بَيْنَ الْقُبُورِ، وَكَانَ عَلِيٌّ وَابْنُ عَبَّاسٍ يَكْرَهَانِ ذَلِكَ، وَإِنْ صَلَّوْا أَجْزَأَهُمْ لِمَا رُوِيَ أَنَّهُمْ صَلَّوْا عَلَى عَائِشَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ رضی الله عنهما بَيْنَ مَقَابِرِ الْبَقِيعِ، وَالْإِمَامُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَفِيهِمْ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ**" (**بدائع الصنائع 1:/320**)، "**لِأَنَّهُمْ يَحْتَرِزُونَ بِهِ عَنْ الْمَسْجِدِ الْمَبْنِيِّ لِصَلَاةِ الْجِنَازَةِ فَإِنَّهَا لَا تُكْرَهُ فِيهِ مَعَ أَنَّ الصَّحِيحَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمَسْجِدٍ، لِأَنَّهُ مَا أُعِدَّ لِلصَّلَاةِ حَقِيقَةً، لِأَنَّ صَلَاةَ**

الْجِنَازَةِ لَيسَتْ بِصَلَاةٍ حَقِيقَةً وَحَاجَةُ النَّاسِ مَاسَّةٌ إِلَى أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مَسْجِدًا تَوْسِعَةً لِلْأَمْرِ عَلَيْهِمْ"

(اور صاحب کنز نے مسجد میں نماز جنازہ کے ممنوع ہونے ذکر کرتے ہوئے محض ولا فی مسجد کہا جماعت کے ساتھ مقید نہیں کیا ہے اس لئے کہ فقہاء کے نزدک یہ قید احترازی ہے اس مسجد سے جو نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی کیونکہ اس میں نمازہ جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے جبکہ صحیح یہ ہے کہ جنازہ گاہ مسجد ہے ہی نہیں۔)(البحر الرائق:2/328)

" وَالصَّلَاةُ عَلَى الْجِنَازَةِ فِي الْجَبَّانَةِ وَالْأَمْكِنَةِ وَالدُّورِ سَوَاءٌ، كَذَا فِي الْمُحِيطِ وَصَلَاةُ الْجِنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي تُقَامُ فِيهِ الْجَمَاعَةُ مَكْرُوهَةٌ۔ وَلَا تُكْرَهُ بِعُذْرِ الْمَطَرِ وَنَحْوِهِ، هَكَذَا فِي الْكَافِي تُكْرَهُ فِي الشَّارِعِ وَأَرَاضِي النَّاسِ، كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ أَمَّا الْمَسْجِدُ الَّذِي بُنِيَ لِأَجْلِ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ فَلَا تُكْرَهُ فِيهِ، كَذَا فِي التَّبْيِينِ".

(نماز جنازہ کی ادائیگی قبرستان، کھلے میدان دیگر رمقامات اور گھروں اور احاطوں میں یکساں ہے، اور ایسی مسجد میں جس میں نماز پنجگانہ ہوتی ہو مکروہ ہے، اور بارش وغیرہ کے عذر سے مکروہ نہیں ہوگی، اور شارع عام، اور کسی دوسرے کی زمین میں مکروہ ہے اور وہ مسجد جو نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں ہے)

(الفتاوى الهندية : 1/165)الجبانة : المقبرة (تفسير غريب ما فى الصحيحين) ، (الجبان) الصَّحراء والمقبرة المعجم الوسيط، "جَبَانة [مفرد]: ج جبَانات: مقبرة، مدفن "شيَّعوا الجنازةَ إلى الجبَّانة" [جبانه ،قبرستان اور صحرا ،ميدان كو كهتے هيں] (معجم اللغة العربيه المعاصرة)، "والجَبَّان والجَبَّانة، بالتَّشْدِيدِ: الصَّحْرَاءُ، وَتُسَمَّى بِهِمَا الْمَقَابِرُ لأَنها تَكُونُ فِي الصَّحْرَاءِ تَسْمِيَةً لِلشَّيْءِ بِمَوْضِعِهِ." (لسان العرب، مجمع بحار الانوار). "تكره الصلاة فى المقبرة إلا أن يكون فيها موضع أعد للصلاة ولا نجاسة فيه ولا قذر فيه".

(قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر یہ کہ اس میں نماز کی ادائیگی کے لئے کوئی جگہ بنائی گئی ہو اور اس میں نجاست اور گندگی نہ ہو)(طحطاوی علی مراقی الفلاح:357، ردالمحتار:2/425)

۸۔قبرستان کے کسی حصہ کو کھلیان کے طور پر استعمال کرنا، یا قبرستان میں مویشیوں کا چرانا یا باندھنا؟

انسان کو اللہ تعالی نے محترم ومکرم بنایا ہے، جس طرح اس کی زندگی میں اس کی اہانت و بے حرمتی جائز نہیں ویسا ہی مرنے اور مدفون ہونے کے بعد بھی اس کی بے حرمتی جائز نہیں، لہذا قبرستان میں مویشی باندھنا، چرانا، کھیل کود کا میدان بنانا، شادی بیاہ کے پروگرام رکھنا اس کو کھلیان کے طور پر استعمال کرنا وغیرہ مدفون مردوں کی اہانت کے مرادف ہے، گناہ کا باعث ہے اس سے پرہیز کیا جائے گا، نیز قبرستان عموماً دفن موتی کے لئے وقف ہوتے ہیں، لہذا منشاء

واقف کے علاوہ کسی کام میں اس کا استعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔

اور اگر قبرستان کسی کی ذاتی یا عوامی ملکیت ہے اور قبرستان کی زمین میں کچھ حصے ایسے ہیں کہ وہاں تدفین نہیں ہوئی ہے یا اس میں اب تدفین نہیں ہوتی اور پہلے کی قبریں بہت قدیم اور بوسیدہ ہو چکی ہیں تو جن کی ملکیت ہے وہ یا ان کی اجازت سے دوسرے لوگ اس حصہ کو کھلیان وغیرہ کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں ،" المالک ھو المتصرف فی الاعیان المملوکۃ علی أی وجہ کان (مفردات القرآن للراغب) کیف شاء" (بیضاوی) [مالک وہ ہے جو اعیان مملوکہ میں جیسے چاہے تصرف کرے]۔

''قبرستان اوراوقاف کے چند اہم مسائل''

محمد ممتاز خان ندوی

مدرسہ ضیاء العلوم، میدان پور، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یو۔پی)

زیر نظر مقالہ میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کی جانب سے قبرستان سے متعلق چند مسائل کا اپنی علمی بساط کے مطابق قرآن وحدیث، فقہی عبارتوں اور مفتیان کرام کے فتاوی کی روشنی میں جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے ،اللہ تعالیٰ اس حقیر علمی کاوش کو قبول فرمائے، اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین۔

سوال۔(۱)۔اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں، جو تقریباً دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دے دی جائے اور اس پر دکانیں بنائی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں، اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے، کیا شرعی نقطۂ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

قبرستان کی دو قسمیں ہیں

(۱)۔ذاتی قبرستان

(۲)۔وقف قبرستان

ذاتی قبرستان:

اگر قبرستان کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے، جیسے کہ اکثر مقامات میں لوگ اپنی ذاتی ملکیت میں اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں، اور وہ اراضی اپنی ملکیت سے خارج نہیں کرتے ہیں، اور نہ دوسروں کو دفن کرنے کہ عام اجازت ہوتی ہے، ایسے قبرستان میں خود مالک اراضی اور اس کی اجازت سے لوگ ایسے قبرستان میں پلر دے کر اوپر چھت ڈال کر قبرستان کے مفاد کے لئے دکانیں وغیرہ بنا سکتے ہیں، اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہے ،جبکہ قبروں کا احترام ہو اور مردوں کی کسی قسم کی کوئی توہین نہ ہو رہی ہو، بصورت دیگر ایسے قبرستان میں بھی پلر دے کر اوپر چھت ڈال کر دکانیں بنانا راقم کے نزدیک جائز نہیں ہوگا۔

مشہور حنفی فقیہ علامہ زیلعیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ.''(۱)

(اور اگر میت بوسیدہ ہوجائے، اور مٹی ہوجائے، تو اس کی قبر پر کھیتی کرنا اور تعمیر کرنا جائز ہوگا)

بیضاوی میں ہے:

"المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف یشاء" (۱)

(مالک مملوکہ چیزوں میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے)

شرح المجلہ میں ہے:

"کل یتصرف فی ملکه کیف یشاء" (۲)

(ہر ایک اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے)

نیز اس کی تائید بنوری ٹاؤن کراچی کے فتوی سے بھی ہوتی ہے، استفادہ کی غرض سے استفتاء وفتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

سوال: میرے باپ دادا کا قبرستان سڑک کے کنارے ہے، جو رقبے میں دس مرلے کے برابر ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس قبرستان کے اوپر لنٹر ڈال کر اس کے اوپر کوئی دینی مدرسہ یا مکتب بنالوں، جہاں پر کتابوں اور قرآن کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ ہوجائے، یہ کام کرنا دین کی نظر میں کیسا ہے؟

جواب: اگر قبرستان وقف ہے، تو اس میں چھت ڈال کر مدرسہ بنانا جائز نہیں ہے، اگر قبرستان وقف شدہ نہیں ہے، بلکہ مملوکہ زمین ہے، تو اجازت ہے (۳)

(۲)۔ وقف قبرستان

اگر قبرستان وقف شدہ ہے، جس میں کہ عام میت کی تدفین کی اجازت ہوتی ہے، جیسا کہ عموماً قبرستان ہوتے ہیں، اگر قبرستان میں تدفین کا عمل جاری ہے، تو پھر ایسی صورت میں راقم کے نزدیک قبرستان میں پلر دے کر اوپر چھت ڈال کر دکانیں بنانا راقم کے نزدیک جائز نہیں ہوگا، کیونکہ شئ موقوف جس مقصد کے لئے وقف کی گئی ہو، اس کا استعمال اسی مقصد کے لئے ہونا چاہئے، اور پھر یہ کہ حدیث میں پکی قبر بنانے سے منع کیا گیا ہے، صورت مسئولہ میں پکی قبروں سے مشابہت لازم آرہی ہے، اس پہلو سے بھی جائز نہیں ہونا چاہئے۔

مسلم شریف کی روایت ہے:

"عَنْ جَابِرٍ ﷺ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَجْصِيْصِ الْقُبُوْرِ وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا وَأَنْ يُبْنٰى عَلَيْهَا" (۱)

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر لکھنے، اور ان پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے)

فقہ حنفی کی مشہور و معتمد علیہ کتاب ''درمختار'' میں ہے۔

''وصرحوا بإن مراعاة غرض الواقفين واجبة''(۲)

(اور فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ وقف کرنے والوں کے مقصد کی رعایت واجب ہے)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

''البقعة الموقوفة على جهة إذا بنى رجل فيها بناء ووقفها على تلك الجهة يجوز بلا خلاف تبعاً لها فإن وقفها على جهة أخرى اختلفوا في جوازه والأصح أنه لا يجوز كذا في الغياثة''(۳)

(وہ زمین جو کسی خاص مقصد کے لئے وقف کی گئی ہو، جب ایک شخص نے اس میں کوئی تعمیر کی، اور اس تعمیر کو اسی خاص مقصد کے لئے وقف کر دیا ہے، تو یہ اس کے تابع ہو کر بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے، اگر اس کو کسی دوسرے مقصد کے لئے وقف کیا، تو اس کے جواز میں اختلاف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، اسی طرح غیاثیہ میں ہے)

مشہور شامی عالم علامہ وہبہ زحیلیؒ اپنی مایہ ناز کتاب ''الفقہ الاسلامی وأدلتہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''إذا صح الوقف خرج عن ملك الواقف وصار حبيساً على حكم الله تعالىٰ ولم يدخل في ملك الموقوف عليه بدليل انتقاله عنه بشرط الواقف كسائر أملاكه''(۴)

اس کی تائید بنوری ٹاؤن کراچی کے فتوی سے بھی ہوتی ہے، استفادہ کی غرض سے استفتاء وفتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

سوال: ایک دینی ادارے والوں نے چندے کے پیسوں سے ایک زمین خریدی، پھر اس میں کچھ حصہ قبرستان کے لئے مختص کیا، جس میں ہر شخص کو مردے دفن کرنے کی اجازت نہیں، البتہ اس میں مزید مردے دفنانے کی گنجائش اب بھی ہے، اب ادارہ والے اس قبرستان کے کناروں پر پلر دے کر دوسری منزل میں شعبہ حفظ کے طلباء کی کلاس لگانا چاہتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب: ''مذکورہ زمین جب قبرستان کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے، اور اس جگہ پر میت دفنانے کی گنجائش اور ضرورت بھی موجود ہے، تو اس پر کسی قسم کی تعمیر کرنا اور مدرسہ بنانا جائز نہیں ہے، حفظ کی درس گاہ کے لئے کسی اور جگہ کا انتخاب کیا جائے''(۱)

جب قبرستان کے اوپر حفظ کی تعلیم نہیں ہو سکتی، تو پلر دے کر دکانیں بنانا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

رہا مسئلہ قبرستان کے اخراجات وغیرہ کا، تو اس کے لئے اہل خیر حضرات سے قبرستان کے لئے امداد کرنے کی درخواست کی جائے، اگر اس سے بھی کام نہ چلے، تو عمومی چندہ کیا جائے، جیسے کہ مسجدوں کے اخراجات اور تعمیر وغیرہ

کے لئے کیا جاتا ہے۔

خلاصۂ بحث:

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ اگر قبرستان ذاتی ہے، وقف شدہ نہیں ہے، تو ایسے ذاتی قبرستان میں پلر دے کر اوپر چھت ڈال کر قبرستان کے اخراجات کے لئے دکانیں بنائی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ پلر وغیرہ گاڑنے میں میت کی توہین نہ ہورہی ہو، اور اگر قبرستان وقف ہے، جس میں تدفین کی عمومی اجازت ہوتی ہے، تو ایسے قبرستان میں پلر دے کر اوپر چھت ڈال کر دکانیں بنانا جائز نہیں ہوگا، قبرستان کے اخراجات کے لئے اہل خیر حضرات سے امداد کی درخواست کی جائے، اگر اس سے بھی کام نہ چل رہا ہو، تو عمومی چندہ کیا جائے۔

سوال :۔(۲)۔اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں، تو بہت مہنگی جس کو خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے، ایسی صورت حال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ قبرستان میں پلر دے کر اوپر مضبوط چھت دے دی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے، جس کی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے، پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو، اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

عام حالات میں تو یہ شکل بہتر نہیں ہے، کیونکہ اس میں بہت ساری قباحتیں موجود ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱)۔چھت پر قبریں بنانے سے وہ مقاصد پورے نہیں ہوسکتے، جو زمین میں گڑھے کھودنے سے حاصل ہوتے ہیں، کیونکہ زمین اپنی طبعی ساخت کی وجہ سے مردے کا تعفن و بدبو جذب کرکے مٹی کا حصہ بنادیتی ہے، اسی طرح زمینی حشرات الأرض، سورج کی شعاعیں وغیرہ بھی اس کی معاونت کرتے ہیں، علاوہ ازیں مٹی میں دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت بھی ہے، چھت بنانے کی صورت میں یہ مقاصد پورے ہوتے، بلکہ اس سے مزید قباحتیں جنم لیں گی۔

مثلاً:

(۱)۔اگر چھت پر قبریں بنا کر تعفن وغیرہ کو دبانے کی کوشش کی جائے گی، تو پختہ قبریں بنانے کی ضرورت پیش آئے گی، جبکہ پختہ قبروں کی حرمت بالکل واضح ہے۔

(۲)۔اگر چھت پر منوں مٹی ڈالی جائے گی، تو اس کے لئے انتہائی مضبوط میٹریل استعمال کرنے کے لئے خاصی رقم لگے گی، جو ہر جگہ ممکن نہیں ہے۔

(۳)۔مٹی ڈال کر مردے دفنانے کی صورت میں ان کا تعفن اور بدبو کے بھبھوکے پیدا ہوں گے، اور اس

صورت میں زائرین وہاں داخل نہیں ہوسکیں گے، اگر اس تعفن کو دبانے کے لئے زہریلے کیمکل استعمال کئے جائیں گے، اور مردے کی ہڈیاں وغیرہ گلانے کی کوشش کی جائے گی، تو یہ بھی ممنوع ہے، مردے کے جسم، ہڈیاں وغیرہ کی تعظیم بہرحال ضروری ہے۔

(۳)۔ بارش وغیرہ کی صورت میں محدود مٹی پانی میں گھل جانے سے لاشوں کے اعضاء بکھر جائیں گے اور قبروں کی بے حرمتی ہوگی۔

(۳)۔ زلزلہ وغیرہ کی صورت میں ایسی عمارت کا گرنا خطرے سے خالی نہیں، جس کی وجہ سے لاشوں کی بے حرمتی ہوگی۔

(۴)۔ مذکورہ مسئلہ بہرصورت شک وشبہ سے بالانہیں، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ "دَعْ مَا یرِیْبُکَ إِلٰی مَا لاَ یرِیْبُک" (۱) (شک والی چیز کو چھوڑ وغیر شکوک کو اختیار کرو) "فَقَدْ اسْتَبْرأَ لِدِیْنِهٖ وَعِرْضِهٖ" (۲) (جو شبہات سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا) کی نبوی بشارت حاصل کی جائے۔

ایک طرف تو میت کو قبر میں دفنانے میں یہ قباحتیں موجود ہیں، اور دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ خصوصاً بڑے شہروں میں اموات کی کثرت کی وجہ سے خالی جگہ نہیں ملتی ہے، یا ملتی ہے تو بہت مہنگی ملتی ہے، جس کو خریدنا دشوار ہوتا ہے، ایسی دشواری کے وقت راقم کی رائے یہ ہے کہ قبرستان میں پلر دے کر اور چھت ڈال کر اور چھت کے اوپر مٹی ڈال کر میت کو دفنانے کی گنجائش ہونی چاہئے، بشرطیکہ میت کی بے حرمتی نہ ہو، اور تعفن وغیرہ نہ پھیلے، جس کی وجہ سے زائرین کو دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے، اس کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے، عام حالت میں ایک قبر میں ایک ہی میت کو دفن کیا جائے، ایک سے زیادہ نہیں، لیکن ضرورت کے پیش نظر ایک قبر میں ایک سے زیادہ میت کو دفن کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد میں سے دو، دو، تین تین کو ایک ہی قبر میں دفنانے کا حکم دیا۔ (۱)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"ولا یدفن اثنان أو ثلاثة فی قبر واحد إلا عند الحاجة فیوضع الرجل مما یلی القبلة ثم خلفه الغلام ثم خلفه الخنثیٰ ویجعل بین کل میتین حاجز من التراب کذا فی محیط السرخسی". (۲)

(ایک قبر میں دو یا تین میت کو بغیر ضرورت کے دفن کرنا جائز نہیں ہے، تو سب سے پہلے مرد کو قبلہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر لٹا دیا جائے، پھر اس کے بعد بچہ کو رکھا جائے گا، پھر اس کے بعد مخنث کو رکھا جائے گا، اور دو میت کے درمیان مٹی کی آڑ بنادی جائے گی، اسی طرح محیط السرخسی میں ہے)

جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے، لیکن اگر مسجد گنجان شہر میں ہو، مسجد کے باہر الگ سے نماز پڑھنے کی کوئی

جگہ نہ ہو،تو ایسی صورت میں جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی جاسکتی ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"ولا یکرہ بعذر المطر ونحوہ ھکذا فی الکافی"(۳)

(اور بارش وغیرہ کے عذر کی وجہ سے جنازہ کی نماز مسجد میں مکروہ نہیں ہے)

نیز اس کی تائید اصول فقہ کے اس مشہور قاعدے سے بھی ہوتی ہے:

"إذا ضاق الأمر اتسع.(۴)

(جب کسی معاملہ میں تنگی پیدا ہوجاتی ہے،تو اس میں کشادگی پیدا ہوجاتی ہے)

خلاصۂ بحث:

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ قبرستان میں پلر دے کر اور اوپر چھت ڈال کر میت کی تدفین میں بہت ساری قباحتیں موجود ہیں،لیکن ضرورت کے پیش نظر قبرستان کی چھت پر مٹی ڈال کر تدفین کی گنجائش راقم کے نزدیک ہوگی۔

سوال۔(۳)۔قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں،اور چھوٹے ہیں،تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمدورفت کی بھی ہوتی ہے،گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے،میت لے کر گذرنا دشوار ہوتا ہے،کمیٹی اس صورت حال کو دیکھ کر چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے،اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے،اور وہاں تدفین کا عمل ہو،کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جبکہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں،مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے،کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

اگر قبرستان گھنی آبادی کے بیچ میں آگیا ہے،تدفین کی دشواری کے ساتھ راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہو،فقہ اور مفتیان کرام کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے قبرستان کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے شہر کے باہر وسیع قبرستان کو خریدنا جائز نہیں ہوگا۔

فقہ حنفی کی معروف ومستند کتاب: درمختار میں ہے:

"لا یکون مملوکاً لصاحبہ ولا یملک أی لا یقبل التملیک بالبیع ونحوہ".(۱)

راقم کے نزدیک دشواری سے بچنے کے لئے یہ شکل ہوسکتی ہے کہ ایسے قبرستان کو قبرستان سے متصل جو آبادی ہے،وہاں کے لوگوں کے لئے وقف کردیا جائے،اور وہاں کے اہل خیر حضرات کو بطور چندہ ایک خاص رقم کی ادائیگی پر راضی کرلیا جائے،اور جب ایک خطیر رقم جمع ہوجائے،تو اس سے شہر کے باہر ایک وسیع قبرستان خرید لیا جائے،اس

طرح سے میت کو جو دور سے دفن کرنے کے لئے لایا جاتا ہے، راستے کی تنگی کی وجہ سے لوگوں کو آمد ورفت میں دشواری ہوتی ہے، ان کو راحت مل جائے گی۔

سوال۔(۴)۔بعض قبرستان کے کسی کنارے پر مسجد نہیں ہے، اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضو خانے اور استنجا خانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجا خانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں، جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصہ میں یہ بنیں گے، وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمد ورفت قریب میں بازار اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجا خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے، ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصہ میں استنجا خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

فقہی عبارتوں اور مفتیان کرام کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرروت کے پیش نظر جیسا کہ سوال میں ذکر ہے کہ استنجا خانے اور بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ہے، اور یہ واقفین کی منشاء کے خلاف ہے، فقہ حنفی کی معروف ومعتمد علیہ کتاب ردالمحتار میں ہے۔

"أن مراعاة غرض الواقفين واجبة" (۱)

(وقف کرنے والوں کے مقصد کی رعایت واجب ہے)

فتاوی دارالعلوم دیوبند کا فتوی بھی ملاحظہ فرمائیں، استفادہ کی غرض سے استفتاء وفتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

سوال: "کیا قبرستان کے تھوڑے سے حصے میں مسجد کے استعمال کے لئے بیت الخلاء (ٹوائلیٹ) اور استنجا خانہ بنایا جاسکتا ہے، مسجد کی جگہ کم ہے، اور روڈ کے اس طرف پار کر کے جانا پڑتا ہے"

جواب: "قبرستان موقوفہ میں مسجد کے نمازیوں کے استعمال کی خاطر بھی بیت الخلاء بنانا جائز نہیں، مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ"

راقم کی رائے:

اس بابت راقم کی رائے یہ ہے کہ استنجا خانہ بالخصوص بیت الخلاء نہ ہونے کی وجہ سے نمازیوں کو کتنی دشواری کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے، راقم کے نزدیک اھون البلیتین کے پیش نظر نمازیوں کی سہولت اور ان کو دشواری سے بچانے کے لئے قبرستان کے کسی حصہ میں استنجا خانے وغیرہ بنانے کی گنجائش ہونی چاہئے، اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

"المشقة تجلب التيسير" (۲) (مشقت آسانی پیدا کردیتی ہے)

سوال۔(۵)۔ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے

والوں کی سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو، اس صورت میں تعمیر مسجد کا کیا حکم ہوگا؟ یا دونوں صورتوں کا حکم یکساں ہوگا، اگر اراضی وسیع ہو، تو کیا وہاں استنجا خانہ اور بیت الخلاء بنا سکتے ہیں؟

اگر قبرستان بہت وسیع ہو، اور قبرستان کی زمین تدفین موتی کی ضروریات سے زائد ہو، اور وہاں مسجد بنانے کی سخت ضرورت ہو، تو ایسی صورت میں راقم کے نزدیک اس کے اس حصہ میں جو تدفین موتی کی ضروریات سے زائد ہے، مسجد بنائی جاسکتی ہے، عمدۃ القاری شرح البخاری میں ہے:

"قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم مسجداً لم أر بذلك بأساً" (۱)

(ابن القاسمؒ نے فرمایا: اگر مسلمانوں کا قبرستان ویران ہوجائے، اور لوگ اس میں مسجد تعمیر کرلیں، تو اس میں میں کوئی حرج نہیں سمجھتا ہوں)

اس کی تائید دار العلوم دیوبند کے فتوی سے بھی ہوتی ہے، استفادہ کی غرض سے استفتاء وفتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

سوال: سوال یہ ہے کہ ہمارے علاقہ میں قبیلے کی ایک مشترکہ زمین کو قبرستان کے لئے وقف کیا گیا ہے، جس میں ایک حصہ میں بعد میں مسجد تعمیر کی گئی ہے، مسجد تقریباً بیس سال سے آباد ہے، لیکن اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ زمین قبرستان کے لئے وقف تھی، لہذا یہاں نماز پڑھنا جائز نہیں، براہ کرم شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں:

جواب: "جو زمین جس مقصد کے لئے وقف کی گئی ہو، اس میں استعمال کیا جانا ضروری ہے، لیکن اگر کسی جگہ قبرستان کی زمین تدفین موتی کی ضروریات سے زائد ہو اور وہاں مسجد کی سخت ضرورت ہو، تو ایسے قبرستان میں مسجد کی تعمیر کی اجازت ہوجاتی ہے، جب مسجد تعمیر ہوگئی تو اس میں نماز ادا کرنا بلا کراہت درست ہے"

اور اگر قبرستان تنگ ہے، ایسے قبرستان میں مسجد بنادی جائے، تو آئندہ میت کے لئے جگہ میں تنگی پیدا ہوسکتی ہے، تو ایسی صورت میں راقم کے نزدیک ایسے قبرستان میں سخت ضرورت کے باوجود بھی مسجد بنانا جائز نہیں ہوگا، بلکہ مسجد کے لئے قبرستان سے متصل زمین خرید کر مسجد تعمیر کی جائے، ردالمحتار میں ہے:

"شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به" (۲)

(واقف کی شرط مفہوم اور دلالت اور اس پر عمل کے وجوب کے طور پر شارع کی نص کی طرح ہے)

اگر قبرستان کسی کی ذاتی ملکیت ہے، تو قبرستان خواہ وسیع ہو یا تنگ، وہ خود یا دوسرے اس کی اجازت لے کر اس میں مسجد تعمیر کرسکتے ہیں، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

درمختار میں ہے:

"ویخبر المالک بین اخراجه ومساواته بالأرض کما جاز زرعه والبناء علیه إذا بلی وصار تراباً"(۳)

شرح المجلہ میں ہے:

"کل یتصرف فی ملکه کیف شاء"(۱)

(ہر شخص اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے)

قبرستان میں استنجا خانہ اور بیت الخلا بنانا:

قبرستان خواہ وسیع ہو، جو تدفین موتی سے زائد ہو، یا تنگ ہو، کسی حال میں راقم کے نزدیک استنجا خانہ اور بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ہے،

اس کی تائید ردالمحتار کی عبارت سے بھی ہوتی ہے:

"مراعاة غرض الواقفین واجبة"(۲)

(وقف کرنے والوں کے مقصد کی رعایت واجب ہے)

اس کی تائید فتاوی دارالعلوم دیوبند کے فتوی سے بھی ہوتی ہے، استفادہ کی غرض سے استفتاء اور فتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

سوال: کیا قبرستان کے تھوڑے حصہ میں مسجد کے استعمال کے لئے بیت الخلاء (ٹوائلیٹ) اور استنجاء خانہ بنایا جاسکتا ہے، مسجد کی جگہ تنگ ہے، ٹوائلیٹ کے لئے روڈ کے اس طرف پار کر کے جانا پڑتا ہے''

''قبرستان موقوفہ میں مسجد کے نمازیوں کے استعمال کی خاطر بھی بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ہے''(۳)

استنجاء خانہ اور بیت الخلاء کے لئے قبرستان کے متولی کو چاہئے کہ قبرستان سے متصل چندہ کر کے تھوڑی زمین خرید کر وہاں استنجا خانہ اور بیت الخلاء بنائیں۔

سوال۔(۶)۔ ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں، جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں، لیکن بد قسمتی سے ان کی طرف نظر بد لگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں، اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہورہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کردئے جائیں، تو شرعاً اس کی گنجائش ہوگی، اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں، اور فتوی بھی آئے ہیں، لیکن ان دنوں مسلمانوں اور ان کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے، کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشا واقف کے خلاف تصور تو نہیں کیا جائے گا اگر ادارہ قائم کردینے سے اراضی کا تحفظ ہو تو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کر

دیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہوتو کیا یہ صورت شرعاً درست ہوگی؟

اگر قبرستان وسیع ہے، ویران نہیں ہے، بلکہ تدفین کا عمل جاری ہے، تو اس میں قبرستان کی حفاظت کے لئے ادارہ کا قیام جائز نہیں ہوگا، خواہ ادارہ کا کرایہ قبرستان کے فنڈ میں جمع ہو، کیونکہ شئ موقوف جس مقصد کیلئے وقف کی گئی ہو، اسی مقصد میں استعمال ہونی چاہئے، فقہ کی کتابوں اور مفتیان کرام کے فتاوی سے یہی معلوم ہوتا ہے، ردالمحتار میں ہے:

"شرط الواقف کنص الشارع أی فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به" (۱)

(واقف کی شرط مفہوم اور دلالت اور اس پر عمل کے وجوب کے لحاظ سے شارع کی نص کی طرح ہے)

اس کی تائید فتاوی ہندیہ کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے:

"ولا یجوز تغییر الوقف عن هیئته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماماً ولا الرباط دکاناً إلا إذا جعل الواقف إلی الناظر مایری فیه مصلحة الوقف کذا فی السراج الوهاج" (۲)

(وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں، لہذا گھر کا باغ بنانا اور سرائے کا حمام بنانا، اور رباط کا دکان بنانا جائز نہیں، ہاں جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو کہ وہ ہر وہ کام کرسکتا ہے، جس میں وقف کی مصلحت ہو تو جائز ہے، اسی طرح السراج الوھاج میں ہے)

راقم کی رائے:

راقم کی رائے یہ ہے کہ ایسا قبرستان جو ویران نہیں ہوا، بلکہ تدفین کا عمل جاری ہے، اگر قبرستان میں قبضے کا یقین ہے، تو "أهون البلیتین" کے تحت راقم کے نزدیک کوئی ادارہ وغیرہ قائم کیا جاسکتا ہے، غیروں کے قبضے میں جائے، اس سے بہتر ہے کہ اس میں ادارہ وغیرہ قائم کرلیا جائے، تاکہ اس کے ذریعہ سے قبرستان کی حفاظت ہوسکے۔

قبرستان ویران ہوگیا ہو:

اگر قبرستان ویران ہوگیا ہو، اور تدفین کا عمل بھی بند ہوگیا ہو، غیروں کا قبضہ کرنے کا قوی اندیشہ ہے، تو ایسی صورت میں راقم کے نزدیک قبرستان کی حفاظت کے لئے کوئی ادارہ وغیرہ قائم کیا جاسکتا ہے، تاکہ قبرستان غیروں کے قبضے میں جانے سے بچ جائے۔

عمدۃ القاری شرح البخاری میں ہے:

"لو أن مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم فیها مسجداً لم أر بأساً لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمین لدفن موتاهم لا یجوز لأحد أن یملکها فإذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها إلی المسجد. لأن المسجد أیضاً وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکه لأحد فمعناهما واحد". (۱)

اس کی تائید دارالعلوم دیوبند کے فتوی سے بھی ہوتی ہے، استفتاء طویل ہونے کے باعث استفتاء ذکر نہیں کیا

جارہا ہے،فتوی ملاحظہ فرمائیں:

جواب:''اگر وہ قبرستان مملوکہ ہے، وقف نہیں ہے،تو وارثین کی اجازت کے بغیر اس میں مدرسہ والے کوئی تصرف نہیں کر سکتے ،اور اگر موقوفہ ہے،اور اس میں تدفین کا عمل بھی نہیں ہو رہا ہے، ویران پڑا رہتا ہے،اور اس پر غیروں کے قبضے کر لینے کا قوی اندیشہ ہے،تو بستی والے ارباب وحل عقد سے مشورہ کے بعد مدرسہ کی توسیع کے لئے لے سکتے ہیں''(۲)

قبرستان ذاتی ہو:

اگر قبرستان مملوکہ ہے،یعنی کسی کی ذاتی ملکیت ہے،تو خود وہ یا اس کی اجازت سے دوسرے لوگ خواہ قبرستان وسیع ہو یا تنگ ،غیروں کے قبضے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو، بہر صورت اس میں ادارہ وغیرہ قائم کرنے کی اجازت ہے، بشرطیکہ اموات کی توہین لازم نہ آرہی ہو،میت کا پورا احترام ملحوظ رکھا جائے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

''میت دفن أرض انسان بغیر إذن مالکها ، کان المالک بالخیار إن شاء رضی بذلک وإن شاء أمر بإخراج المیت وإن شاء سوی الأرض وزرع فیها''(۳)

(کسی میت کو کسی انسان کی زمین میں اس کی مالک کی اجازت کے بغیر دفن کر دیا، مالک زمین کو اختیار ہوگا، اس پر راضی ہو جائے ،اور چاہے تو میت کے نکالنے کا حکم دے،اور اگر چاہے تو زمین کو برابر کرے،اور اس میں کھیتی کرے)

سوال۔(۷)۔ ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں، جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں،اور نہ جنازہ گاہیں ہیں،کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے، جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے،ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے ،اور وہیں نماز جنازہ ہو،کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے ،تو اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ ہوگا؟

فقہ اور مفتیان کرام کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے بھی قبرستان میں جنازہ گاہ بنانا جائز نہیں ہے،فقہ حنفی کی معروف ومشہور کتاب: درمختار میں ہے:

''قد تقرر عند الفقهاء أن مراعاة غرض الواقفین واجبة''(۱)

(یہ بات تمام فقہاء کے یہاں طے شدہ ہے کہ واقفین کے مقصد کی رعایت واجب ہے)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

''البقعة الموقوفة علی جهة إذا بنی رجل فیها بناء وقفها علی تلک الجهة یجوز بلا خلاف تبعاً لها فإن وقفها علی جهة أخری اختلفوا فی جوازه والأصح أنه لا یجوز کذا فی الغیاثة''(۲)

(وہ زمین جو کسی خاص مقصد کے لئے وقف کی گئی ہو، جب ایک شخص نے اس میں کوئی تعمیر کی، اور اس تعمیر کو اسی خاص مقصد کے لئے وقف کر دیا ہے، تو یہ اس کے تابع ہو کر بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے، اگر اس کو کسی دوسرے مقصد کے لئے وقف کیا، تو اس کے جواز میں اختلاف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ یہ جائز ہے، اسی طرح غیاثیہ میں ہے)

اس کی تائید فتاوی دار العلوم دیوبند کے فتوی سے بھی ہوتی ہے:

''موقوفہ قبرستان تدفین اموات کے لئے وقف ہوتا ہے، اس کے کسی حصہ کو جنازہ گاہ بنانا درست نہیں، اگر چہ چھت ڈال کر ہو، لہذا ذمہ داران کو چاہئے کہ قبرستان کے کسی حصہ کو چھت ڈال کر بھی جنازہ گاہ نہ بنائیں''(۳)

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنانا جائز نہیں ہے۔

راقم کی رائے:

راقم کی رائے یہ ہے کہ اگر مسجد کے باہر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، اور جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد بھی ناکافی ہے، اگر روڈ پر پڑھی جائے گی، تو گذرنے والوں کو یہ چیز باعث تکلیف ہوگی، بالخصوص اتر پردیش میں بڑے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، ایسی صورت میں راقم کی رائے یہ ہے کہ اگر قبرستان وسیع ہے، تو قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جاسکتی ہے، تاکہ لوگ دشواری سے بچ جائیں، اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

{وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ}(۱)

(اللہ تعالیٰ نے دین کے سلسلہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے)

لسان نبوت نے فرمایا:

''إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ''(۲)

(بے شک دین آسان ہے)

سوال۔(۸)۔بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل وبھینس وغیرہ قبرستان میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستان کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں، کیا اس کی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں

جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیئے جاتے ہیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

فقہ کی کتابوں اور مفتیان کرام کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان میں کھلیان بنانا واقف کی منشا کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اور رہا مسئلہ جانوروں کا قبرستان میں باندھنا، یہ تو بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ جانور کے باندھنے کی وجہ سے قبرستان میں گندگی ہوگی، اور جانور قبروں پر پیشاب اور پاخانہ کریں گے، جس کی وجہ سے میت کی بے حرمتی لازم آئے گی۔

ردالمحتار میں ہے:

"قدتقرر عند الفقهاء أن مراعاة غرض الواقفين واجبة" (۳)

(یہ بات تمام فقہاء کے یہاں طے شدہ ہے کہ واقفین کے مقصد کی رعایت واجب ہے)

قبرستان میں جانور کا چرانا جائز نہیں ہے، تو اس میں باندھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، فقہ حنفی کی معروف کتاب البحر الرائق میں ہے:

"ولا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الداثرة فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها" (۱)

(گاؤں والوں کے لئے قبرستان سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، اگر اس میں گھاس ہو تو اس کو کاٹ کر جانوروں کو دیا جاسکتا ہے، لیکن جانوروں کو اس میں چرایا نہیں جاسکتا ہے)

کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعہ میں ہے:

"ويكره القعود والنوم على القبر ويحرم البول والغائط ونحوهما" (۲)

(قبر پر بیٹھنا اور سونا مکروہ ہے، اور قبر پر پیشاب، پاخانہ وغیرہ کرنا حرام ہے)

ردالمحتار میں فتح القدیر کے حوالہ سے ہے:

"ويكره على القبر الجلوس والوطؤه" (۳)

(قبر پر بیٹھنا اور اس کو روندنا مکروہ ہے)

ایک طرف تو یہ ہدایات ہیں، دوسری طرف سیلاب زدہ علاقہ میں سوائے قبرستان کے کوئی دوسری جگہ میسر نہیں جہاں جانوروں کو باندھا جاسکے، تو ایسی دشواری کے وقت راقم کے نزدیک اگر قبرستان وسیع ہے، تو اس کے ایسے حصہ میں جہاں ابھی قبریں نہیں بنی ہوئی ہیں، جگہ خالی ہے، ایسی جگہ میں سیلاب کے زمانہ میں جانوروں کو باندھنے کی راقم کے نزدیک گنجائش ہے، کیونکہ حدیثوں میں جانوروں پر رحم اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید کی گئی ہے، سنن

ابی داؤد کی روایات ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَعْفَرٍ ﷺ قَالَ :فَدَخَلَ حَائِطاً لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا جَمَلٌ، فَلَمَّا رَأَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِنِیْنَ وَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ فَأَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ ذُفْرَاہُ فَسَکَتَ فَقَالَ :مَنْ رَبُّ ھٰذَا الْجَمَلِ ؟لِمَنْ ھٰذَا الْجَمَلِ ؟فَجَاءَ فَتیً مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ لِیْ :رَأَیْ رسول اللہ !فَقَالَ :أَفَلَا تَتَّقِیْ اللّٰہَ فِی الْبَھِیْمَۃِ الَّتِیْ مَلَّکَ اللّٰہُ اِیَّاھَا فَإِنَّہُ شَکَا إِلَیَّ أَنَّکَ تُجِیْعُہُ وَتُدْئِبُہُ" (۴)

(حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے باغ میں داخل ہوئے، تو وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو وہ رو پڑا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر پر دست شفقت پھیرا، تو وہ خاموش ہو گیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ کس کا اونٹ ہے؟ انصار کا ایک نوجوان حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول: یہ میرا اونٹ یہ میرا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم بے زبان جانور کے معاملے میں اللہ سے نہیں ڈرتے، جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنایا ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو، اور اس سے بہت زیادہ کام لیتے ہو)

جہاں تک قبرستان کو کھلیان بنانے کی بات ہے، خواہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہو، راقم کے نزدیک چونکہ یہ منشاء واقف کے خلاف ہے، لہذا یہ جائز نہیں ہے، پرتی وغیرہ کی جو زمینیں ہوتی ہیں، جو کسی کی ملکیت نہیں ہوتی ہیں، ان کو کھلیان بنایا جائے۔

قبرستان سے متعلق چند جدید مسائل

محمد قمر الزماں ندوی
مدرسہ نور الاسلام موئی کلاں کنڈہ

تمہید

فقہ اسلامی کا یہ امتیاز ہے کہ اس میں اس زمانے کی بیشتر ضروریات کا حل موجود ہے، قرآن وسنت میں تمام مسائل کے بنیادی اصول مقرر ہیں جس کی روشنی میں مسائل واحکام کا حل معلوم کیا جاسکتا ہے۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جدید تمدن اور صنعتی انقلاب نے اس زمانے میں نت نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں، معاملات، معاشیات اور جدید طرز زندگی کے سلسلے میں ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں جو حل طلب ہیں اور علماء امت اور ارباب افتا کو دعوت فکر دے رہے کہ وہ فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کا حل پیش کریں۔

الحمد للہ عہد صحابہ سے آج تک وقت کے بالغ نظر اور معاملہ فہم علماء اس فریضہ کو انفرادی اور اجتماعی طور پر انجام دیتے رہے ہیں، ہندوستان میں تین دھائی سے زیادہ وقت سے اسلامک فقہ اکیڈمی بھی اس خدمت میں مثالی کارنامہ انجام دے رہا ہے۔

سال رواں بھی جدید مسائل پر سوال نامہ تیار کر کے علماء اور ارباب افتاء کی خدمت میں بھیجا گیا ہے، ان میں سے ایک موضوع قبرستان سے متعلق چند جدید مسائل بھی ہیں، راقم الحروف نے بھی اس موقع پر لکھا ہے، ذیل میں وہی تحریر پیش خدمت ہے، طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے موضوع کا کما حقہ حق ادا نہ کر سکنے کا احساس ہے، م ق ن

قبرستان سے متعلق چند جدید مسائل

قبرستان پر دکانیں بنانا

سوال (۱)۔ اگر قبرستان میں پلر دے دئے جائیں جو دس پندہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دے دی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں تا کہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور قبرستان کو آمدنی ملتی رہی، تو کیا شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟

اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی کتاب وسنت کی روشنی میں نیز فقہاء کی تصریحات کی

روشنی میں اس کا درست حکم تحریر فرمائیں؟۔

جواب۔(۱) ضرورت کے پیش نظر اور جب کہ مقصد اصلی قبرستان کی زمین کی حفاظت ہو آباد قبرستان کے کنارے جانب میں پلر ڈال کر دکان وغیرہ بنانا جائز ہے۔

اگر چہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی چونائی کرنے، اس پر مکان تعمیر کرنے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ان یجصص القبر و ان یقعد علیہ و ان یبنی علیہ.

لیکن علماء حدیث اور ارباب افتاء نے یہ صراحت کی ہے کہ صاحب قبر کے لیے قبر پر تعمیر کے ساتھ یہ حدیث مووّل ہے، اس لیے قبرستان پر تعمیر سے اگر صاحب قبر کے بجائے قبرستان کی ضروریات وابستہ ہوں تو اس صورت میں ممانعت کا حکم نہیں ہوگا۔

صورت مسئولہ میں بے ادبی اس لئے بھی نہیں ہوگی کہ جب قبروں سے اونچائی پر چھت ہوگی اور اس چھت پر بیٹھنا اٹھنا ہوگا، تو اس صورت میں بظاہر بے ادبی نہیں ہوگی۔

علماء فقہ اور ارباب افتاء کی تحقیق اور فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کے اوپر قبرستان کے فائدہ کے لیے دوکانیں بنادی جائیں اور انہیں کرایہ پر دے دیا جائے تو جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قبر کے بجائے مطلق قبرستان کی ضرورت وانتظام کی پیش نظر قبرستان کے کنارے بوقت ضرورت قبرستان کی حفاظت اور اس کے فائدے کے پیش نظر پلر ڈال کر دکان وغیرہ بنانا جائز ہے، البتہ پلر وغیرہ اور دوکان کی تعمیر ایسی ہو کہ قبرستان کا زیادہ حصہ آسمان کی جانب کھلا ہوتا کہ بارش وغیرہ کا پانی وہاں جمع ہو کر نعشوں کو قدرتی طریقے سے فنا کرنے کا نظام قائم رہ سکے۔

اور چونکہ اس صورت میں قبروں کی اونچائی پر چھت ہوگی تو چھت پر بیٹھنے اٹھنے سے قبرستان کی بے ادبی نہیں ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب۔

قبرستان کو دومنزلہ بنانا کیسا ہے؟

سوال نمبر ۲۔

سوال: اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بعض اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموما شہر میں خالی آراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے، ایسی صورت حال

میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ قبرستان میں پلر دے کر اور مضبوط چھت دی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے جس کی حیثیت قبرستان کی ہو، پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو، اس بارے میں شرعی نقطۂ نظر کیا ہے؟

جواب: صورت مسئلہ میں اگر اس طرح کر کے مردوں کی تدفین کا عمل ہو تو مجبوری میں اس صورت کو اختیار کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ بہتر نہیں ہے، بلکہ بہتر اور درست حل یہ ہے کہ قبرستان میں پلرس قائم کر کے چھت پر دوسرا قبرستان بنانے کے بجائے زمین ہی میں ایک ترتیب کے ساتھ میتوں کو دفن کیا جائے، اور جب میت زیادہ ہوجائیں اور زمین کم پڑنے لگے تو مجبوری میں ایک قبر میں متعدد میتیں بھی دفن کی جاسکتی ہیں، ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مٹی ڈال کر قبرستان کو اونچا کرلیا جائے تاکہ **منها خلقنا کم و فیها نعید کم و منها نخرجکم** پر عمل رہے اور تدفین فی الارض کا معنی اور مفہوم باقی اور قائم رہے۔

پلر پر چھت ڈال کر اسے قبرستان بنانے میں کئی طرح کے نقصانات ہیں، پہلے تو پلر پر چھت ڈال کر قبرستان بنانے سے تدفین فی الارض کا معنی اور مفہوم نہیں پایا جائے گا، جس کا حکم قرآن وسنت میں دیا گیا ہے۔

منها خلقنا کم و فیها نعید کم و منا نخرجکم تارۃ اخری. (سورہ طہ) ترمذی شریف کی حدیث ہے:

عن هشام بن عامر رضی اللہ عنہ قال: جاءت الانصار الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوم احد، فقالوا: اصابنا قرح و جهد فکیف تأمرنا؟ قال: احضروا، واأوسعوا، واجعلوا الرجلین والثلاثة فی القبر، قیل: فأیهم یقدم؟ قال اکثرهم قرآنا، قال أصیب أبی یومئذ عامر، بین اثنین، او قال واحد۔ (ترمذی رقم الحدیث ۱۷۱۳)

آیت قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ میت کی تدفین میں میں اصل یہ ہے کہ تدفین فی الارض کا مفہوم اور معنی باقی رہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت بہتر نہیں ہے۔

پھر یہ بات یاد رہے کہ پلر ڈال کر دومنزلہ یا سہ منزلہ قبرستان بنانے میں زمین کے مساوی ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ اخراجات آسکتے ہیں، اور پھر یہ خطرہ بھی رہے گا کہ کہیں پلر آندھی طوفان اور زلزلہ میں کریک نہ ہوجائے۔

اس لئے فقہاء نے ایسے علاقہ میں جہاں قبرستانوں کی تنگی ہو، بلکہ عام قبرستانوں میں بھی تدفین کی یہ صورت بتائی ہے کہ ایک سرے سے میتوں کی تدفین کرے اور اخیر قبرستان تک یہ سلسلہ جاری رہے آخر تک پہونچنے کے بعد پھر سے ابتدائی جگہ سے تدفین کا سلسلہ شروع کرے، اگر دوبارہ میتوں کی تدفین کی کھدائی میں اگر میتوں کی تدفین کے وقت باقیات نکلیں تو اسی قبر میں کنارے دبا دیا جائے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

عن کثیر بن زید المدنی عن المطلب، قال: لما مات عثمان بن مظعون، اخرج بجنازته فدفن، امر

النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یاتیہ بحجر، وقال أتعلم بھا قبر اخی وادفن الیہ من مات ھن اھلی۔ابو داؤد (رقم الحدیث 3260)

قبرستان کا تبادلہ

سوال نمبر ۳۔قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمدورفت کی بھی ہوتی ہے، چھوٹی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہوجاتا ہے، کمیٹی اس صورت حال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع آراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جب کہ لوگ اس قبرستان کی آراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لیے تیار ہوں، مختلف مقاصد کے لیے، جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لیے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لیے تیار ہوتی ہے تو کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

جواب ۔ ۳۔مفتی بہ اور درست وصحیح مسئلہ یہ ہے کہ عام حالات میں وقف کا استبدال یا خرید وفروخت جائز نہیں ہے البتہ بعض مخصوص صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، جس کی تفصیل ہم آگے ذکر کریں گے۔

بعض مخصوص حالات میں جب مکمل طور پر اطمینان ہو کہ زمین کے بدلے میں مناسب وبہتر زمین یقینی طور پر حاصل ہوگی تو اصحاب حل وعقد اصحاب رائے اور قانونی ماہرین کی رہنمائی ومشورہ سے قبرستان کی آراضی کو بدلنا جائز ہے۔

بعض مخصوص صورتوں میں جن میں قبرستان کی آراضی کو بدلنا جائز ہوجاتا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔پہلی صورت اور شکل یہ ہے کہ خود واقف نے یہ شرط لگادی ہو کہ وقت ضرورت اس کا استبدال کیا جاسکتا ہے، اس صورت میں تبادلہ اور بدلین درست ہے، یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ استبدال سے مراد شراء بھی ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

وظاھرہ انہ لا فرق بین ذکر بلفظ الاستبدال او البیع۔

۲۔دوسری شکل اور صورت استبدال کی یہ ہے کہ واقف نے کوئی شرط نہیں لگائی، لیکن موقوفہ نے زمین کلی طور پر قابل انتفاع نہیں رہی، اس سے کچھ بھی آمدنی نہیں ہو پارہی ہے، اس کے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں تو ایسی صورت میں اس سے بہتر زمین حاصل کرنے کے لیے قاضی کی اجازت سے واقف کے لئے جائز ہے کہ اس کو فروخت کردے اور دوسری زمین حاصل کرلے۔

۳۔تیسری شکل استبدال کی یہ ہے کہ واقف نے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو، لیکن تبادلہ کرلینے میں نسبتاً نفع

زیادہ ہواور بدل زیادہ بہتر ہو، اس شکل میں علماء کا اختلاف ہے، علامہ شامیؒ کہتے ہیں قول مختار کے مطابق زیادہ نفع کی امید میں استبدال جائز نہیں۔

علامہ شامیؒ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس تیسری صورت میں زمین کے سلسلے میں اختلاف ہے، مکان موقوفہ کے عدم جواز میں اختلاف نہیں ہے، کیونکہ مکان سے اگرچہ کوئی پیداوار نہ ہو، پھر بھی وہ رہائش وغیرہ کے کام آتا ہے، اس لئے مکان وغیرہ کا استبدال بیع جائز نہیں ہے، اس کے برعکس اگر زمین میں پیداوار نہ ہوتو اس کی افادیت ختم ہوجاتی ہے، اس لئے کرایہ دار اور بائع ملنا مشکل ہوجاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ زمین کے سلسلے میں کچھ استبدال وبیع کے جواز کے قائل ہیں اور کچھ علماء اس کے عدم جواز کے قائل ہیں، قول مختار عدم جواز کا ہی ہے۔

درمختار کے ساتھ ردالمحتار کی عبارت اس سلسلے میں ملاحظہ کریں۔

"فی الدر المختار: واجاز شرط الاستبدال به ارضا اخریٰ حینئذ۔ وفی رد المحتار والثالث ان لا یشرطه ایضا ولکن نفع فی الحملة وبدله خیر منه ریعا ونفعا، وهذا لا یجوز استبداله مع الاصح المختار" وافاد صاحب البحر فی رسالتة فی الاستبدال ان الخلاف فی الثالث، انما هو فی الارض اذاضعف عن الاستغلال، بخلاف الدار بغراب بعضها وله تذهب اصلا فانه لا یجوز حینئذ الاستبدال علی کل الاقوال. قال لا یمکن قیاسها علی الارض فان الارض اذا ضعف لا یرغب غالبا فی استیجارها بل فی شرائها، اما الدار فیرغب فی استئجارها مدة طویلة لأجل تعمیرها للسکنیٰ.

(ردالمحتار مع الدر المختار ج ۶ ص ۵۸۳)

بوقف ضرورت اوقافی زمین کی بیع واستبدال کی مذکورہ بالا تین صورتوں کے احکام واقف کے لئے تھے، لیکن واقف کے بجائے قاضی کو بھی استبدال وبیع کا اختیار چار صورتوں میں ہوتا ہے، اس کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں موجود ہے، تفصیل وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔

الغرض قبرستان کی زمین وقف شدہ زمین ہوتی ہے یعنی اسے خاص مقصد مثلاً مردوں کی تدفین کے لئے وقف کیا گیا ہوتا ہے، شریعت کے مطابق وقف کی زمین کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنا یا دوسری زمین سے بدلنا عام حالت میں جائز نہیں ہوتا، کیونکہ وقف ایک دائمی صدقہ ہے۔ البتہ چند مخصوص شرائط کے تحت تبدیلی کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

مثلاً اگر قبرستان کی جگہ اب استعمال کے قابل نہ ہو وہاں پانی جمع ہوگیا ہو اور اب وہاں تدفین ممکن نہ ہو اور بھی شکلیں ہیں جن کی تفصیل اوپر آچکی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قبرستان میں وضوخانہ کی تعمیر

سوال نمبر ۴۔بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجا خانے نہیں ہوتے ہیں کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجا خانے بالخصوص بہت الخلا بنائے جاسکتے ہیں جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمد ورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجا خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجا خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں۔

جواب۔عمومی صورت میں یا عام حالت میں قبرستان کے کسی حصے میں جہاں مردے دفن کئے جاچکے ہوں اور جہاں یقین ہو کہ مردے کے باقیات ہوں گے، وہاں وضوخانے اور بہت الخلاء تعمیر کانا درست نہیں ہے، کیونکہ واقف نے یہ زمین تدفین کے لئے وقف کیا ہے۔

لیکن مجبوری اور اضطرار کی حالت میں جس کا ذکر سوال میں خود موجود ہے، قبرستان کے اس حصے کو جس میں میتوں کے دفنانے کا یقین ہو، اس حصے کو بھی مسجد وقبرستان کی مذکورہ ضروریات (طہارت خانہ وضوخانہ وغیرہ) میں استعمال سے کوئی قابل ذکر نقصان نہ ہوتو جائز ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین" (فتاویٰ ھندیہ، کتاب الصلاۃ باب الجنائز فصل سادس ج، ۱، ص ۱۶۷، دار الفکر)

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے:

"فان قلت ھل یجوز أن تبنی علی قبور المسلمین ؟ قلت : قال ابن القاسم : لو ان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیھا مسجد لم ار بذلک بأسا ، وذلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاھم لا یجوز لاحد ان یملکھا فاذا درست واستغنی عن الدفن فیھا جاز صرفھا الی المسجد، لان المسجد ایضا وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملکہ لاحد، فھنا ھا علی ھذا واحد" (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب نعش اقبور المشرکین الخ ج ۴/ص ۱۷۹)

شرط الواقف کنص الشارع ای فی وجوب العمل بہ وفی المفھوم والدلالۃ الاشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۲/ ۱۰۶ کتاب الوقف) وما فضل من ربح الوقف واستغنیٰ عنہ فانہ یصرف فی نظیر

تلک الجهة. (فقه السنة ۳/ ۳۷۲ کتاب الوقف)

قبرستان میں مسجد کی تعمیر

سوال ۵۔ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کے لئے ان کی سہولت کے پیش نظر مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟

آیا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر آراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجا خانہ اور بیت الخلا بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب۔جس حصے میں میتوں کی تدفین نہیں ہوتی ہے، اور وہ حصہ قابل استعمال نہیں ہے، وہاں مذکورہ ضرورت کی بنا پر مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے، لیکن اگر قبرستان میں جگہ کم ہے اور پورا قبرستان استعمال میں ہے کوئی حصہ خالی نہیں ہے ،تو ایسی صورت میں وہاں مسجد کی تعمیر سے تدفین میں دقت واقع ہوگی اور قبرستان کے نظم ونسق میں حرج واقع ہوگا، اس لئے ایسے قبرستان میں مسجد یا کسی طرح کی تعمیر سے احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، لیکن ضرورت شدیدہ ہو تو قبرستان کے کنارے حصے میں پلر ڈال کر چھت پر مسجد تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کی اجازت ہونی چاہئے۔

فقہ السنۃ میں ہے:

وما فضل من ربح الوقف واستغنی عنه فانه یصرف فی نظیر تلک الجهة. (فقه السنة ۳ ۲۹۳ کتاب الوقف)

اصل تو یہی ہے کہ اگر زمین قبرستان کے لئے وقف ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے قبرستان ہی رہے گی خواہ وہاں قبریں بنی ہوں یا نہ ہو، اس زمین پر بلا ضرورت شدیدہ عام حالت میں کسی اور مقصد سے تعمیر (مسجد مدرسہ وغیرہ) جائز نہیں ہے، وقف کی تبدیلی شرعا درست نہیں ہے، جب تک کہ واقعی اشد ضرورت اور شرعی طریقہ نہ ہو۔ (ماخوذ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶، ۶/ ۳۹۹)

فقہا نے لکھا ہے کہ قبرستان کی زمین کی صرف تدفین کے مقصد کے لئے وقف کی جاتی ہے، ایک وقف کو دسرے وقف یا مقصد کے لئے استعمال کرنا بغیر شرعی مجبوری اور اجازت کے جائز نہیں ہوتا۔

فقہا کے مطابق مسجد کی جگہ ایسی ہونی چاہئے جہاں نجاست یا مردوں کی باقیات وغیرہ نہ ہوں، قبرستان کی فضا اور زمین عام طور پر ایسی نہیں ہوتی۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ممانعت ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لاتصلو الی القبور ولا تجلسوا علیها". (مسند احمد وصحیح مسلم)

خلاصہ یہ کہ اگر قبرستان میں واقعی جگہ کم ہے اور قبرستان آباد ہے تو ایسی صورت میں وہاں مسجد کی تعمیر سے قبرستان میں تدفین میں اور دیگر نظام میں دقت اور حرج واقع ہوگا، اس لئے بلاضرورت شدیدہ مسجد کی تعمیر سے بچنا چاہئے، البتہ ضرورت کے وقت علماء اور ارباب افتاء کے مشورہ سے قبرستان کے کسے کنارے پر مسجد کی تعمیر کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

سوال نمبر ایک کے جواب میں فقہی جزئیات سے یہاں بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

کفایت المفتی میں ہے ''اگر قبرستان کی زمین دفن کے کام میں نہیں آسکتی تو اسے مسجد کے کام میں لے سکتے ہیں'' (کتاب الوقف ج ۷، ص ۳۱)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبین'' (کتاب الصلوٰۃ باب الجنائز ج ۶/ص ۱۶۷)

قبرستان کی خالی زمینوں پر دینی تعلیمی اداروں کا قیام

سوال نمبر ۶۔ ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت عریض وسیع ہیں، لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بدلگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہورہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی آراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کردئے جائیں تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے؟

اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اور فتوے بھی آئے ہیں لیکن ان دنوں مسلمانوں اور ان کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے، کیا موقوفہ قبرستان کی آراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشاواقف کے خلاف تصور تو نہیں کیا جائے گا؟

اگر ادارہ قائم کردینے سے آراضی کا تحفظ ہو تو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کردیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہو تو کیا یہ صورت شرعاً درست ہوگی؟

جواب: صورت مسئولہ میں عام شرعی حکم تو یہی ہے کہ اگر زمین باقاعدہ قبرستان کے طور پر واقف نے وقف کیا ہے تو اس کا استعمال کسی اور مقصد (مثلاً اس پر مدرسہ اسکول یا مسجد قائم کرنا) کے لئے کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ کیونکہ واقف کا مصرف تبدیل کرنا شرعاً ممنوع ہے، الا یہ کہ شدید ضرورت ہو اور اس کے لئے شرعی طریقہ اپنایا جائے۔

البتہ ضرورت پڑنے پر جبکہ ادارہ چلانے کے لئے کوئی اور جگہ نہ مل رہی ہو تو مجبوری میں ضرورت سے زائد قبرستان کی زمینوں پر دینی تعلیمی اداروں کو قائم کیا جاسکتا ہے، دینی تعلیمی اداروں کے قیام سے ان آراضی کی حفاظت

بھی ہوجائے گی، اس لئے آراضی موقوفہ کی حفاظت کی غرض سے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی منشاواقف کے خلاف ہوگا۔

خاص طور پر جب ان وقفی تعمیرات کا کرایہ قبرستان کو دیا جائے تو پھر اس کے جواز میں کوئی کراہت باقی نہیں رہتی ہے۔

فتاویٰ ہندیہ کی اس عبارت سے بھی اس کا جواز معلوم ہوتا ہے:

'البقعة الموقوفة على جهة اذا بنى رجل فيها بناءوقفها على تلك الجهة يجوز بلا خلاف تبعا لها". (فتاویٰ هنديه ج ۲ / ص، ۳۶۲ / طرشيديه)

سوال نمبر ۵ / ۴ میں عمدۃ القاری کے جو حوالے ہیں ان سے یہاں بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

الغرض مجبوری میں قبرستان کی خالی آراضی کی حفاظت کے پیش نظر ان پر وقفی تعمیرات کرنا جبکہ اس کا کرایہ قبرستان کو دیا جائے، اور اس رقم سے قبرستان کی حفاظت اور دیکھ ریکھ میں سہولت ہو، اس کے جواز میں کوئی کراہت باقی نہیں رہتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جنازہ گاہ کے طور پر قبرستان کے کسی حصہ کو مختص کرنا

سوال نمبر ۷۔ ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں، کھیتیکے زمانے میں زمیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے، جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے، ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصے میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز ہو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہوگا؟

جواب نمبر ۷۔ اگر جنازہ گاہ کا کوئی انتظام نہ ہو سڑک پر نماز پڑھنے سے دقتیں کھڑی ہوتی ہوں، وہاں کوئی خالی جگہ بھی نہ ہو تو مجبوری میں جنازہ گاہ کے طور پر قبرستان کے کنارے کسی حصہ کو مختص کر لینا یا وہاں جنازہ گاہ تعمیر لینا درست ہے، اور اگر قبرستان چھوٹا ہو اور جنازہ گاہ کے لئے جگہ کم ہو تو، قبرستان کے کنارے پلر پر چھت ڈال کر اسے بطور جنازہ گاہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قبرستان میں اگر مجبوری کی صورت میں جنازہ گاہ کی تعمیر کی ضرورت پڑ جائے تو جنازہ گاہ اس طور پر بنایا جائے کہ نمازیوں کے سامنے کوئی قبر نہ ہو، یا امام کے سامنے سترہ کے طور پر دیوار وغیرہ بنا دیا جائے۔

غرض یہ ہے کہ قبرستان کی زمین پر عمومی حالت میں مسجد یا جنازہ گاہ بنانا یہ درست نہیں ہے، کیونکہ یہ واقف کے منشا کے خلاف ہے، وقف کرنے والے نے میت کی تدفین کے لئے زمین وقف کیا ہے، اور حکم شریعت یہی ہے کہ

واقف نے جوجگہ جس جہت اور مقصد کے لئے وقف کی ہو اس کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرنا شرعاً ضروری ہے، اس کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنا درست نہیں ہوتا۔

شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به۔ (فتاویٰ شامی ۴/۴۳۳ کتاب الوقف)

البتہ سوال میں جس مجبوری کے تحت جنازہ گاہ قائم کرنے اور بانے کی بات کی گئی ہے حالات اور مجبوری کے تحت جنازہ گاہ قائم کرنے اور بنانے کی بات کی گئی ہے، حالات اور مجبوری کے تحت قبرستان کے اس حصہ میں جو کنارے ہو اور جہاں تدفین کا سلسلہ جاری نہ ہو یا اس کی ضرورت ابھی نہ ہو، وہاں مجبوری اور اضطرار کی حالت میں قبرستان کی خالی زمین پر جنازہ گاہ بنانا درست ہوگا، شریعت میں مجبوری کے حالت کی خصوصی رعایت کی جاتی ہے، اور خاص طور پر ہندوستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں جہاں سڑکوں اور پبلک مقام پر نماز پڑھنے سے فساد اور فتنہ واقع ہوتا ہو ہندو مسلم میں دوری اور منافرت پیدا ہوتی ہو، فقہ میں ایسے حالات کے لئے اصول اور ضابطہ موجود ہیں، مثلاً:

'الضرورات تبیح المحظورات'' ''الضرر یزال '' المشقة تجلب التیسر ، اذا ضاق الامر اتسع، الحاجة تنزل منزل الضرورة، الحرج مدفوع شرعا۔

ان فقہی ضابطوں کو سامنے رکھ کر ہندوستان کے موجودہ حالات میں فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ سڑکوں پر اور پبلک مقامات پر جنازہ کی نماز نہ پڑھ کر قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ تعمیر کرلیا جائے اور وہیں جنازہ کی نماز ادا ہو۔

اور اگر قبرستان کا کچھ حصہ ایسا ہے کہ وہاں تدفین نہیں ہوتی ہے اور نہ اس جگہ کی مستقبل میں ضرورت پڑسکتی ہے، یا وہ حصہ نشیبی ہے، کبھی وہاں تدفین ہوتی تھی اب نہیں ہوتی ہے، تو پھر ایسے قبرستان میں جنازہ گاہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے جہاں اجسام کے مٹی ہوجانے کا غالب گمان ہو، اگر ان بوسیدہ قبروں سے ہڈیاں نہیں بھی نکالی گئیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ قبروں کو نہ کھولنا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ بلا وجہ مسلمانوں کی قبروں کا کھولنا آداب کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مجبوری میں قبرستان پر کھلیان بنانا

سوال نمبر ۸ اور اس کا جواب ۔ بعض علاقے جہاں کا کاشتکاری ہوتی ہے وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں اسی طرح سیلاب کے زمانے میں اپنی مویشیوں اور

گائے بیل بھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں ظاہر سی بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑہ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں کیا اس کی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالت میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دئے جائیں، کیا اسے مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے۔

جواب۔شریعت کی رو سے قبرستان کے کسی حصے کو چراہ گاہ کھلیان یا باڑہ کے طور پر استعمال کرنے کی گنجائش نہیں ہے، قبرستان کے کسی حصہ کو اس کے لئے مختص کرنا جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

"فی المحیط فلو کان فیھا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیھا، کذا فی البحر الرائق" (فتاویٰ ھندیہ کتاب الوقف ج، ۲، ص، ۴۷۰)

ہنگامی حالات میں مثلاً سیلاب وغیرہ کے موقع پر وقتی طور پر مجبوری کی صورت میں قبرستان کی انتظامیہ کی اجازت سے قبرستان کی خالی زمینوں کو استعمال کرنے کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

قبرستان کی خالی زمینوں کو کھلیان یا باڑہ کے لئے کرایہ پر قبرستان کی انتظامیہ کی اجازت ونگرانی میں مجبوری کی حالت میں دیا جاسکتا ہے عام حالت میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے اسلامی شریعت کے مطابق قبرستان وقف شدہ جگہ ہے اور اس کا استعمال صرف اسی مقصد کے لئے جائز ہے جس کے لئے وہ وقف کی گئی ہو، یعنی تدفین، دکانیں بنانا یا بلاضرورت شدیدہ کوئی اور عمارت اس پر بنانا یا چراہ گاہ کے طور پر استعمال کرنا اس کے خالی حصہ کو یہ کسی طرح درست نہیں ہے۔

شامی میں ہے:

شرف الوقف کنص الشارع ای المفھوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ" (فتاویٰ شامی ج ۴۳۳، ۴ کتاب الوقف)

خلاصہ بحث

۱۔قبرستان کی ضرورت وانتظام کی پیش نظر مجبوری کی صورت میں آباد قبرستان کے کنارے پلر ڈال کر دوکان وغیرہ بنانا جائز ہے، اس صورت میں قبروں سے اونچائی پر چھت ہوگی تو چھت پر اٹھنے بیٹھنے سے قبرستان کی بے ادبی نہیں ہوگی۔

۲۔بہتر ہے کہ چھت پر دوسرا قبرستان بنانے کے مقابلے میں زمین ہی میں ایک ترتیب کے ساتھ میتوں کو دفن

کیا جائے اگر میتوں کی تعداد زیادہ ہوجائیں تو مجبوری کی صورت میں ایک قبر میں متعدد میتیں دفن کی جاسکتی ہیں۔

۳۔ جب مکمل اطمینان ہو کہ زمین کے بدلے میں مناسب اور بہتر زمین مل سکتی ہے تو مجبوری اور مخصوص حالات میں علماء اہل الرائے اور قانونی ماہرین کی رہنمائی اور مشورے کے بعد قبرستان کی آراضی کو بدلا جاسکتا ہے۔

۴۔ قبرستان اگر بوسیدہ ہو اور میتوں کے فنا ہوجانے کا یقین ہو تو ضرورت اور مجبوری کے وقت وہاں طہارت، استنجا خانہ بنایا جاسکتا ہے۔

۵۔ قبرستان کے جس حصے میں تدفین نہیں ہورہی ہے اور نہ ہی مستقبل میں اس کی ضرورت پڑسکتی ہے وہاں مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے۔

لیکن اگر جگہ کم ہے اور قبرستان آباد ہے تو ایسی صورت میں وہاں مسجد کی تعمیر سے حرج ہوگا اس لئے ایسے قبرستان میں مسجد تعمیر کرنے سے بچنا چاہئے۔ لیکن ضرورت شدیدہ پر پلر دے کر اوپر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔

۶۔ اگر حکومت وقفی جائیداد کو قبضہ کرنا چاہتی ہے، تو اس کی حفاظت کے پیش نظر قبرستان کی خالی آراضی پر وقفی تعمیرات کی گنجائش ہوگی، اس شرط پر کہ اس کا پورا کرایہ قبرستان کے نظم ونسق میں صرف کیا جائے۔

۷۔ ضرورت پڑنے پر قبرستان کے کسی حصے کو جنازہ گاہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے اور وہاں جنازہ گاہ تعمیر ہوسکتی ہے۔ اگر جگہ کم ہو تو پلر ڈال کر قبرستان کے کنارے جنازہ گاہ اس طور پر بنایا جائے کہ نمازیوں کے سامنے کوئی قبر نہ ہو۔ یا امام کے سامنے سترہ کے طور پر دیوار کھڑی کردی جائے۔

۸۔ قبرستان کے کسی حصے کو چراہ گاہ، کھلیان اور باڑہ کے طور پر استعمال کرنا درست نہیں ہے، ہنگامی حالات مثلاً سیلاب وغیرہ کے موقع پر قبرستان کمیٹی کی اجازت سے خالی زمینوں کو ان کاموں کے لئے استعمال کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے اس طرح خالی زمینوں کو کھلیان یا باڑہ کے لئے کرایہ پر قبرستان کی انتظامیہ کی اجازت ونگرانی میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قبرستان سے متعلق چند اہم مسائل

محمد صابر حسین ندوی
جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک

قبرستان کی ضرورت ہر ایک مومن کو ہے، مرنے کے بعد ہر کسی کو دفن ہونا ہے، جس طرح زندہ انسان کی حرمت اور احترام کا خیال رکھا گیا ہے، اسی طرح مردہ انسانوں کا احترام بھی لازم ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں: **لأن حرمة المسلم لا تزول حيا وميتا.** (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ باب تنبش قبور المشرکی الجاہلیۃ ویتخذ مکانہا مساجد ج نمبر ۴ ص نمبر ۱۷۲، دار احیاء التراث العربی) چنانچہ ہمیشہ امت میں یہ چلن رہا ہے کہ اس کے احترام کا لحاظ کرتے ہوئے مشترکہ زمینیں فراہم کی گئیں اور اللہ کیلئے وقف کیا گیا، تاکہ مردوں کو دفن ہونے میں کوئی مسئلہ نہ ہو، مساجد کے بعد قبرستان کا وقف ہی ہے جس میں بہت زیادہ احتیاط اور جزئیات سے کام لیا گیا ہے، جدید دور میں بہت سے نئے مسائل اور وقف کی زمینوں پر بری نگاہ ساتھ ہی زمینوں کی کمی وقلت خاص طور پر شہروں اور متمدن جگہوں میں یوں ہونے لگی ہے کہ مستقبل میں بڑے اندیشے ظاہر کئے جاتے ہیں، اللہ نے جینے کے مواقع فراہم کئے ہیں تو یقیناً مرنے کے بعد کا انتظام بھی وہ کرے گا؛ لیکن اس سلسلہ میں چند اہم مباحث اور مسائل کو سمجھنا ضروری ہے۔

قبرستان اور میت کے سلسلہ میں دو اہم بنیادیں ہمیشہ سامنے رہنی چاہئے:

پہلی بنیاد: احترام میت..... یہ اہم ترین بات ہے کہ انسان کا حترام مرنے کے بعد بھی لازم ہے، قرآن مجید میں زندہ ومردہ کی تفریق کے بغیر انسانی احترام کی بات کہی گئی ہے، (بنی اسرائیل: ۷۰) اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ ایک قبر میں صرف ایک ہی مردے کو دفن کیا جائے گا:

وَلَا يُدْفَنُ اثْنَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ إِلَّا عِنْدَ الْحَاجَةِ. (هنديه: ۱/۱۶۶)

یہی وجہ ہے کہ قبرستان میں سے گھاس پھوس کا ٹنا بھی درست نہیں ہے:

وَيُكْرَهُ قَطْعُ الْحَطَبِ وَالْحَشِيشِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ فَإِنْ كَانَ يَابِسًا لَا بَأْسَ بِهِ، كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَان. (هنديه: ۱/۱۶۶)

دوسری بنیاد: قدامت..اس احترام کے باوجود اگر قبر بوسیدہ ہوجائے اور وقت کا اندازہ لگا کر یقین کرلیا جائے کہ ہاں اب مردہ کی محض ہڈیاں ہی ہوں گی، تو اس قبر میں کسی دوسری میت کو دفن کیا جاسکتا ہے، فتاوہ ہندیہ میں ہے:

وَلَوْ بَلَى الْمَيِّتُ وَصَارَ تُرَابًا جَازَ دَفْنُ غَيْرِهِ فِي قَبْرِهِ وَزَرْعُهُ وَالْبِنَاءُ عَلَيْهِ، كَذَا فِي التَّبْيِينِ. (هنديه: ۱/۱۶۶)

زیلعی نے بھی اس کی صراحت کردی ہے کہ اگر قبر پرانی ہوچکی ہو اور لاش مٹی کی صورت میں بدل چکی ہو تو وہاں دوسری قبر بنائی جاسکتی ہے۔(ردالمحتار:۱/ ۸۳۵)اسی طرح گھاس پھوس اور اس میں موجود لکڑی سوکھ جانے پر استعمال کرسکتے ہیں:

إِذَا كَانَ فِي الْمَقْبَرَةِ حَطَبٌ يَجُوزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَحْتَطِبَ مِنْهَا، وَهَذَا إِذَا كَانَ يَابِسًا أَمَّا إِنْ كَانَ رَطْبًا فَيُكْرَهُ.(هنديه:۲/۲۹۳)

اب دونوں پہلوؤں میں دو اہم باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے جو ان مسائل پر اثر انداز ہوتے ہیں:

پہلی بات: اراضی ملک ہے.....یعنی اگر کسی کی ذاتی ملک ہے اور وہاں کسی نے اپنے رشتے ناطے کے لوگوں کو دفن کیا ہے تو یہ عام قبرستان کے حکم میں نہیں ہوتا اور پھر وہ جب چاہے اسے اپنے استعمال میں لے سکتا ہے؛ البتہ مذکورہ بالا دو بنیادوں کا اہتمام لازمی کرنا ہوگا۔

دوسری بات: اراضی وقف ہے....اگر زمین وقف ہے تو اس کے استبدال اور متعلقات پر بحثیں ہوتی ہیں، اور کی دو باتوں کا لحاظ تب بھی رکھنا ہوگا اور اس کے بعد اس زمین کے تعلق سے بحث کی جاسکتی ہے، آج جو مسائل درپیش ہیں وہ اسی حصے سے تعلق رکھتے ہیں، چنانچہ ان بنیادوں کو سامنے رکھتے ہوئے بحث کی جائے گی۔

قبرستان وقف ہے

قبرستان کے سلسلہ میں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عموماً یہ وقف ہوتی ہے، امام محمد کے قول کے مطابق اس کیلئے نہ حکم حاکم ضروری ہے، زبان سے کہنا اور نہ کسی متولی کا قبضہ ضروری ہے، اگر عملاً کسی اراضی پر مردوں کو دفن کیا جانے لگے تو ملک زائل ہوجاتی ہے اور اس کی حیثیت عام وقف کی ہوجاتی ہے؛ یعنی قرائن وآثار سے اجازت کا واضح ہوجانا کافی ہے، فتاوی ہندیہ میں ہے:

''امام ابو یوسف کے نزدیک محض زبان سے کہہ دینے کی وجہ سے واقف کی ملک زائل ہوجائے گی اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے پانی کھینچنے لگیں، مسافر خانوں اور رباطوں میں رہنے لگیں اور قبرستان میں تدفین شروع کردیں تب ملک زائل ہوگی اور 'مبسوط' میں ہے کہ ان مسائل میں فتوی صاحبین کے قول پر ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے''۔(فتاوی عالمگیری:۲/ ۳۵۰)مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:''مسجد کی طرح قبرستان میں بھی عام اموات کا بلا روک ٹوک دفن ہونا اس کے وقف ہونے کیلئے کافی ہے''۔(کفایت المفتی:۷/ ۲۱۲، کتاب الوقف، چھٹا باب)

نیز جب قبرستان وقف ہوگیا تو اب اس کی بیع درست نہیں اور نہ وہ کسی کی ذاتی ملک قرار دیا جاسکتا ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالى على وجه تعود منفعته إلى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث كذا في الهداية وفي العيون واليتيمة إن الفتوى على قولهما. (كتاب الوقف: ۲/۳۵۰)

امداد الفتاوی میں ہے: ''الجواب: عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور سوا اللہ جل شانہ کے کوئی اس کا مالک نہیں ہوتا اور جب وقف ہوا تو متولی بحیثیت قبضہ اس کا مالک نہیں بن سکتا اور اس میں کوئی تصرف مالکانہ بیع وشراء وغیرہ نہیں کرسکتا.....'' (امداد الفتاوی: ۲/۵۷۰، کتاب الوقف)

قبرستان کے اوپر مارکیٹ

اگر قبرستان میں پلر دے دئے جائیں جو تقریباً دس فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دے کر دکانیں بنا دی جائیں تو فقہ اسلامی میں اس کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی، عام طور پر فتاوی موجود ہیں جن میں اس سے منع کیا گیا ہے، اگرچہ کہ ان کی آمدنی قبرستان اور اس سے متعلقات میں صرف کی جائیں، فتاوی دارالعلوم دیوبند (سوال نمبر: ۶۳۴۵۷) میں ہے: ''قبرستان کی جگہ تدفین موتی کے لیے وقف ہوتی ہے اس کو اسی مقصد کیلئے استعمال کرنا چاہیے، موقوفہ قبرستان میں مارکیٹ بنانا جائز نہیں، یہ غرض واقف کے خلاف ہے''۔ اسی طرح کا ایک فتوی بنوری ٹاؤن کا بھی ہے:

''اگر قبرستان موقوفہ ہو کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو تو اس کی زمین پر کسی کے لیے ملکیتی تصرف کرنا شرعاً جائز نہیں، بلکہ جس مقصد کے لیے وقف ہے اسی میں استعمال کرنا لازم ہے۔ اور اگر قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں اور اس میں مدفون اَموات مٹی بن چکی ہوں تو اس میں جدید اَموات کی تدفین کی جائے اور اگر تدفین کی حاجت نہیں رہی تو اس زمین کو کسی ایسے مصرف میں استعمال کیا جائے جو وقف ہی ہو، مثلاً: مدرسہ، مسجد، عیدگاہ یا جنازہ گاہ وغیرہ بنا کر وقف کردیا جائے، ذاتی ملکیت میں لینا کسی صورت جائز نہیں؛ نیز اگر قبرستان کے وقف ہونے کا کوئی واضح ثبوت نہ ہو تو عام اَموات کا اس میں بلا روک ٹوک دفن ہوتے رہنا ہی اس کے وقف ہونے کا قرینہ قرار دیا جائے گا۔ اور اگر قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہو اور اس کی اجازت کے بغیر اس میں میت دفن کی گئی ہو تو مالکِ زمین اس میت کو وہاں سے نکال سکتا ہے۔ اور اگر اس کی اجازت سے میت دفن کی گئی ہو، لیکن قبر کے نشانات مٹ چکے ہوں اور اس میں دفن میت مٹی بن چکی ہو تو اس پر گھر یا دکان وغیرہ بنانا یا کھیتی باڑی کرنا جائز ہے''۔ (فتاوی بنوری ٹاؤن)

اس میں دو بنیادی خرابی ہیں:

پہلی خرابی: حرمت میت کی پامالی.....ظاہر ہے کہ جب کسی قبرستان کے اوپر چھت ڈال کر مارکیٹ بنائی جائے گی تو میت کی بے حرمتی لازمی ہوگی، شور شرابہ، فحش اور فسق کا بھی ورود ہوسکتا ہے، شاید یہی وجہ ہوگی کہ فتاوی ہندیہ میں لکھا گیا ہے کہ بازار اور گلیوں میں قبریں نہ بنائی جائیں:

يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الْمَقْبَرَةِ فِي السِّكَكِ وَالْأَسْوَاقِ وَلَوِ اتَّخَذَ كَاشَانَةً لِيَدْفِنَ فِيهَا مَوْتَى كَثِيرَةً يُكْرَهُ أَيْضًا لِأَنَّ الْبِنَاءَ عَلَى الْمَقَابِرِ يُكْرَهُ. (هنديه: ۵/ ۳۵۱)

بلکہ فقہاء نے مسجد بنانے کو بھی بہتر نہیں لکھا ہے تو بازار بنانے کی اجازت چہ معنی دارد:

وَيُكْرَهُ أَنْ يُبْنَى عَلَى الْقَبْرِ مَسْجِدٌ أَوْ غَيْرُهُ، كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ. (هنديه: ۱/ ۱۶۶)

دوسری خرابی: واقف کی غرض سے چھیڑ چھاڑ.....نص واقف کی حیثیت نص شارع کی ہوتی ہے، شامی میں ہے:

شرط الواقف كنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (شامي: ۴/ ۴۳۳)

ایسے میں اس جگہ کو کسی اور چیز کے کام میں لانا بالخصوص جو اس کا مقصود نہیں ہے، مناسب نہیں لگتا۔

*** البتہ اس میں ایک شق یہ نکالی جاسکتی ہے کہ بجائے چھٹ ڈالنے کے قبرستان کا اگلا یا پچھلا، دائیں یا بائیں ایک حصہ خاص کر دیا جائے اور کوئی مردہ اس میں نہ ہو، اگر ہو بھی تو قدامت متحقق ہوچکی ہو، نیز اس کی آمدنی قبرستان اور اس سے متعلقات پر خرچ ہو تو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، بہت سے شہروں میں اس کا چلن ہے۔

چھت دے کر قبرستان بنانا

اب جو شہر بسائے جارہیں وہاں جدید ایجادات اور ترقیات نے اتنی جگہ بنالی ہے کہ مردوں کے دفن کی جگہ باقی نہیں رہی، ایسے میں اب قبرستان میں پلر دے کر مضبوط چھت دے دی جاتی ہے اور اس پر پانچ فٹ مٹی رکھ دی جاتی ہے، اور اس طرح وہاں مردے دفن کئے جاتے ہیں، غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ چھت گویا قبرستان ہی ہے، جس طرح ایک منزلہ مسجد کی چھت پر نماز پڑھ لی جائے یا مزید اس پر کچھ منزل تیار کر لی جائے اور مصلیان نماز ادا کریں تو سبھی کا اتفاق ہے کہ نماز ادا ہوجاتی ہے اور وہ اس کی حیثیت مسجد کی ہی ہوتی ہے اسی طرح یہاں قبرستان کی چھت کو بھی تصور کیا جاسکتا ہے۔

اس میں بے حرمتی کی بات نہیں مانی جائے گی، کیونکہ دونوں چھتوں پر اس طرح مٹی رکھ دی گئی اور یوں تعمیر کیا گیا ہے کہ انہیں مستقل ایک عمارت اور زمین کی حیثیت حاصل ہوچکی ہے، دوران تحقیق ومطالعہ ایک مصری دارالافتاء کا فتوی نظروں سے گزرا جس کی رائے اس مسئلہ پر یوں ہے: ''شریعت میں واضح تصریح موجود ہے کہ ہر میت کو الگ

الگ لحد یا درز میں دفنانا واجب ہے اس میں کسی کی شرکت نہیں ہونی چاہئے بشرطیکہ قبرستان میں تنگی نہ ہو، چنانچہ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں شہید ہوئے صحابہ کو دو دو اور تین تین آدمی کو ایک قبر میں دفن فرمایا تھا، اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ مردوں اور عورتوں کی قبریں علیٰحدہ علیٰحدہ ہوں، مذکورہ بالا بیان اور سوال کی صورتحال کے پیش نظر جب ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ افراد کو ایک ہی قبر میں دفنانا جائز ہوا تو ضرورت کے پیش نظر ایک قبرستان کے اندر کئی منزل بنانا بھی جائز ہوگا تا کہ وہ مُردوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو سمیٹ سکے''۔ و اللہ سبحانہ وتعالی اعلم

استبدال قبرستان کا مسئلہ

یہ بھی ایک سنگین مسئلہ ہے کہ آج جو پرانی قبریں تھیں وہاں اس قدر آبادی ہوگئی ہے کہ اب وہاں میت کو دفن کرنا، جنازہ پڑھنا، لوگوں کا آنا جانا دشوار ہوگیا ہے، ضرورت اس بات ہے کہ وہاں سے قبرستان منتقل کر کے شہر سے باہر یا کہیں بھی گھنی آبادی سے ہٹ کر قبرستان بنائیں، یہ استبدال اور وقف کی فروختگی کا مسئلہ ہے، اتنا تو واضح ہے کہ واقف کی نیت اور مقصود کا خیال ہر حال میں رکھا جانا چاہئے، ایسے میں اگر دیکھا جائے تو ایک موقوفہ قبرستان سے ہٹ کر دوسری جگہ رقبہ وغیرہ میں سمجھوتہ کئے بغیر خرید لی جائے اور لوگوں کو سہولت ہو تو اس کی اجازت دی جائے؛ البتہ یہ شرط رکھی جائے کہ اس قبرستان میں مردہ دفن کئے بغیر کچھ سال گزرے جن سے قبریں بوسیدہ ہوجائیں، تب انہیں تحویل وتبدیل میں لایا جائے۔

اس سلسلہ میں محض اگر استبدال بالمسجد کی دلیل تلاش کی جائے تو سیرت طیبہ ﷺ سے مل جاتی ہے کہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر جہاں ہوئی وہاں پر بھی کچھ قبریں تھیں، محض قبرستان کی جگہ مستقل بدل دی جائے اس سلسلہ میں کوئی واضح عبارت اب تک نظر سے نہیں گزری، البتہ ان عبارتوں سے قیاس کیا جاسکتا ہے جن میں استبدال مسجد کی اجازت دی گئی ہے، وقف کے مسئلہ میں سب سے زیادہ سنگین مسئلہ مساجد کا ہوتا ہے؛ لیکن اس میں اس کی گنجائش رکھی ہے کہ اگر کوئی نا قابل معمور ہوجائے تو اسے بیچ کر دوسری کسی مسجد میں اس کا صرفہ لگایا جاسکتا ہے، ائمہ ثلاثہ کے علاوہ حنابلہ کی رائے موسوعہ میں درج ہے:

إِذَا تَعَطَّلَتْ مَنَافِعُ الْمَسْجِدِ بِخَرَابٍ أَوْ غَيْرِهِ، كَخَشَبٍ تَشَعَّثَ وَخِيفَ سُقُوطُهُ، وَلَمْ يُوجَدْ مَا يُعْمَرُ بِهِ، فَيُبَاعُ وَيُصْرَفُ ثَمَنُهُ فِي مِثْلِهِ أَوْ بَعْضِ مِثْلِهِ. (موسوعه فقهيه: ۲۲۵/۳۷، استبدال المسجد)

اس طرح کی ایک صورت کے بارے میں امام ابن عابدین اور دیگر فقہاء نے یوں وضاحت کی ہے:

لَوْ خَرِبَ الْمَسْجِدُ، وَمَا حَوْلَهُ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ لَا يَعُودُ إِلَى مِلْكِ الْوَاقِفِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ فَيُبَاعُ نَقْضُهُ

بِإِذْنِ الْقَاضِي وَيُصْرَفُ ثَمَنُهُ إِلَى بَعْضِ الْمَسَاجِدِ.(ابن عابدين شامی، رد المحتار:۴/۳۹۵، هدايه:۳/۲۰، فتح القدير:۶/۲۳۶، تبيين الحقائق:۳/۳۳۰)

''اگر مسجد ویران ہوگئی اور آس پاس بھی ویران ہوگیا اور لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وقف کرنے والے کی ملکیت میں دوبارہ نہیں لوٹے گی۔ لہٰذا قاضی کی اجازت سے اس کا ملبہ فروخت کر کے اس کی قیمت کسی اور مسجد پر صرف کی جائے گی''۔

فقہاء کی اکثریت نے علامہ حلوانی کی اس رائے سے نہ صرف اتفاق کیا ہے بلکہ اسے نقل بھی کیا ہے:عَنْ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ الْحَلْوَانِيِّ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَسْجِدٍ أَوْ حَوْضٍ خَرِبَ، وَلَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ لِتَفَرُّقِ النَّاسِ عَنْهُ هَلْ لِلْقَاضِي أَنْ يَصْرِفَ أَوْقَافَهُ إِلَى مَسْجِدٍ أَوْ حَوْضٍ آخَرَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ.(ابن عابدين شامي، رد المحتار: ۴/۳۵۰، هنديه:۴/۴۷۸)

''شمس الائمہ الحلوانی سے پوچھا گیا کہ جو مسجد یا حوض ویران ہوگیا اور اس کی ضرورت نہ رہی لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے کیا قاضی اس کے اوقاف کسی دوسری مسجد یا حوض پر خرچ کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں''۔علامہ شامی مزید فرماتے ہیں:

وَلَا سِيَّمَا فِي زَمَانِنَا فَإِنَّ الْمَسْجِدَ أَوْ غَيْرَهُ مِنْ رِبَاطٍ أَوْ حَوْضٍ إِذَا لَمْ يُنْقَلْ يَأْخُذُ أَنْقَاضَهُ اللُّصُوصُ وَالْمُتَغَلِّبُونَ كَمَا هُوَ مُشَاهَدٌ وَكَذَلِكَ أَوْقَافُهُ يَأْكُلُهَا النُّظَّارُ أَوْ غَيْرُهُمْ، وَيَلْزَمُ مِنْ عَدَمِ النَّقْلِ خَرَابُ الْمَسْجِدِ الْآخَرِ الْمُحْتَاجِ إِلَى النَّقْلِ إِلَيْهِ.(شامی:۴/۳۶۰)

''خصوصاً ہمارے زمانہ میں کہ مسجد، اصطبل یا حوض جب دوسری جگہ نقل نہ کئے گئے تو چور اور قابض باغی عناصر نے ان کے ملبہ پر قبضہ کر لیا جیسا کہ ہمارے مشاہدہ میں ہے۔ یونہی اوقاف (زمین، جاگیر، باغات، دکانیں، مکانات اور رقوم) کو منتظمین وغیرہ کھا جاتے ہیں۔ اس ملبہ کو دوسری جگہ منتقل نہ کرنے سے دوسری مسجد جس کو اس سامان کی ضرورت ہے، وہ ویران رہتی ہے''۔

بیت الخلاء کی تعمیر

مسجد اور قبرستان کا وقف ایک دوسرے کیلئے ضرورۃً استعمال ہو اس میں کوئی حرج نہیں، مگر یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ دونوں کی منفعت پر کوئی اثر نہ پڑے، بیت الخلاء اور استنجا خانے کے سلسلہ میں مزید ایک بات کا اہتمام ہونا چاہئے کہ اس کا پانی کسی ایسی جگہ نہ بہے جہاں قبر ہو، نیز اس کی تعمیر کے وقت بھی یقینی بنانا چاہئے کہ وہاں کوئی قبر نہ ہو، اگر کوئی قبر ہے اور بوسیدہ نہیں ہے تو انتظار کرنا چاہئے اور بوسیدہ ہونے کے بعد اس کے بقایا کسی دوسری قبر میں منتقل کر دینا چاہئے، اس طرح اگر استنجاء اور بیت الخلاء کی تعمیر ہو تو کوئی حرج نہیں۔

علامہ زیلعی نے لکھا ہے:وَلَوْ بَلِيَ الْمَيِّتُ وَصَارَ تُرَابًا جَازَ دَفْنُ غَيْرِهِ فِي قَبْرِهِ وَزَرْعُهُ وَالْبِنَاءُ عَلَيْهِ. (تبیین الحقائق:۲۴۶/۱)''اگر میت بوسیدہ ہوکر مٹی میں مل جائے تو اس جگہ دوسری میت دفن کرنا، وہاں کھیتی کاشت کرنا اور اس پر تعمیرات کرنا جائز ہے۔''.....اب جب کھیتی اور کاشت کی اجازت ہوسکتی ہے تو ضرورۃً بیت الخلاء واستنجاء کی بھی اجازت دی جاسکتی ہے۔

تعمیر مسجد کا حکم

قبرستان وقف ہے، واقف کی نیت کا خیال ضروری ہے، اس لئے اصولی اعتبار سے اس میں مسجد کی تعمیر بھی درست نہیں، قبر کے اوپر مسجد بنانے کے تعلق سے فتاوی ہندیہ میں ہے:وَيُكْرَهُ أَنْ يُبْنَى عَلَى الْقَبْرِ مَسْجِدٌ أَوْ غَيْرُهُ، كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ.(ہندیہ:۱/۱۶۶) یہ کراہت کو قبر کو قبر رکھتے ہوئے ہے، اب ایسے میں قبرستان میں قبر ختم کرکے مسجد بنانے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟ البتہ اگر مقبرہ کسی کا مملوک ہے تو اس بارے میں اس کی اجازت ضروری ہے، اگر اس کی اجازت ہو تو اس جگہ مسجد بنانا جائز ہے، فتاوی شامی میں ہے کہ واقفین کی غرض کی رعایت واجب ہے:على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (ج:۴،ص:۴۴۵،ط:سعید)

اگر قبریں بوسیدہ ہوچکی ہوں اور آئندہ اس میں تدفین کی ضرورت نہ ہو اور مسجد کو توسیع کی ضرورت بھی ہو تو اس کی گنجائش ہے کہ ایسی زمین میں مسجد تعمیر کرلی جائے، اگر کھدائی کے دوران بوسیدہ ہڈیاں وغیرہ نکلیں تو ان کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں کہیں دفنا دیا جائے، اسی طرح اگر واقف نے وقف کرتے وقت وہاں مسجد بنانے کی بھی اجازت دی تھی تو اس صورت میں بھی اس زمین پر مسجد تعمیر کرنا شرعًا درست ہے اور ایسی مسجد،''شرعی مسجد'' کہلائے گی اور وہاں نمازوں کی ادائیگی درست ہوگی اور ثواب بھی مکمل ملے گا۔

علامہ وہبہ زحیلی نے'الفقہ الاسلامی وادلتہ'میں لکھا ہے:

إذا صحّ الوقف خرج عن ملك الواقف ، وصار حبيسًا على حكم ملك الله تعالى ، ولم يدخل في ملك الموقوف عليه ، بدليل انتقاله عنه بشرط الواقف (المالك الأول) كسائر أملاكه ، وإذا صحّ الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه ولا قسمته.

''جب وقف درست ہوجائے تو وہ واقف کی ملک سے نکل جاتا ہے اور اللہ کی ملک قرار پاتا ہے اور اس موقوف علیہ پر کسی کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی، بشرطیہ پہلے مالک سے وہ ملک وقف کے شرائط کے ساتھ نکل چکی ہو دیگر املاک کی طرح، اور جب وقف درست ہوجائے تو اسے بیچنا، ملکیت میں لینا اور تقسیم وغیرہ کی گنجائش نہیں''۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۰/۷۶۱۷، الباب الخامس الوقف، الفصل الثالث حکم الوقف)

تعلیمی ادارے کا قیام

قبرستان کا تحفظ بھی ایک مسئلہ ہے، حکومت اور خود مسلمانوں کا ایک گروہ اسے ہڑپ کر جانے پر آمادہ ہے، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ اس کا قوی امکان ہے کہ ان اراضی پر غاصب ہیں قبضہ کرلیں گے، جس کو ہٹانا ناممکن ہے، یا بیحد دشوار ہے، نیز اس جگہ پر مردے دفن نہیں کئے جاتے اور جگہ بہت باقی ہے، اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو تحفظ کی غرض سے جبکہ اصل قبرستان کو نقصان پہنچے اور مردوں کو دفن کرنے میں کوئی تنگی نہ ہو تو تعلیمی ادارے بنا کر استعمال میں لائے جاسکتے ہیں، مگر ضروری ہوگا کہ اس کی آمدنی قبرستان اور اس کے مصالح میں استعمال کیا جائے، اور اگر کبھی قبرستان کی توسیع کی ضرورت پڑے تو اس کی بھی گنجائش ہوگی کہ تعلیمی ادارے ختم کر کے قبرستان میں مستقل جگہ لے لی جائے۔

فقہاء نے اس مسئلہ پر پر تفصیلی بحث کی ہے کہ اگر شئ موقوف مقاصد وقف کو پورا کرنے کے لائق نہیں رہے تو اس کا دوسرا مصرف لیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اس سے آمدنی حاصل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ مثلاً: کوئی عمارت وقف تھی اور وہ منہدم ہوگئی اور اب کوئی ایسا ذریعہ آمدنی نہیں جس کے ذریعہ دوبارہ اسے آباد کیا جائے تو امام محمد کے نزدیک وہ اراضی بانی، یا ورثاء بانی کی طرف منتقل ہوجائے گی، اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی حیثیت وقف برقرار رہے گی؛ لیکن امام محمد کا قول بھی اس صورت میں ہے جبکہ قطعی طور پر مفاد وقف کا حصول ختم ہو چکا ہو، اگر کسی صورت میں بھی استفادہ ممکن ہے تو پھر وہ بانی کی طرف نہیں لوٹے گی، مثلاً: دکان جل کر خاک ہوگئی، تعمیر کا خرچ نہیں، اور اسے کرایہ پر لگانے کی بھی کوئی صورت نہیں؛ لیکن اگر وہ اراضی ذریعہ آمدنی ہوسکتی ہے تو وہ وقف برقرار رہے گی، اور اسے اجارہ پر لگایا جاسکتا ہے۔

مختلف فقہاء نے بدلتے ہوئے حالات کو پیش نظر رکھ کر مسجد سے متعلق بہت سے سامانوں کی منتقلی کا فتوی دیا ہے، اور بعض لوگوں کے سامنے یہ صورت پیش آئی کہ بادشاہ وقت نے کسی ویران مسجد کے قیمتی پتھروں کو دوسری مسجد میں لگانا چاہا اور استفتاء کیا، انہوں نے شرنبلالی کے قول پر فتوی دیتے ہوئے اسے منع کر دیا، بادشاہ ترک کیا؛ لیکن پھر دوسرے لوگوں نے اس سے ذاتی فائدہ اٹھایا جس پر انہیں سخت ندامت ہوئی، شامی نے یہ ساری بحث 'نقل انقاض مسجد' کی بحث میں کردی ہے۔ (ردالمحتار: ص۔ ۵۱۳)

فقہ اکیڈمی کی تجاویز

فقہ اکیڈمی انڈیا کے سیمینار میں ایک تجویز منظور ہوئی ہے، جس کا تعلق مساجد سے ہے؛ لیکن یہاں اسے زیر بحث لانا فائدہ سے خالی نہیں؛ کہ قبرستان کی اراضی بھی مساجد کی اراضی اور مسائل میں مماثل ہیں، بلکہ بعض اعتبار سے

مساجد کے مسائل زیادہ سنگین ہیں، درج ذیل تجاویز دیکھئے:

(۹) مسجد پر وقف زائد اراضی جن کی نہ مسجد کو فی الحال ضرورت ہے اور نہ آئندہ ضرورت پیش آنے کی امید ہے، ان اراضی پر دینی تعلیم کا مدرسہ یا مکتب قائم کرنا درج ذیل صورتوں میں درست ہوگا۔

(الف) مسجد آباد نہ ہو اور مدرسہ یا مکتب قائم ہونے میں مسجد کے آباد ہونے کی امید ہو۔

(ب) مسجد پر موقوف زائد اراضی پر قبضہ غاصبانہ کا شدید خطرہ ہے اور دینی مدرسہ یا مکتب قائم ہونے کی وجہ سے خطرہ ٹل جائے گا۔

(ج) جس آبادی یا محلہ میں مسجد واقع ہے وہاں مسلمان بچوں کیلئے کوئی دینی مدرسہ یا مکتب قائم کرنے کیلئے کوئی مستقل بندوبست بھی نہ ہو تو مسجد پر وقف زائد اراضی میں دینی مدرسہ یا مکتب قائم کیا جا سکتا ہے؛ لیکن اس کیلئے مسجد کے متولی یا منتظم کمیٹی سے اجازت لے لی جائے، بہتر یہ ہے کہ خود مسجد کی کمیٹی ہی اس مکتب یا مدرسہ کا بندوبست کرے۔ (ماخوذ از تجاویز وقف، دسواں فقہی سمینار بمبئی، تاریخ ۲۷/ اکتوبر ۲۰۰۱ء، نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے ص: ۴۸)

جہاں تک رفاہی ادارے یا عصری تعلیمی ادارے کی قیام کی بات ہے تو اس بارے میں ارباب فقہ وفتاوی کی رائے یہ ہے کہ ان کاموں کیلئے مساجد پر وقف اراضی بطور کرایہ دی جاسکتی ہیں چنانچہ فقہ اکیڈی انڈیا کی ایک دوسری تجویز اس بارے میں یہ ہے:

(۱۰) مساجد پر وقف اراضی جن کا مقصد مساجد کیلئے آمدنی فراہم کرتا ہے، ان کو مناسب کرایہ پر مسلمانوں کی دینی، عصری یا ٹیکنیکل تعلیم کے ادارے قائم کرنے کیلئے دیا جا سکتا ہے؛ لیکن معاملات اس طرح طے کیے جائیں کہ مساجد کی مالکانہ حیثیت مجروح نہ ہو۔ (ماخوذ از تجاویز وقف، نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے ہیں: ۵۲، دیکھئے: سہ ماہی مجلہ: تحقیقات شرعیہ لکھنؤ، اکتوبر۔دسمبر: ۲۰۲۴ء)

جنازہ گاہ بنانا

قبرستان تو اصل مردوں کے دفن کیلئے ہے، یہ اصولی بات ہے کہ واقف کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے، اس نے جن مصالح کیلئے زمین وقف کی ہے ان مصالح کا خیال از ضد ضروری ہے؛ لیکن قبرستان اگر وسیع ہو اور وہاں کوئی ایسی جگہ ہو جہاں پر مردے دفن نہ کئے جاتے ہوں تو پھر اس جگہ کو جنازہ گاہ بنالینے میں کوئی حرج نہیں، یہ اس لئے بھی درست ہوگا کہ جنازہ گاہ دراصل مردہ اور قبرستان کے مصالح سے متعلق ہے، اگرچہ یہ اصل نہیں؛ لیکن جب وقف شدہ زمین میں گنجائش ہو تو اسے تابع بنایا جا سکتا ہے، ہاں! یہ لحاظ ضروری ہے کہ جب کبھی اس زمین کی ضرورت بحیثیت قبر

کے ہوگی جنازہ گاہ کو منتقل کیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں کوئی ایسی صریح فقہی عبارت تو نہ ملی؛ لیکن اس سے بڑھ کر کئی عبارتیں ملتی ہیں جن میں مسجد بنانے یا کوئی اور عمارت کی تعمیر جو مصالح قبر کے منافی نہ ہو کی اجازت دی گئی ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ مسجد اور قبرستان دونوں ہی وقف ہیں اس لئے پرانے قبرستان کی جگہ مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس زمانہ میں انہوں نے بوسیدہ قبرستان کی جگہ مسجد بنانے کی اجازت دی ہے، یہ عمل اس سے بھی پہلے سے جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بڑا واضح موقف اختیار کیا ہے: وَأَمَّا الْمَقْبَرَةُ الدَّاثِرَةِ إِذَا بُنِيَ فِيهَا مَسْجِدٌ لِيُصَلَّى فِيهِ فَلَمْ أَرَ فِيهِ بَأْساً، لِأَنَّ الْمَقَابِرَ وَقْفٌ، وَكَذَا الْمَسْجِدُ، فَمَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ. (عمدۃ القاری: ۴/ ۱۷۴) ''اور پرانے قبرستان میں نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ مسجد بھی وقف ہے اور قبرستان بھی وقف، دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔''

نیز فقہی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بوسیدہ قبر میں میت کے مٹی ہوجانے کی صورت میں وہاں نئی قبر بنانے اور اس جگہ کو دیگر امور میں صرف کرنے کے حوالے سے فقہاء کرام نے بڑا واضح موقف اختیار کیا ہے۔ انہوں نے بوسیدہ قبرستان کی جگہ کھیتی باڑی کرنے اور تعمیرات کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی نے تبیین الحقائق میں بیان کیا ہے، اسی کو ابن نجیم، علامہ شامی اور صاحبان فتاویٰ ہندیہ نے بھی نقل کیا ہے:

وَلَوْ بَلِيَ الْمَيِّتُ وَصَارَ تُرَابًا جَازَ دَفْنُ غَيْرِهِ فِي قَبْرِهِ وَزَرْعُهُ وَالْبِنَاءُ عَلَيْهِ. (تبیین الحقائق: ۱/ ۲۴۶)

'اگر میت بوسیدہ ہوکر مٹی میں مل جائے تو اس جگہ دوسری میت دفن کرنا، وہاں کھیتی کاشت کرنا اور اس پر تعمیرات کرنا جائز ہے۔''

اسی طرح 'کفایت المفتی' میں ہے: اگر اب قبرستان کی زمین دفن کے کام میں نہیں آسکتی تو اسے مسجد کے کام میں لے سکتے ہیں''۔ (کفایۃ المفتی: کتاب الوقف ۔ ۷/ ۳۱)

قبرستان لیز پر دیں

دیہی علاقوں میں قبرستان کو باڑہ، چراگاہ بنا کر رکھ دیا جاتا ہے، بالخصوص برسات اور سیلاب کے موقع پر اس کی بڑی توہین ہوتی ہے، فقہاء نے اس سے منع کیا ہے کہ شمس الائمہ محمود اوزجندی سے سوال کیا گیا کہ جہاں قبریں بوسیدہ وہوگئی ہوں وہاں کھیتی کی جاسکتی ہے، انہوں فرمایا: نہیں، اسی طرح اس میں جانور چرانا بھی درست نہیں ہے:

سُئِلَ هُوَ أَيْضًا عَنْ الْمَقْبَرَةِ فِي الْقُرَى إذَا انْدَرَسَتْ وَلَمْ يَبْقَ فِيهَا أَثَرُ الْمَوْتَى لَا الْعَظْمُ، وَلَا غَيْرُهُ هَلْ يَجُوزُ زَرْعُهَا وَاسْتِغْلَالُهَا؟ قَالَ: لَا، وَلَهَا حُكْمُ الْمَقْبَرَةِ، كَذَا فِي الْمُحِيطِ فَلَوْ كَانَ فِيهَا حَشِيشٌ يُحَشُّ وَيُرْسَلُ

إِلَى الدَّوَابِ وَلَا تُرْسَلُ الدَّوَابُ فِيهَا، كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ. (هندیه: ۲/ ۴۷۰)

اس کا حل تلاش کرنا چاہئے، راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس طرح کے قبرستان کو باونڈری کردی جائے اور پھر لازمی قبروں کی جگہ، علاقہ کے اعتبار سے متعین کرکے جن جگہوں کو خالی پائے، جو متاثرہ ہوں انہیں لیز پر دے دیا جائے، اگر وہاں پر کوئی تازہ قبر ہو تو اس کی حفاظت بوسیدہ ہونے تک ضروری ہے اور اگر بوسیدہ قبر ہو، آثار بھی مٹ گئے ہوں تو کوئی مسئلہ باقی نہیں رہتا، اس طرح ممکن ہے کہ قبرستان کی حرمت باقی رہے اور بقیہ زمین قبرستان کیلئے رفاہی طور پر استعمال ہوجائے گی، نیز یہ بھی ضروری ہوگا کہ آمدنی قبرستان اور اس سے متعلقات پر صرف ہو، اسی طرح یہ فیصلہ ذاتی نہیں بلکہ پوری کمیٹی مل کر کرے تاکہ وقف پر کوئی حرف نہ آئے۔

یہ مسئلہ فقہاء کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے، تقریباً اکثر فقہاء نے وقف کے سلسلہ میں اس پر بحث کی ہے اور استبدال، یا انتقال نفع وغیرہ کو موضوع بنایا ہے، چند مباحث دیکھ لیجئے! 'فتاوی خانیہ' میں ہے کہ مسافر خانہ جو رہ گزر سے دور ہو، گذرنے والے مستغنی ہوں، اور راستے کے قریب ہی دوسری سرائے موجود ہو تو سید امام ابوشجاع کا خیال ہے کہ اس کا سامان دوسری سرائے میں استعمال کردیا جائے گا، جیسا کہ مسجد ویران ہوجائے اور گاؤں کے لوگ اس سے مستغنی ہوگئے ہوں، پھر معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے، وہ لکڑی فروخت کردے اور اس کی قیمت دوسری مسجد میں لگادے تو جائز ہے، اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ اب وہ واقف کی میراث شمار ہوگی، یہی حکم اس حوض کا بھی ہے جو عوامی مفاد کیلئے وقف کیا گیا ہے اور اب قابل استعمال باقی نہ رہا ہے۔

نیز 'ذخیرہ' میں شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ ان سے ایسی مسجد، یا حوض کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ویران ہوگئے ہوں اور لوگوں کے وہاں سے چلے جانے کے باعث اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی ہو تو کیا قاضی کو حق ہوگا کہ اس کے اوقاف کسی اور مسجد، یا وض میں لگادیے جائیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، اور ایسے ہی 'بحر الرائق' میں 'قنیہ' نامی کتاب سے نقل کیا گیا ہے.... مناسب ہے کہ ایک وقف کا سامان دوسرے وقف میں دینے کے مسئلہ میں امام ابوشجاع، امام حلوائی کے فتوی کی اتباع کی جائے کہ اس مسئلہ میں مسجد یا حوض کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، یہ دونوں پیروی کیلئے کافی ہیں، خصوصاً ہمارے زمانے میں، اس لئے کہ مسجد، سرائے، یا حوض وغیرہ کو اگر منتقل نہ کیا جائے تو اس کے شکستہ حصے چور اور غار تگر اٹھالے جائیں گے، جیسا کہ مشاہدہ وتجربہ ہے، نیز خود اوقاف کے نگراں وغیرہ اسے کھا جائیں گے اور منتقل نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسری مسجد بھی جس کو اس کی ضرورت ہے ویران ہوجائے گی۔ (ردالمحتار: ۳/ ۵۱۴)

جب وقف کی عمارت منہدم ہوجائے اور اس شئ وقف کیلئے کوئی ایسا سامان نہ ہو جس کے ذریعہ اس کی تعمیر کی جاسکے تو امام محمد کے نزدیک یہ وقف بانی، یا اس کے ورثہ کی طرف لوٹ جائے گا، بخلاف امام ابو یوسف کے؛ لیکن امام

محمد کے نزدیک وہ شئی واقف، یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹائی جائے گی جو مکمل طور پر اس لائق باقی نہ رہی ہو، جس مقصد کیلئے واقف نے وقف کیا تھا، مثلاً: دکان جو جل گئی ہو اور اس سے اب کچھ بھی کرایہ حاصل نہ ہوسکتا ہو، اور مسافر خانہ اور حوض جو تباہ ہو گیا ہو اور اس کی تعمیر کیلئے کچھ نہ ہو، اور جو عمارت کہ وقف کی گئی ہو، وہ واقف کی ملک میں واپس نہیں آسکتی، اور اس کا میدان وقف ہی رہے گا، جو کرایہ پر دیا جائے گا، اگر چہ تھوڑا سا کرایہ حاصل ہو، بخلاف سرائے کے، جہاں تک رستاق کی بات ہے تو وہ کبھی کبھی ویران ہو جاتا ہے، اور وہ کبھی بن جاتا ہے، اور وہ اس حالت میں ہو جاتا ہے کہ اگر عمارت کا شکستہ حصہ منتقل کر دیا جائے تو اس کی زمین ایسے شخص کو کرایہ پر دی جاسکتی ہے جو تعمیر کرے یا درخت لگائے، اگر چہ کہ کرایہ کم حاصل ہو۔ (ردالمحتار: ۳/ ۵۱۳)

قاضی مجاہد الاسلام صاحب نے ان آراء کو 'مباحث فقہیہ' میں نقل کیا ہے، اس کے بعد قاضی صاحب کی رائے یہ بیان کی گئی ہے: ''میری رائے میں ایسے قبرستان کی اراضی کو کرایہ (Lesas) پر دیا جاسکتا ہے، اور یہی اقرب الی الفقہ ہے''۔ (مباحث فقہیہ: ۲۴۷) موضوع کے اخیر میں قاضی صاحب نے خلاصہ بحث اس طرح نقل کیا ہے جس کی تطبیق آج بھی ہوسکتی ہے: ''موجودہ صورت حال یہ ہے کہ غیر آباد قدیم اور مردہ قبرستانوں کو اگر لیز پر لگا دیا جائے تو ہزار ہا قبرستان جو ابھی آباد ہیں اور ان کا تحفظ خطرہ میں ہے، ایسے قبرستانوں کے تحفظ کی صورت نکالی جاسکتی؛ لہذا میرے نزدیک شرع اسلام کی رو سے ایسے مردہ اور قدیم قبرستانوں کو تعمیرات، یا کاشت کیلئے لیز پر دیا جاسکتا ہے، اور اس طرح کی آمدنی کو اولا دیگر مقابر کے تحفظ، یا ایسے شہروں اور آبادیوں کیلئے قبرستان کی اراضی حاصل کرنے پر خرچ کرنا چاہئے، جہاں قبرستان کی ضرورت ہے، اگر اس طرح کے مدات پر خرچ کے بعد رقم بچ جائے تو اسے مدارس، مسافر خانوں، نادار بچوں کی تعلیم اور دوسرے رفاہی کاموں پر خرچ کیا جاسکتا ہے''۔ (دیکھئے: مباحث فقہیہ: ۲۵۰)

خلاصہ بحث

* قبرستان کی حرمت کا خیال ضروری ہے، اس میں بنیادی بات یہ ہے کہ حرمت میت، وقف کی غرض وغایت کو کوئی ٹھیس نہ پہنچے۔

* وقف اراضی کے مسائل میں واقف کی غرض ملحوظ رہے گی، اور ذاتی زمین میں حرمت میت کے ساتھ تصرف جائز ہوتا ہے۔

۱۔ قبرستان کے اوپر پلر دے کر مارکیٹ بنانے سے حرمت میت میں خلل ہوگا، اس لئے یہ مناسب نہیں۔

۲۔ قبرستان کے اوپر چھت اور اس پر مٹی ڈال کر مردے دفن کرنا گویا ایک مسجد کی دو منزلیں بنانا ہے، اس سے کوئی حرج نہیں۔

۳۔استبدال قبرستان اگر ضرورت شدیدہ کی بنا پر ہوتو قوانین اور شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے جائز ہے، یہ واقف کی غرض کو بہتر بنانا ہے۔

۴۔مسجد اور قبرستان کی زمین ایک دوسرے کیلئے ضرورت کی بنا پر استعمال جائز ہے؛ البتہ خیال رہے کہ حرمت میت پامال نہ ہو۔

۵۔تعمیر مسجد اس وقت درست ہے جب واقف نے اس کی اجازت دی ہو یا پھر وہ جگہ دفن میت سے خالی سے اور اس کی ضرورت بھی نہ ہو۔

۶۔تحفظ اراضی وقف اس وقت اہم ترین ضرورت ہے، اس لئے اگر کوئی قبرستان خالی ہو، ویران ہو، تو اس میں تعلیمی ادارے اس طرح شروع کئے جاسکتے ہیں کہ اس کی آمدنی قبرستان کیلئے ہو اور مستقبل میں اگر ضرورت ہوتو وہ اسے خالی بھی کرواسکیں۔

۷۔اگر قبرستان بڑا ہے اور حرمت میت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، تو جنازہ گاہ بنا سکتے ہیں۔

۸۔قبرستان میں جانور چرانا، مویشی خانہ بنا دینا درست نہیں ہے، مگر اس طرح کے قبرستان کی دیکھ ریکھ کا بھی مسئلہ ہوتا ہے، قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ کے مطابق جہاں قبرستان خالی ہے، کوئی مردہ نہیں تو انہیں مشروط لیز پر دے دیں تو حرج نہیں۔

موضوع: قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

عبیداللہ ندوی

استاد حدیث وادب دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ، گجرات

کیا قبرستان پر چھت دیکر اوپر دکانیں بنائی جاسکتی ہیں؟

اس کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں: ایک یہ کہ جگہ باقاعدہ قبرستان کے لئے وقف نہیں کی گئی ہے، تو ایسی صورت میں واقف یا وقف کے متولی کی اجازت سے قبرستان میں پلر لگانا جائز ہوگا اور اوپر کے منزلہ میں دکانیں بنانا بھی جائز ہوگا، بشرطیکہ جگہ میں قبریں نہ بنی ہوں تو اس صورت میں قبروں کو چھوڑ کر خالی جگہ میں پلر کھڑے کر کے بنا سکتے ہیں، اس سے اوپر کی منزل پر چلنے سے قبروں کی بے حرمتی لازم نہیں آئے گی اس لئے کہ مطاف میں بھی بہت سے انبیاءؑ کی قبور ہیں، تبیین الحقائق میں ہے: ''ولو وضع الميت لغير القبلة أو على شقه الأيسر أو جعل رأسه في موضع رجليه وأهيل عليه التراب لم ينبش، ولو سُوي عليه اللبن ولم يُهل عليه التراب نزع اللبن وروعي السنة ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه.'' (تبیین الحقائق و حاشیۃ الشلبی ۱/ ۲۴۶، ط: مطبعہ کبری امیریہ، بولاق، قاہرہ) ترجمہ: اور اگر میت کو قبر میں غیر قبلہ کی جانب رکھ دیا گیا یا بائیں پہلو پر رکھ دیا گیا یا اس کا سر پاؤں کی طرف رکھ دیا گیا اور اس پر مٹی ڈال دی گئی تو قبر کھودی نہیں جائے گی، اور اگر اینٹیں برابر کی گئی ہیں مٹی نہیں ڈالی گئی ہے تو اینٹیں اکھاڑی جائیں گی اور سنت کی رعایت کی جائے گی، اور اگر لاش بوسیدہ ہوگئی اور مٹی ہوگئی ہو تو اس قبر میں دوسرے کو دفن کرنا، اس میں کھیتی باڑی کرنا اور اس پر تعمیر کرنا جائز ہے،،۔

دوسرے یہ کہ وہ جگہ قبرستان کے لئے باقاعدہ وقف کی گئی ہو، تو پھر میں پلر لگا کر اوپر دکانیں بنانے کی اجازت نہیں ہوگی، شامی میں ہے: '' شرط الواقف كنص الشارع'' (شامی کتاب الوقف، ۴/ ۴۳۳، ط: سعید) ترجمہ: واقف کی شرط شارع کی نص جیسی ہے۔

کیا قبرستان پر ستون قائم کر کے کئی منزلہ قبرستان بنا سکتے ہیں؟

درج ذیل وجوہات سے جائز نہیں ہے:

۱- مردوں کو دفن کرنا (اسلام کے ثقافتی شعائر) میں سے ہے اور اس کا تعلق عبادات سے ہے اور عبادات توقیفی

ہیں جن کی اصل حرمت ہے، لہذا نئی صورت کی اباحت کے لئے حکم شرعی کی ضرورت ہے جو یہاں مفقود ہے۔

۲۔نص کی عدم موجودگی میں قیاس کے ذریعہ حل نکالا جاسکتا ہے لیکن قیاس کے صحیح ہونے کے لئے مقیس اور مقیس علیہ میں علت مشترکہ ہونا ضروری ہے ورنہ قیاس صحیح نہیں ہوگا اور چھت پر دفنانے اور زمین میں دفنانے کے مابین علت مشترکہ مفقود ہے،''منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تاره أخرى،،(طٰہٰ:۵۵)

ترجمہ: اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے،،۔

۳۔چھت پر قبریں بنانے سے وہ مقاصد پورے نہیں ہوسکتے جو زمین میں گڑھے کھودنے سے حاصل ہوتے ہیں، کیونکہ زمین اپنی طبعی ساخت کیوجہ سے مردے کا تعفن اور بدبو جذب کرکے مٹی کا حصہ بنادیتی ہے، نیز زمین کے حشرات، سورج کی شعائیں وغیرہ بھی اس کی معاونت کرتے ہیں، علاوہ ازیں مٹی دوسری چیزوں کو پاک کرنے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے، لیکن چھت بنانے کی صورت میں یہ مقاصد پورے نہیں ہوں گے بلکہ دوسرے مفاسد اور قباحتیں جنم لیں گی، مثلا:

الف: اگر تعفن کو دبانے کے لئے پختہ قبریں بنائیں تو یہ جائز نہیں، کسی فقہی مذہب میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

ب: اگر چھت پر منوں مٹی ڈالی جائے تو اس کے لئے انتہائی مضبوط ستونوں کی ضروت ہوگی جس میں لاکھوں کروڑوں کی لاگت آئے گی جو ہر جگہ ممکن نہیں ہے، اور پھر اگر ممکن بھی ہو تو اتنے میں نئی قبرستان کی جگہ خریدی جاسکتی ہے۔

ج: اس میں تعفن اور بھبھو کے پیدا ہوں گے، اور زائرین وہاں نہ داخل ہوسکیں گے اور نہ ہی ناک دے سکیں گے، اور اگر تعفن کو دبانے کے کئے زہریلے کیمیکلز استعمال کئے جائیں تو مردوں کی ہڈیاں گل جائیں جو کہ ممنوع اور تعظیم میت کے خلاف ہوگا۔

د: ملٹی اسٹوری قبرستان کی تعمیر کے جواز میں سب سے بڑی قباحت یہ ہوگی کہ ہم تقریبا نصف فیصد پختہ قبریں اور مزارات بنانے کو تسلیم کررہے ہیں تبھی تو ایسے لوگوں کی خبر لینے کے بجائے اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق کچی قبروں میں تبدیل کرنے کے بجائے نئے افق کھول رہے ہیں، کیونکہ کچی قبروں کی صورت میں بالعموم قبرستان کی تنگی کے مسائل پیدا نہیں ہوتے، ہمارا آدھا مسئلہ تو اسی سے حل ہوجائے گا۔

ھ: بارش وغیرہ کے زمانے میں محدود مٹی کے بہہ جانے سے یا پانی میں گھل جانے سے لاشوں کے اعضاء بکھریں گے اور قبرون کی بھی بے حرمتی ہوگی۔

و: زلزلے وغیرہ میں ایسی عمارتوں کا گرنا خطرے سے خالی نہیں، بلکہ جتنی مضبوط اور سخت عمارت ہو اتنی ہی جلدی وہ زلزلہ کی نذر ہوجاتی ہے، اسی لئے زلزلے والے علاقوں میں لچک دار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں، لیکن اگر قبرستان کی عمارت ویسی لچک دار ہوگی تو مطلوبہ مقاصد پورے نہیں ہوں گے، اور عمارت گرنے کی صورت میں لاشوں

کی بے حرمتی کا مسئلہ ہے۔

۴۔مذکورہ مسئلہ کسی صورت بھی شک وشبہ سے بالاتر نہیں ہے لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ اس کو چھوڑ کر کوئی متبادل اختیار کیا جائے۔

متبادل شکلیں:

۱۔بعض لوگوں نے زیر زمین زیادہ گہرائی اور کم گہرائی پر دفن کرنے کو بھی اس مسئلہ کا حل بتایا ہے جو لحد یعنی بغلی قبر کی صورت میں ممکن ہے، اگر زیر زمین زیادہ گہرائی پر میت پہونچانے اور وہاں تدفین کا عمل پورا کرنے کی گنجائش میسر ہوجائے تو ایسی صورت میں بظاہر جواز کا پہلو نکلتا ہے جس طرح زمین کی گہرائی میں ایک ہی زاویہ میں کئی قبریں بنائی جاسکتی ہیں اسی طرح قبروں کے اوپر مٹی ڈال کر اس پر مزید قبروں کا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے، البتہ دونوں صورتوں میں زائرین کی آمد ورفت کا سلسلہ متأثر نہ ہو اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، بہت سے ملکوں میں ایسا ہو رہا ہے۔

۲۔پختہ قبریں بنانے سے سختی سے روکا جائے تاکہ دوسرے اموات کی تدفین ہوسکے، پکی قبریں بنانے سے بھی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ ایک ایک قبر سے ستّر ستّر مردے اٹھیں گے، گرچہ اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے لیکن یہ امر ناممکن بھی نہیں ہے ہمیں نہیں معلوم کہ قیامت کب آئے گی اور اس سے پہلے کتنے انسان زمین میں مدفون ہوں گے یہ بھی ممکن ہے کہ ایک میت کے آثار معدوم ہوجائیں تو وہاں کوئی دوسری میت دفن کر دی جائے، سیلابوں، جنگوں، اور آفات کے نتیجہ میں مشکلات کے باعث ایک قبر میں زیادہ میتیں دفن کی جاسکتی ہیں، شاید اشارہ اس طرف بھی ہو۔

حاشیہ ابن عابدین شامیؒ ہے: **ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه،** (تبیین الحقائق وحاشیۃ الشلبی ۱/ ۲۴۶، ط: مطبعہ کبری امیریہ، بولاق، قاہرہ) ترجمہ: اور اگر لاش بوسیدہ ہوگئی اور مٹی ہوگئی ہو تو اس قبر میں دوسرے کو دفن کرنا، اس میں کھیتی باڑی کرنا اور اس پر تعمیر کرنا جائز ہے،،۔

کیا چھوٹے قبرستان کو فروخت کر کے دوسرا وسیع قبرستان لیا جاسکتا ہے؟

اس سوال میں بھی اصولی طور سے دو صورتیں ہونی چاہئے تھیں: ایک یہ کہ واقف نے زمین کو عین قبرستان کے لئے وقف کیا تھا، اور دوسری صورت یہ کہ واقف نے زمین کو عین قبرستان کے لئے وقف نہیں کیا تھا، اگر واقف نے اس کی صراحت کی تھی کہ یہاں قبرستان ہی بنے تو اس کی صراحت کے بعد اس موقوفہ زمین کو بیچنا جائز نہیں ہوگا، اور اگر باقاعدہ صراحت نہیں کی تھی تو بدرجۂ مجبوری اسے فروخت کر سکتے ہیں، البتہ کوشش کی جائے کہ بغیر فروخت کئے دوسری جگہ خرید لی جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے، فتح القدیر میں ہے:

”وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالى، فيزول ملك الواقف عنه إلى الله تعالى على تعود منفعته إلى العباد، فيلزم، ولا يباع ولا يوهب ولا يورث“ (فتح القدير لابن الهمام ۲۰۳/۶، كتاب الوقف، ط: دار الفكر)

”ترجمہ: اوران دونوں کے نزدیک عین کو ملک اللہ کے حکم پر روکا جائے گا، پس واقف کی ملکیت ختم ہوکر اللہ کی طرف منتقل ہوجائے گی بایں طور کی ان کی منفعت بندوں کی طرف لوٹ آئے گی، اور پھر وقف لازم ہوجائے گا، نہ بیچا جائے گا نہ ہبہ کی جائے گا اور نہ ہی میراث میں تقسیم کیا جائے گا“۔

شامی میں ہے:

”شرط الواقف كنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة وجوب العمل به“. (شامی كتاب الوقف، ۴۳۳/۴، ط: سعيد)

”ترجمہ: واقف کی شرط شارع کی نص جیسی ہے، یعنی مفہوم، دلالت اور وجوب عمل میں“.

قبرستان میں استنجاء ووضوخانہ بنانے کا حکم:

اولاتو اس طرح کے قبرستانوں میں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ یہ وقف ہے یا نہیں؟ اگر وقف ہے تو اس میں کسی بھی طرح کا ایسا تصرف جائز نہیں جو واقف کی شرطوں کے خلاف ہو، لیکن اگر وہ قبرستان وقف نہیں ہے تو ایسی صورت میں جہاں قبریں نہیں وہاں پر اس طرح سے بیت الخلاء کا انتظام کیا جاسکتا ہے کہ اس کا اثر قبروں تک نہ پہونچے، اور جہاں قبریں ہیں اور ان کے بارے میں یقین ہے کہ میت کے اجزاء باقی ہیں تو وہاں اس طرح کی کوئی عمارت بنانا درست نہیں ہے، اور جہاں قبریں بوسیدہ ہوچکی ہیں اور اس کا یقین ہے تو وہاں وضوخانہ اور جماعت کے لئے رہائشی کمرہ وغیرہ بنانا درست ہوگا البتہ بیت الخلاء بنانا مناسب نہیں، کوشش یہ کی جائے کہ اگر زائد جگہ ہو تو وضوخانے اور استنجاء خانے کسی ایک طرف بنادئے جائیں تاکہ آنے جانے والوں کے لئے سہولت ہو، لیکن اگر اس طرح کی کوئی جگہ زائد خالی نہیں ہے تو بدرجہ مجبوری بیت الخلاء کی تعمیر کی گنجائش ہوگی بشرطیکہ نجاست کا اثر قبروں تک نہ پہونچے، ہندیہ میں ہے: ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه، كذا في التبيين،، (الفتاوى الهندية، كتاب الجنائز، الفصل السادس) ترجمہ: اور اگر لاش بوسیدہ ہوگئی اور مٹی ہوگئی ہو تو اس قبر میں دوسرے کو دفن کرنا، اس میں کھیتی باڑی کرنا اور اس پر تعمیر کرنا جائز ہے،،۔

نیز ہندیہ ہی میں ہے: ويكره أن يُبنى على القبر أو يُقعَد أو يُنام عليه أو يُوطأ عليه أو تُقضى حاجة الإنسان من بول أو غائط أو يُعلم بعلامة من كتابة ونحوه، كذا في التبيين،، (الفتاوى الهندية، كتاب الجنائز، الفصل السادس) ترجمہ: اور قبر کے اوپر عمارت تعمیر کرنا یا بیٹھنا یا روندنا یا بشری تقاضے مثلا پیشاب پاخانہ کرنا یا

کوئی علامت مثلا نام وغیرہ لکھنا مکروہ ہے،''تبیین ''میں اسی طرح ہے،،۔

قبرستان کی جگہ میں مسجد اور استنجاء ووضوخانہ بنانے کا حکم:

اگر قبرستان کسی کی ذاتی ملکیت ہوتو اس کی اجازت سے وہاں مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے،اجازت بہرحال ضروری ہے،اور اگر وقف ہے تو اس میں مسجد نہیں بنائی جاسکتی ہے اس لئے کہ وہ جگہ خاص قبرستان کے لئے وقف کی گئی ہے، البتہ اگر قبریں بوسیدہ ہوگئی ہوں اور آئندہ اس میں تدفین کی ضرورت نہ ہو اور مسجد کی ضروت بھی ہوتو اس کی گنجائش ہے کہ یہاں مسجد تعمیر کرلی جائے،اور اگر کھدائی کے دوران بوسیدہ ہڈیاں وغیرہ نکلیں تو ان کا حترام ملحوظ رکھتے ہوئے انھیں کہیں دفنادیا جائے۔(لیکن یادرہے یہ شکل سوال میں دریافت نہیں کی گئی ہے)

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابن القاسم :لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم فيها مسجدا لم أر بذلک بأسا ،لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم ،لا يجوز لأحد أن يملكها ، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تمليكه لأحد فمعناهما واحد وأما المقبرة الداثرة إذا بني فيها مسجد ليصلى فيها ،لم أر فيه بأسا ،لأن المقابر وقف ،وكذا المسجد فمعناهما واحد،،(عمدة القاری شرح صحيح البخاری ، باب هل تنبش قبر مشرکی الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد ۹ ۷ ۱/۴،دار الفكر بيروت)

ترجمہ:ابن القاسم فرماتے ہیں:اگر مسلمانوں کے مقابر میں سے کوئی قبرستان مٹ گیا اور لوگوں نے اس میں مسجد بنالی تو میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے،کیونکہ قبرستان مسلمانوں کے اوقاف میں سے ان کے مردوں کو دفن کرنے کے لئے وقف ہے،کسی کے لئے اس کو اپنی ملک بنانا جائز نہیں ہے،اگر وہ مٹ جائے اور اس میں دفن کی ضرورت باقی نہ رہے تو اس کو مسجد کے کام میں لانا جائز ہے کیونکہ مساجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ہی ہے،اس کو بھی اپنی ملکیت میں لینا جائز نہیں ہے چنانچہ دونوں کا مقصد ایک ہوگیا،اور مٹے ہوئے قبرستان میں اگر مسجد بنادی جائے تاکہ لوگ اس میں نماز پڑھیں تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے،اس لئے کہ جس طرح مقابر وقف ہیں اسی طرح مسجدیں بھی،تو دونوں کا مقصد ایک ہوا۔

البحر الرائق میں ہے:

''الثامنة في وقف المسجد: أيجوز أن يبنى من غلته منارة ؟قال في الخانية معزيا إلى أبي بكر البلخي: إن كان ذلک من مصلحة المسجد بأن كان أسمع لهم ،فلا بأس به.''(البحر الرائق، كتاب الوقف ،

۵/۲۱۵، ط: رشیدیہ)

''ترجمہ: آٹھواں مسئلہ وقف کے بارے میں: کیا اس کی پیداوار (منافع/آمدنی) سے منارہ بنانا جائز ہے؟ خانیہ میں ابوبکر بلخیؒ کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا ہے: اگر یہ مصالح مسجد میں سے ہے، مثلاً اس سے لوگوں کو اذان کی آواز زیادہ سنائی دیتی ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں''۔

نیز اگر کسی جگہ قبرستان کی زمین تدفین موتی سے زائد ہو اور وہاں مسجد کی سخت ضرورت ہو تو ایسے وقت میں تعمیر کی اجازت ہو جاتی ہے اور جب مسجد تعمیر ہو گئی تو اس میں نماز بلا کراہت درست ہے۔ (دیکھئے: فتاوی دار العلوم دیوبند، جواب نمبر: ۱۷۶۰۱۰)

نیز اگر قبرستان چھوٹا ہو تو ضرورت کی صورت میں پلر دے اوپر بھی مسجد بنا سکتے ہیں۔

رہا مسئلہ استنجاء خانے کا تو اگر قبرستان وقف ہے تو یہ درست نہیں، لیکن اگر وقف نہ ہو تو ضرورت کے موقع پر اس طرح اس کا انتظام کیا جا سکتا ہے کہ قبر تک اس کے اثرات نہ جائیں، اور سب سے بہتر یہ ہے کہ قبرستان کے باہر انتظام کیا جائے۔

قبرستان میں تحفظ کے غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کرنے کا حکم:

میرے خیال میں ایسا کرنے کی گنجائش ہے، دلیل عمدۃ القاری کی یہ عبارت ہے:

''قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم فيها مسجدا لم أر بذلك بأسا، لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم، لا يجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين، لا يجوز تمليكه لأحد فمعناهما واحد، وأما المقبرة الداثرة إذا بني فيها مسجد ليصلى فيها، لم أر فيه بأسا، لأن المقابر وقف، وكذا المسجد فمعناهما واحد.'' (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، باب هل تنبش قبر مشرك الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد ۴/۱۷۹، دار الفكر بيروت)

''ترجمہ: ابن القاسم فرماتے ہیں: اگر مسلمانوں کے مقابر میں سے کوئی قبرستان مٹ گیا اور لوگوں نے اس میں مسجد بنالی تو میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ قبرستان مسلمانوں کے اوقاف میں سے ان کے مردوں کو دفن کرنے کے لئے وقف ہے، کسی کے لئے اس کو اپنی ملک بنانا جائز نہیں ہے، اگر وہ مٹ جائے اور اس میں دفن کی ضرورت باقی نہ رہے تو اس کو مسجد کے کام میں لانا جائز ہے کیونکہ مساجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ہی ہے، اس کو بھی اپنی ملکیت میں لینا جائز نہیں ہے چنانچہ دونوں کا مقصد ایک ہو گیا، اور مٹے ہوئے قبرستان میں اگر مسجد بنادی جائے تا کہ لوگ اس میں نماز پڑھیں تو میرے نزدیک اس میں کوئی

حرج نہیں ہے، اس لئے کہ جس طرح مقابر وقف ہیں اسی طرح مسجدیں بھی، تو دونوں کا مقصد ایک ہوا''۔

اگر موقوفہ قبرستان کی زمین شہر سے متصل ہو تو دکان بنانے کی اجازت ہے جیسا کہ صاحب بزازیہ نے یہ لکھا ہے: **إلا إذا كانت الأرض متصلة بالمصر**،، ((الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الہندیۃ ۶ / ۲۵۴) ترجمہ: گویا کہ علی الاطلاق بنانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ ایسی زمین سے پیداواری آمدنی کافی ہوسکتی ہے (فقہی مسائل ۲ / ۲۹۵) مگر یہ کہ زمین شہر سے متصل ہو،،۔

معلوم ہوا کہ جب دکانیں بنا سکتے ہیں تو اوقاف کے تحفظ کے لئے دینی ادارے بھی بنا سکتے ہیں، البتہ اس امر کا خیال رکھا جائے کہ کرایہ کی وصولی وغیرہ میں مشکلات نہ ہوں، کیونکہ اکثر اوقاف کی کرایہ داری میں بہت زیادہ لا پرواہی ہوتی ہے۔ (دیکھئے: مسائل اوقاف ص: ۲۱۹)

وسیع وعریض قبرستان جو کشادہ ہو اور دوسرے مصرف میں اس کی زمین استعمال کرنے سے قبرستان میں کسی قسم کی کمی یا نقصان کا اندیشہ بھی نہ ہو، نیز قبرستان کی زمین پر کسی کی جانب سے قبضہ کا اندیشہ بھی ہو تو ایسی صورت میں واقف کی اجازت سے اگر موجود ہے تو مدرسہ وغیرہ تعلیمی ادارہ قائم کرنا بغرض حفاظت جائز ہوگا، اور اگر واقف موجود نہیں ہے لیکن یہ کام واقف کے منشا کے خلاف بھی نہیں تو اسمیں تعلیمی دارہ قائم کرنا درست ہوگا کیونکہ ایسا نہ کرنے سے اوقاف ضائع ہونے کا خطرہ ہے، نیز یہ کہ مدرسہ وغیرہ بھی وقف ہی کی ایک جنس ہے، فتاوی محمودیہ میں ہے: اگر وہ قبرستان مملوک ہے تو مالک کی اجازت سے دینی مدسہ کی تعلیم درست ہے،،

اگر قبرستان وقف ہے تو منشائے وقف ہی میں اس کا استعمال کیا جائے، لیکن اگر وقف ہونے باوجود وہ جگہ ضرورت سے زائد ہے اور بیکار رہنے سے اندیشہ ہے کہ کوئی اس پر غلط تصرف کرے گا جس سے وقف ہی ضائع ہوجائے تو دینی مدرسہ کی تعمیر کرنا درست بلکہ بہتر ہے، چنانچہ فقہ السنۃ میں ہے: **وما فضل من ربع الوقف واستغنى عنه فإنه يصرف في نظير ذلك الجهة، كالمسجد إذا فضلت غلة وقفه عن مصالحه صرف في مسجد آخر لأن الواقف غرضه في الجنس والجنس واحد**،، (فقہ السنۃ ۳/ ۵۲۹، کتاب الوقف، فاضل ربع الوقف.....ط: دار الکتاب، بیروت) ترجمہ: اور وقف کی زمین میں سے جو بچی ہو اور اس کی ضرورت نہ ہو تو اس کو اسی طرح کے کسی کام میں لایا جاسکتا ہے جیسے مسجد، جب اس کی آمدنی اس کے مصالح سے زائد ہو تو اس کو دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں کیونکہ واقف کا مقصد اسی جنس میں صرف کرنا ہے اور جنس ایک ہی ہے (یعنی دونوں وقف ہیں)۔

ردالمحتار میں ہے:

وفي شرح الملتقى: يصرف وقفها لأقرب مجانس، اھ (ردالمحتار ۴/ ۵۹، ط: سعید)

ترجمہ: اور ''شرح ملتقی'' میں ہے: اس کا وقف زیادہ قریبی جنس کی طرف پھیرا جائے گا،،۔

سوال نمبر پانچ کے تحت علامہ عینیؒ کی عبارت نقل کر چکا ہوں اس کو بھی دیکھ لیا جائے۔

قبرستان میں جنازہ گاہ تعمیر کرنے کا حکم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عیدگاہ، جنازہ گاہ اور قبرستان الگ الگ تھے، جیسا کہ بخار میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے:

أن اليهود جاءوا إلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم برجل منهم وامرأة زنيا ،فأمر بهما فرجما قريبا من موضع الجنائز عند المسجد،، (بخاری رقم:۱۲۷۷)

ترجمہ: یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زانی عورت ومرد کو لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق انھیں مسجد کے قریب جنازہ گاہ میں رجم کیا گیا،،۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"وحكى ابن بطال عن ابن حبيب أن مصلى الجنائز بالمدينة كان لاصقا بمسجد النبي صلى الله عليه وآله وسلم من ناحية جهة المشرق، انتهى." (فتح الباری ۳/۵۸۸، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۲۹)

ترجمہ: ابن بطال نے ابن حبیب سے نقل کیا ہے کہ مدینہ کی جنازہ گاہ مسجد نبوی سے متصل مشرقی جانب تھی"۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

"ولا بأس بالصلاة فيها إذا كان فيها موضع أعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة... وأنها لا تكره في مسجد أعد لها وكذا في مدرسة و مصلى عيد." (طحطاوی علی مراقی الفلاح، قدیم ص: ۳۲۶، دار الکتاب دیوبند)

"ترجمہ: اور اس میں (قبرستان میں) نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ اس میں نماز کے لئے کوئی جگہ تیار کی گئی ہو اور اس میں کوئی قبر یا نجاست نہ ہو،..... نیز یہ کہ ایسی مسجد میں نماز مکروہ نہیں ہے جو اسی کے لئے تیار کی گئی ہو، اسی طرح مدرسہ اور عیدگاہ میں بھی جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔

موسوعہ فقہیہ میں ہے:

ذهب الحنفية إلى أنه تكره الصلاة في المقبرة ،وبه قال الثوري والاوزاعي ، لأنها مظان النجاسة ، ولأنه تشبه با ليهود ،إلا إذا كان في المقبرة موضع أعد للصلاة ولا قبر ولا نجاسة فلا بأس،، (الموسوعة القفهية ۳۸/۳۴۶)

ترجمہ: حنفیہ کی رائے میں قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسی کے قائل ثوری اور اوزاعی ہیں، نیز اس لئے بھی کہ اس میں تشبہ بالیہود ہے، إلا یہ کہ وہاں کوئی جگہ نماز کے لئے بنی ہو اور سامنے قبر نہ ہو اور نہ نجاست

وغیرہ ہوتو کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ایک آدمی (بعض روایتوں کے مطابق ایک عورت) مسجد نبوی کی صفائی کرتا تھا ایک رات وہ فوت ہوگیا تو صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع کئے بغیر اسے دفنا دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے متعلق علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ پھر وہاں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ ادا کی اور صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صفیں باندھیں،،۔

اس حدیث کے پیش نظر بوقت ضرورت قبرستان میں جنازہ گاہ کا انتظام کیا جاسکتا ہے تاہم پہلی روایت کے مطابق بہتر اور محتاط بات یہی ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے اور جنازہ گاہ قبرستان سے جدا رکھا جائے، نیز اگر قبرستان میں جنازہ گاہ کا انتظام کیا گیا ہوتو اس کا لحاظ رکھا جائے کہ جنازہ کے سوا کوئی دوسری نمازہ ہرگز نہ ادا کی جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کے پاس یا قبرستان میں عام نمازوں کی ادائیگی سے منع فرمایا ہے۔

لیکن اگر جگہ کی قلت کا مسئلہ ہوتو یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ قبرستان کے اوپر چھت ڈال کر اسے جنازہ گاہ کے طور پر استعمال کیا جائے، اسطرح جگہ کی قلت بھی ختم ہوجائے گی اور شریعت کی پابندی کے ساتھ مسئلہ کا حل بھی نکل جائے گا۔

کیا قبرستان کے کچھ حصے میں غلہ اگانا یا ہنگامی حالات میں مویشیوں کو رکھنا درست ہے؟

اگر قبرستان مملوکہ ہے، وقف نہیں ہے اور میت بھی مٹی ہو چکا ہے تو اس میں کاشت وغیرہ کرنے اور غلہ اگانے کی اجازت ہوگی، شامی ہے:

"(قلت وقد تقدم) إنه إذا بلي الميت وصار ترابا يجوز زرعه والبناء عليه ومقتضاه جواز شئي عليه." (شامی ۱/۹۴۵)

ترجمہ: (میں کہتا ہوں کہ پیچھے گذر چکا ہے کہ) اگر لاش بوسیدہ ہوگئی اور مٹی ہوگئی ہوتو اس میں کھیتی باڑی کرنا اور اس پر تعمیر کرنا جائز ہے، اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر کوئی چیز تعمیر کرنا جائز ہے۔

ہندیہ میں ہے:

"لو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه، كذا في التبيين." (الفتاوى الهنديه، كتاب الجنائز، الفصل السادس)

"ترجمہ: اگر لاش بوسیدہ ہوگئی اور مٹی ہوگئی ہوتو اس قبر میں دوسرے کو دفن کرنا، اس میں کھیتی باڑی کرنا اور اس پر تعمیر کرنا جائز ہے"۔

اسی طرح کی عبارت "البحر الرائق" اور "تبیین الحقائق" میں بھی ہیں، نیز مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں: جب یقین یا ظن غالب ہوجائے کہ جسم خاک خوردہ ہوگیا ہوگا اس کے بعد قبر پر زراعت جائز ہے بشرطیکہ موضع قبر زارع کا

مملوک ہو، موقوف نہ ہو، موقوف ہا گا تو زراعت جائز نہ ہوگی بلکہ وہ زمین قبر کے کام لائی جائے گی ،، (امداد الاحکام ۳/ ۵۴۲، فتاوی حقانیہ ۶/ ۴۱۹)

اور اگر قبرستان موقوفہ ہو تو اس میں کھیتی باڑی کرنا اور غلہ اگانا ناجائز ہے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کی توہین ہے اور یہ اکرام مسلم کے منافی عمل ہے، حافظ ابن حجرؒ:

"باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد" كے تحت لكھتے هيں: أي دون غيرها من قبور الأنبياء وأتباعهم لما في ذلك من الإهانة لهم بخلاف المشركين فإنهم لا حرمة لهم،، (فتح الباری ۱/ ۲۴)

ترجمہ: انبیاء اور ان کے علاوہ ان کے متبعین کی قبور کو چھوڑ کر کیونکہ اس میں ان کی ہانت ہے برخلاف مشرکین کے، کہ ان کی کوئی حرمت نہیں ہے،،۔

فقہ حنفی میں ہے:

"سئل القاضي الإمام شمس الأئمة محمود الاوزجندي عن المقبرة في القرى إذا اندرست ولم يبق فيها أثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها ،قال: لا، ولها حكم المقبرة فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها كذا في البحر الرائق." (فتاوی هنديه ۲/ ۴۷۱)

"ترجمہ: قاضی امام شمس الائمہ محمود اوزجندیؒ سے سوال کیا گیا اس قبرستان کے بارے میں جو پرانا ہو گیا ہو اور مٹ گیا ہو اور اس میں مردوں کے نشانات نہ ہو، نہ ہڈی ہو اور نہ کوئی اور چیز، کیا اس میں کھیتی کرنا اور غلہ اگانا جائز ہے؟ فرمایا: نہیں، اسکا حکم قبرستان کا ہی رہے گا، البتہ اگر اس میں گھاس ہو تو کاٹی جائے گی، اور اس کو جانوروں کے پاس بھیجا جائے گا، لیکن جانوروں کو اس میں نہیں چھوڑا جائے گا، اسی طرح "البحر الرائق" میں ہے"۔

ہندیہ میں ہے:

ويكره أن يُبنى على القبر أو يُقعَد أو يُنام عليه أو يُوطأ عليه أو تُقضى حاجة الإنسان من بول أو غائط أو يُعلم بعلامة من كتابة ونحوه، كذا في التبيين،، (الفتاوى الهنديه، كتاب الجنائز، الفصل السادس)

ترجمہ: اور قبر کے اوپر عمارت تعمیر کرنا یا بیٹھنا یا روندنا یا بشری تقاضے مثلا پیشاب پاخانہ کرنا یا کوئی علامت مثلا نام وغیرہ لکھنا مکروہ ہے، "تبیین" میں اسی طرح ہے،،۔

البحر الرائق میں ہے:

لا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة. (البحر الرائق، كتاب الوقف، ۵/ ۴۲۶، ط: زكريا بكڈپو)

ترجمہ: بستی والوں کے لئے قبرستان سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے،،۔

کفایت المفتی میں ہے: قبروں کا احترام ضروری ہے، وہاں گندگی، کوڑا کرکٹ وغیرہ ڈالنا اور جانوروں کو باندھنا ناجائز اور حرام ہے،،۔(کفایت المفتی جدید ۱۰/ ۵۱۸، ط: زکریا)

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں ہے:

"ویکرہ القعود والنوم علی القبر ویحرم البول والغائط ونحوھما."(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۵۳۶/ ۱، ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: قبر پر بیٹھنا یا سونا مکروہ ہے، اور پیشاب، پاخانہ وغیرہ کرنا حرام ہے،،۔

خلاصہ یہ کہ قبرستان میں کھیتی باڑی کرنا یا جانوروں کو باندھنا ناجائز اور حرام ہے کیونکہ یہ قبرستان کے حکم میں ہے، کوشش کرنا چاہئے کہ وہ اپنی اسی حالت میں باقی رہے، تاہم کوئی اور ایسی صورت پیدا نہ ہوسکے تو مجبوری میں گنجائش ہوگی۔

خلاصۂ بحث:

۱-الف: اگر قبرستان ذاتی ہو تو پلر دے کر اوپر دکانیں بنانے کی اجازت ہوگی، بشرطیکہ ستون ایسی جگہ کھڑے کئے جائیں جہاں قبر نہ ہو، گرچہ یہ بہتر اور مناسب نہیں ہے۔

ب: اور اگر قبرستان موقوفہ ہو تو اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

۲-جائز نہیں ہے، متبادل شکل اختیار کرنا چاہئے۔

۳-اگر واقف نے اس کی صراحت کی تھی کہ یہاں قبرستان ہی بنے تو اس کی صراحت کے بعد اس موقوفہ زمین کو بیچنا جائز نہیں ہوگا، اور اگر باقاعدہ صراحت نہیں کی تھی تو بدرجۂ مجبوری اسے فروخت کر سکتے ہیں، البتہ کوشش کی جائے کہ بغیر فروخت کئے دوسری جگہ خرید لی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

۴-مناسب تو نہیں ہے، البتہ شدید مجبوری ہو تو اس طرح انتظام کیا جائے کہ نجاست کے اثرات قبروں تک نہ پہونچیں۔

۵-الف: اگر کسی جگہ قبرستان کی زمین تدفین موتی سے زائد ہو اور وہاں مسجد کی سخت ضرورت ہو تو ایسے وقت میں تعمیر کی اجازت ہوگی۔

ب: اور اگر قبرستان چھوٹا ہو اور مسجد کی شدید ضرورت ہو تو ایسی صورت میں پلر دے کر اوپر مسجد بنائی جاسکتی ہے، استنجاء خانہ کا حکم جواب نمبر ۴ کے ضمن میں گذر چکا ہے۔

۶۔اگر واقف حیات ہے تو اس کی اجازت سے کر سکتے ہیں،لیکن اگر وہ حیات نہیں لیکن وقف ہونے کے باوجود وہ جگہ ضرورت سے زائد ہے اور بیکار رہنے سے اندیشہ ہے کہ کوئی اس پر غلط تصرف کرے گا جس سے وقف ہی ضائع ہوجائے تو دینی مدرسہ کی تعمیر کرنا درست بلکہ بہتر ہے۔

۷۔بوقت ضرورت قبرستان میں جنازہ گاہ کا انتظام کیا جاسکتا ہے،بس خیال رہے کہ قبلہ کی جانب دیوار ضرور کھڑی کر لی جائے،تا کہ شائبہ نہ ہو،اور اگر جگہ کی قلت کا مسئلہ ہوتو یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ قبرستان کے اوپر چھت ڈال کر اسے جنازہ گاہ کے طور پر استعمال کیا جائے،اسطرح جگہ کی قلت بھی ختم ہوجائے گی اور شریعت کی پابندی کے ساتھ مسئلہ کا حل بھی نکل جائے گا۔

۸۔ناجائز ہے کیونکہ یہ قبرستان کے حکم میں ہے کوشش کرنا چاہئے کہ وہ اپنی اسی حالت میں باقی ہے،تاہم کوئی اور ایسی صورت پیدا نہ ہوسکے تو مجبوری میں (مثلا سیلاب یا کسی اور آفت ارضی وسماوی کے موقع پر) گنجائش ہوگی۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

مولانا مفتی جنید احمد قاسمی
استاذ جامعہ رحمانی، خانقاہ، مونگیر ونگراں شعبہ تخصص فی الافتاء

سوال نمبر: (۱)۔اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریبا دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنا دی جائیں؛ تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔کیا شرعی نقطۂ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

الجواب وباللہ التوفیق:

قبرستان کی زمین مردوں کی تدفین کے لئے وقف ہوتی ہے اس زمین کو کسی اور کام میں استعمال کرنا غرضِ واقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، پس صورت مسئولہ میں قبرستان کے اوپر پلر دے کر دکانیں بنوانا درست نہیں ہے؛ وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔قبرستان میں کوئی زیادہ اخراجات نہیں آتے ہیں۔کچھ آتے ہیں جو استعمال کرنے والے اپنی جیب خاص سے ادا کر سکتے ہیں۔

۲۔قبرستان کے لیے زمین وقف کرنے والے نے نیچے سے اوپر تک قبرستان ہی کے لیے زمینیں وقف کی ہیں دکانیں بنانے کے لیے نہیں؛ اس لیے دکانوں میں قبرستان کے بالائی حصے کو استعمال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

۳۔قبرستان کی ضرورتیں اتنی بھاری نہیں ہوتیں کہ ان کی تکمیل کے لیے اوپر دکانیں بنا کر آمدنی اکٹھی کی جائے۔

۴۔کوئی ایسا قبرستان جو کسی کا خاص ہو یا عام ہو لیکن متروک التدفین ہو تو اگر مردے مٹی بن جائیں ایسی صورت میں اس کے اوپر مکان بنایا جاسکتا ہے۔لیکن یہاں مکان بنا کر اس کے نیچے تدفین کا عمل جاری رکھا جارہا ہے؛ اس لیے درست نہیں ہے۔اس میں مردے کی بے حرمتی ہے۔

والدلیل علی ماقلنا: ”علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة“ (شامی: ۶/۶۶۵،

ط:زکریا دیوبند) (فتاوی محمودیہ: ۲۳/۲۵۸، ط:دار المعارف دیوبند)

ولا يحفر قبر لدفن آخر إلا إن بلي الأول فلم يبق له عظم، إلا أن لا يوجد، فتضم عظام الأول، ويجعل بينهما حاجز من تراب. ويكره الدفن في الفساقي.

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه، كذا في التبيين." (كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من مكان إلى آخر، ج:1، ص:166، ط:دار الفكر)

وفي التاترخانية: إذا صار الميت تراباً في القبر يكره دفن غيره في قبره، لأن الحرمة باقية ـ الفتاوى الهندية- (291/19):

"وَسُئِلَ هُوَ أَيْضًا عَنْ الْمَقْبَرَةِ فِي الْقُرَى إذَا انْدَرَسَتْ وَلَمْ يَبْقَ فِيهَا أَثَرُ الْمَوْتَى لَا الْعَظْمُ وَلَا غَيْرُهُ هَلْ يَجُوزُ زَرْعُهَا وَاسْتِغْلَالُهَا؟ قَالَ: لَا، وَلَهَا حُكْمُ الْمَقْبَرَةِ، كَذَا فِي الْمُحِيطِ".

عمدة القاري شرح صحيح البخاري- (473/6) میں ہے:

"فإن قلت: هل يجوز أن تبنى على قبور المسلمين؟ قلت: قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلك بأساً، وذلك؛ لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضاً وقف من أوقاف المسلمين لايجوز تملكه لأحد".

کفایت المفتی میں ہے:

''مسجد کی طرح قبرستان میں بھی عام اموات کا بلا روک ٹوک دفن ہونا اس کے وقف ہونے کے لیے کافی ہے''۔(7/212,کتاب الوقف، چھٹا باب، ط:دار الاشاعت کراچی)

امداد الفتاوی میں ہے:

''الجواب: عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور سوا جل شانہ کے کوئی اس کا مالک نہیں ہوتا اور جب وقف ہوا تو متولی بحیثیت قبضہ اس کا مالک نہیں بن سکتا اور اس میں کوئی تصرف مالکانہ بیع وشراء وغیرہ نہیں کرسکتا۔۔۔'' الخ (2/570, کتاب الوقف، ط:دار العلوم کراچی):

سوال:۲۔قبرستان پر پلر ڈال کر اور مٹی بچھا کر مردوں کو دفن کرنا

اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا

اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات بنا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتیں، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورتحال میں کیا ایسا کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ قبرستان میں پلر دیکر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے جسکی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔ اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

صورت مسؤلہ میں ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ اگر نیچے کی قبریں مٹی نہیں بن گئیں تو اوپر عمارت بنانا درست نہیں ہے۔ اس سے مردے کی بے حرمتی ہوگی۔

۲۔ قبرستان ضروریات میں سے ہوتا ہے۔ ایسے میں مہنگے داموں میں ہی سہی خرید کر انتظام کرنا چاہئے۔ اور اگر خریدنے کی طاقت نہ ہو تو ایسی جگہوں سے ہجرت کر جانا چاہئے۔

۳۔ اوپر منزلوں کی صورت میں قبرستان بنانے پر اوپر کی قبروں کی بے حرمتی ہوسکتی ہے؛ اس لیے کبھی چھت کمزور ہوجاتی ہے اور پھر گر جاتی ہے۔ کبھی گولے بارود سے گر جاتی ہے کبھی زلزلے میں گر جاتی ہے؛ اس لیے ہر حال میں زمین پر ہی دفن کرنا چاہئے۔

۴۔ زمین کی تنگی یا عدم دستیابی کا شکوہ درست نہیں ہے۔ زمین کی فراہمی کی صورت نکالی جاسکتی ہے۔ مثلاً: اس زمانے میں گاڑیوں کی فراوانی ہے۔ اگر دس کیلومیٹر دور بھی لاش لیجانا پڑے تو پہلے کے مقابلے میں ابھی آسان ہے۔ بنابریں شہر کے باہر باہر چاروں طرف متعدد قبرستان خرید لیے جائیں۔ ہر جانب والے اپنی جانب والے قبرستان میں تدفین کا عمل انجام دیں۔ اس سے دوری بھی کم پڑے گی۔ اور چونکہ شہر سے باہر زمینیں مناسب داموں میں آج بھی مل جاتی ہیں۔ اس لیے وہاں خریدی جاسکتی ہیں۔ اور اس سے بوجھ بھی نہیں پڑے گا۔ ان شاء اللہ تعالی۔

براہ راست زمین میں تدفین کا عمل ہی متوارث چلا آرہا ہے۔ اسے ادنی مجبوری کی وجہ سے ترک کرنا مناسب عمل نہیں ہے۔

والدلیل علی ماقلنا:

وتقدم أنه إذا بلي الميت وصار ترابا يجوز زرعه والبناء عليه۔ (شامی، کتاب الصلاۃ، قبیل مطلب فی وضع الجريد و نحو الآس على القبور، کراچی ۲/۲۴۵، زکریا ۳/۱۵۵، ۳/۱۳۸، در مختار کراچی ۲/۲۳۸، زکریا ۳/۱۴۵، تبیین الحقائق ملتان ۱/۲۴۶، زکریا دیوبند ۱/۵۸۹، هندیه زکریا قدیم ۱/۱۶۷، جدید ۱/۲۲۸، الفقه علی مذاهب الأربعة، دار الفكر بيروت ۱/۵۳۸، البحر الرائق کوئٹہ ۲/۱۹۵، زکریا ۲/۳۴۱)

قال فی التبیین: ولو بلی المیت وصار تراباً ، جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ (تبیین الحقائق: ۱/۲۴۶)

سوال: ۳۔قبرستان کی زمین کا تبادلہ:

قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمدورفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہوجاتا ہے، کمیٹی اس صورت حال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جبکہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

الجواب وباللہ التوفیق

اگر قبرستان موقوفہ ہے تو اسے فروخت کرنا جائز نہیں۔اس کی چہار دیواری کرکے محفوظ کردیا جائے۔تدفین کا عمل بھی جاری رکھا جائے اور جہاں راستہ کشادہ ملے وہاں وسیع قبرستان خرید کر وہاں بھی تدفین کا عمل انجام دیا جائے، چونکہ آبادیاں بڑھ ہی رہی ہیں؛ اس لیے چھوٹے بڑے دو قبرستان ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

قال فی الشامی: فاذاتم لزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرھن۔(شامی: ۴/۳۰۲)

فتاوی شامی میں ہے:

”شرط الواقف کنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به“.

(فتاوی شامي: کتاب الوقف، 4/433ط:سعید

فإذا تم ولزم لایملک ولا یملَّک ولایعار ولایرھن. (الدر المختار) "قوله لایملک أي لایکون مملوکًا لصاحبه، ولایملَّک: أي لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه، لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه، ولایعار ولایرھن لاقتضائهما الملک".(الدر المختار مع الشامي: کتاب الوقف، 4/352ط:سعید)

سوال: ۴۔قبرستان کے کسی حصے میں استنجا خانے وغیرہ بنانا بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجا خانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجا خانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں، جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے

وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمد و رفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر وضو خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجا خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق:

قبرستانِ موقوفہ میں مسجد کے نمازیوں کے استعمال کی خاطر بھی بیت الخلاء بنانا جائز نہیں۔ وجوہات حسب ذیل ہیں:

۱۔ قبروں کی بے حرمتی ہوگی۔

۲۔ موقوفہ زمین کو واقف کی منشاء کے خلاف استعمال کرنا ہوگا جو جائز نہیں ہے۔

۳۔ مسجد کی اس طرح کی ضرورت کے لیے الگ سے زمین خریدنے کی سبیل نکالنی چاہئے۔

والدلیل علی ماقلنا: مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ. (فتاویٰ شامی)

سوال: ۵۔ قبرستان میں مسجد بنوانا:

ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجا خانہ اور بیت الخلا بنائے جاسکتے ہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق

مالکان نے مذکورہ جگہ کو قبرستان کے لیے وقف کیا تھا تو اس جگہ کو صرف قبرستان ہی کے مقاصد میں صرف کرنا چاہیے۔ لوگوں کا بعد میں اس قبرستان کے لیے وقف کردہ جگہ میں مستقل طور پر مسجد تعمیر کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر قبریں بوسیدہ ہوچکی ہوں اور آئندہ اس میں تدفین کی ضرورت نہ ہو اور مسجد کو توسیع کی ضرورت بھی ہو تو اس کی گنجائش ہے کہ ایسی زمین میں مسجد تعمیر کرلی جائے، اگر کھدائی کے دوران بوسیدہ ہڈیاں وغیرہ نکلیں تو ان کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں کہیں دفنا دیا جائے۔ اور اگر واقفین نے وقف کرتے وقت وہاں مسجد بنانے کی اجازت دی تھی تو اس صورت میں اس زمین پر مسجد تعمیر کرنا شرعاً درست ہے اور ایسی مسجد، ''شرعی مسجد'' کہلائے گی اور وہاں نمازوں کی ادائیگی درست ہوگی اور ثواب بھی مکمل ملے گا۔

خلاصہ یہ کہ موقوفہ قبرستان کی زمین میں مستقلاً مسجد بنانا درست نہیں ہے۔ اگر اس کے آس پاس پہلے سے مسجد تھی۔ اب مسجد میں توسیع کی ضرورت ہے تو ایسی صورت میں جزوی طور پر قبرستان کی کچھ زمینوں پر توسیع کی

گنجائش ہوگی۔اگر تمام عوام کا اتفاق ہو۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ في قبرہ وزرعہ والبناء علیہ، کذا في التبیین."(کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ج:1، ص؛167، ط:دار الف)

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ھے:

فإن قلت: هل يجوز أن تبنى على قبور المسلمين؟ قلت: قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم أر بذلك بأسا، وذلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد، لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لأحد، فمعناهما على هذا واحد. (كتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، رقم الحديث:82498، ج:4، ص:179، ط:دار إحياء التراث العربي

سوال نمبر:٦۔قبرستان کی اراضی پر دینی ادارے قائم کرنے کا حکم:

ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں،لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بدلگی ہوئی ہے اوران پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں اورمختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہورہی ہیں، اس تناظر میں اگرضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کردیئے جائیں تو کیا شرعا اسکی گنجائش ہوگی۔اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اورفتوے بھی آئے ہیں لیکن ان دنوں مسلمانوں اوران کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جورویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غوروفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشاء واقف کے خلاف تصورتونہیں کیا جائے گا؟اگر ادارہ قائم کردینے سے اراضی کا تحفظ ہوتو شرعا یہ پہلوراجح ہوگا یانہیں؟اگرادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کردیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہوتو کیا یہ صورت شرعا درست ہوگی؟

الجواب وباللہ التوفیق:

قبرستان کے لیے موقوفہ زمیں قبرستان کے لیے ہی استعمال کی جاسکتی ہے۔اس لیے کہ واقف نے قبرستان کے لیے ہی وقف کیا تھا۔اگر مستقل طور پر قبرستان کی زمینوں پر دیگر ادارے بنائے جائیں تو ایسی صورت میں موقوفہ زمین کو دوسرے مصرف میں استعمال کرنا لازم آئے گا جو صحیح نہیں ہے۔نیز دوسری قسم کے ادارے بنانے کی صورت

میں بھی ناجائز قبضے کا احتمال بڑھ جاتا ہے۔بس فرق یہ ہوگا کہ حکومت اپنے قبضے میں لینا چاہے گی اور یہاں ایک مسلمان قابض ہوگا۔درج ذیل شرائط کیبنیاد پر قبرستان کی خالی زمینوں پر اسلامی ادارے بنانے کی اجازت دی جاسکتی ہے:

۱۔اس زمین کے گرد رہنے والے تمام مسلمانوں کے اتفاق سے صالح وصلاحیت مند، متدین اور متقی مسلمانوں کی تین سال کے لیے مجلس شوری بنائی جائے۔ادارے کے اصول طے ہوں۔اور اصول کی روشنی میں دینی تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں۔

۲۔ادارے کا ڈیڈ بنے اور تین سال کی مدت کا اس میں ضرورت تذکرہ ہو۔

۳۔مجلس شوری کے ارکان کی اہلیت واوصاف کا بھی تذکرہ ہو۔

۴۔ادارے سے کرایہ وصول کیا جائے۔اور قبرستان کے مصرف میں استعمال کیا جائے۔

۵۔قبرستان کمیٹی متعینہ مدت تک کی تکمیل کے بعد جب چاہے قبرستان کی ضرورت کے پیش نظر خالی کروائے۔ یا مدت میں توسیع کردے۔

۶۔مستقل طور پر ادارے قائم نہ کئے جائیں۔پھر جب سرکاری نظر بد ختم ہوجائے یا مسلمانوں کی حامی سرکار برسر اقتدار آجائے تو قبرستان کی زمین خالی کردی جائے۔

ان شرائط کی بنیاد پر دینی ادارے قائم کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ورنہ نہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"ولو بلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه، كذا في التبيين."(كتاب الصلاة، باب الجنائز، ج:1، ص؛167، ط:دار الف)

عمدة القاری شرح صحیح البخاری میں ہے: فإن قلت: هل يجوز أن تبنى على قبور المسلمين؟ قلت: قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم أر بذلك بأسا، وذلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد، لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لأحد، فمعناهما على هذا واحد. (كتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، رقم الحديث:82498، ج:4، ص:179، ط:دار إحياء التراث العربي)

سوال:۷۔پرانے قبرستان کو مسجد بنانا:

ایک جگہ سالم قبروں کو توڑ کر اس جگہ مسجد بنائی جاوے، کیا قبروں کو توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد بنانا جائز ہے

یانہیں ان قبر کی جگہ پر۔؟

جواب: اگر وہ قبرستان مملوکہ زمین ہے اور اس میں قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ میت ان میں بالکل مٹی بن گئی ہو تو ان قبروں کو توڑ کر زمین کو ہموار کر دینا اور وہاں مسجد، مدرسہ، دکان سب کچھ بنانا درست ہے۔

میت کے مٹی بن جانے کے بعد احکام بدل جاتے ہیں، اگر وہاں میت مٹی نہیں بنی تو وہاں مسجد وغیرہ بنانا اور قبر کو توڑنا ناجائز ہے، ایسی حالت میں قبر کا احترام ضروری ہے۔

اگر وہ قبرستان پرانا اور وقف ہے اور اب وہاں مردے دفن نہیں ہوتے، دوسرا قبرستان موجود ہے اور اس قبرستان کے بے کار پڑے رہنے سے اندیشہ ہے کہ اس پر دوسرے لوگ غلط قبضہ کر لیں گے اور وہاں مسجد بنانا مناسب ہے تو مسلمانوں کے باہمی مشوروں سے مسجد بنانا درست ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه، كذا في التبيين." (كتاب الصلاة، باب الجنائز، ج:1، ص؛167، ط:دار الف)

عمدہ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے:

فإن قلت: هل يجوز أن تبنى على قبور المسلمين؟ قلت: قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم أر بذلك بأسا، وذلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد، لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لأحد، فمعناهما على هذا واحد. (كتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، رقم الحديث:82498، ج:4، ص:179، ط:دار إحياء التراث العربي)

سوال نمبر ۸: ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں، کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

الجواب وباللہ التوفیق:

جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قبرستان میں ایسی جگہ ہو جہاں کی قبریں پرانی ہوگئی ہوں اور عموماً ایسا ہوتا

ہےتو وہاں کسی خاص حصے میں جنازہ گاہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عمدۃ القاري شرح صحیح البخاري میں ہے:

"فَإِن قلت: هَل يجوز أَن تبنى على قُبُور الْمُسلمين؟ قلت: قَالَ ابْن الْقَاسِم: لَو أَن مَقْبرَة من مَقَابِر الْمُسلمين عفت فَبنى قوم عَلَيْهَا مَسْجِدا لم أر بذلك بَأْسا، وَذَلِك لِأَن الْمَقَابِر وقف من أوقاف الْمُسلمين لدفن موتاهم لَا يجوز لأحد أَن يملكهَا، فَإِذا درست وَاسْتغْنى عَن الدّفن فِيهَا جَازَ صرفهَا إِلَى الْمَسْجِد، لِأَن الْمَسْجِد أَيْضا وقف من أوقاف الْمُسلمين لَا يجوز تملكه لأحد، فمعناهما على هَذَا وَاحِد. (كتاب الصلاة باب تنبش قبور المشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد ج نمبر ۴ ص نمبر ۱۷۹، دار احياء التراث العربی)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"ميت دفن في أرض إنسان بغير إذن مالكها كان المالك بالخيار إن شاء رضي بذلك وإن شاء أمر بإخراج الميت وإن شاء سوى الأرض وزرع فوقها، وإذا حفر الرجل قبرا في المقبرة التي يباح له الحفر فدفن فيه غيره ميتا، لا ينبش القبر ولكن يضمن قيمة حفره ليكون جمعا بين الحقين، كذا في خزانة المفتين وهكذا في المحيط."

(كتاب الوقف باب ثانی عشر ج نمبر ۲ ص نمبر ۴۷۲، ایچ ایم سعید)

فتاوی هنديه میں هے: "ولو بلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه، كذا في التبيين." (كتاب الصلاة باب الجنائز فصل سادس ج نمبر ۱ ص نمبر)

سوال نمبر:۹ بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل وبھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں، کیا اسکی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دیکر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق:

قبرستان میں جانور چرانے کے لیے چھوڑنا منع ہے؛ اس لیے کہ اس میں قبریں روندی جائیں گی اور جانوروں کا پیشاب قبروں پر گرے گا۔ جس سے میت کی بے حرمتی ہوگی، البتہ اگر قبرستان میں غیر ضروری گھاس پھونس اگتی ہو تو

اسے کاٹ کر جانوروں کو کھلایا جاسکتا ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

ولا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها. (كتاب الوقف، فصل اختص المسجد بأحكام تخالف أحكام مطلق الوقف، ج:5، ص:268، ط: دار الكتاب الاسلامي)

اگر قبرستان موقوفہ ہے اور منشاء واقف کے خلاف ہے تو جانوروں کو ٹھہرانے کے لیے جگہ مختص کرنا بالکل جائز نہیں ہے اور زمین موقوفہ نہیں ہے؛ بلکہ ذاتی ہے تو اگر وہاں قبریں نہیں ہیں، یوں ہی خالی جگہیں ہیں تو مالک زمین کی اجازت سے مویشیوں کا چرانا، باندھنا وغیرہ کوئی عمل بھی ہو درست ہوسکتا ہے۔ اور اگر قبریں موجود ہیں تو مالک زمین کے لیے بھی مویشی چرانے اور باندھنے کی اجازت دینا صحیح نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ جانوروں کے پیشاب، پاخانہ بھی نجس ہوتے ہیں، اس سے مردوں کی اور قبروں کی بے حرمتی ہوگی۔ اس کی کسی کو بھی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

ولا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها. (كتاب الوقف، فصل اختص المسجد بأحكام تخالف أحكام مطلق الوقف، ج:5، ص:268، ط: دار الكتاب الاسلامي)

قبرستان سے متعلق بعض نئے مسائل

ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری مدنی

مفتی و پرنسپل جامعہ دارالسلام، عمر آباد

سوال ۱۔ اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریبا دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اور اوپر مارکیٹ ہونے کی وجہ سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

جواب۔ صورت مسؤلہ میں قبرستان کے اوپر دکانیں بنانا یا شاپنگ سنٹر بنانا تاکہ آمدنی قبرستان کو ملتی رہے، یقینا یہ عمل واقف کی نیت کے خلاف ایک غلط تصرف ہے، شرعا اس کی گنجائش نہیں ہے، نیز اس سے مردوں کی بے حرمتی ہوگی، فقہاء کرام نے ارض موقوفہ میں واقف کے منشا کو مدنظر رکھنے پر تاکید فرمائی ہے۔ شامی میں ہے کہ: شرط الواقف کنص الشارع (۳/ ۵۷۵) یعنی واقف کی شرطیں شارع کے نص کے برابر ہے، واقف کے منشا ومقصود کو مدنظر رکھنی کی اشد ضرورت ہے۔ نیز شامی میں ہے: صرحوا بأن مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ (۳/ ۵۸۵) مطلب یہ ہے کہ واقف کے مقصد کی رعایت کرنا واجب ہے۔ مگر بعض مخصوص حالات میں قبرستان کے تحفظ کی خاطر اور ضرورت ومصلحت کی وجہ سے وقف میں تصرف جائز ہے، جیسا کہ جامعہ کا ایک فتوی منقول ہے۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم أما بعد: فتوی نمبر: ۱۰۴۹/ ۲۰۰۷

الجواب بعون اللہ تعالی: صورت مسؤلہ میں از روئے شریعت قبرستان کی حیثیت اور اس کے احترام کو باقی رکھتے ہوئے مذکورہ حالات کے پیش نظر (ٹریفک اور پارکنگ کی مجبوریاں) اس شرط کے ساتھ کہ مستقبل میں تدفین کے لئے کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ قبرستان کے اوپر کار پارکنگ کے لئے چھت تعمیر کرنے میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے۔ واللہ أعلم بالصواب

سوال ۲۔ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، عموما شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورتحال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجود خ قبرستان میں پلر دیکر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے جس کی حیثیت قبرستان کی

طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب۔قال اللہ تعالی: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى. (طٰہٰ:۵۵)

ہم نے تم سب کو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر اسی میں لوٹائیں گے، اور اسی سے دوبارہ تمہیں نکالیں گے۔

صورت مسؤلہ میں کسی بھی مردہ کو زمین میں دفن کرنا امور توقیفی ہے، مزید عین فطرت کے مطابق ہے، جیسا کہ قابیل بن آدم علیہ السلام نے جب اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو قاتل کو مقتول کی لاش کو دفنانے کا طریقہ سب سے پہلے حضرت انسان کو کوا سے سکھایا گیا، گویا زمین میں تدفین کا طریقہ قدیم اور فطرت انسانی کے موافق بھی ہے۔

البتہ مذکورہ طریقہ مصنوعی قبرستان پلر کے ذریعہ بنانے میں مفاسد ہیں جن سے بچنا ضروری ہے۔مثلا زیر زمین دفنانے سے تعفن اور بدبو وغیرہ ظاہر نہیں ہوتی مگر مصنوعی قبرستان کی شکل میں تعفن پیدا ہوگا، چونکہ سورج کی شعاعیں براہ راست نہیں پہنچیں گی اس کی وجہ سے بھی لازمی طور پر بدبو پھیلے گی، مٹی کی خاصیت میں مطہر ہونا ہے، لیکن چھت ہونے کی صورت میں یہ خاصیت بھی مفقود ہوگی، نتیجہ میں لوگ پختہ قبرین بنانے کی کوشش کریں گے جو شرعا ناجائز ہے، اسی طرح تعفن کو دبانے کے لئے کیمیکلز کا استعمال ہوگا جس سے مردے کی ہڈیاں گلائی جائیں گی جو کہ شرعا مردہ کی بے حرمتی اور اسے اذیت دینے کے برابر ہے، بارش اور سیلاب یا زلزلہ کی صورت میں یہ مصنوعی قبرستان اور مردے یقینا غیر محفوظ ہوں گے، مردوں کی بے حرمتی ہوگی، لاشیں قبروں سے باہر نظر آئیں گی وغیرہ، لہذا مصنوعی قبرستان بنانے میں مصالح سے زیادہ مفاسد کا غلبہ ہے، اور نہ ہی ایسی صورت حال ہندوستان میں پیدا ہوئی ہے لہذا قبرستان میں جگہ کی گنجائش نہ ہو تو متبادل قبرستان کی جگہ فراہم کی جائے نہ کہ مصنوعی قبرستان بنائی جائے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے دع ما یریبک الی ما لا یریبک، یعنی شک وشبہ کی چیز سے دور بھاگنا اولی ہے۔واللہ اعلم بالصواب

س:۳۔قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے ساتھ آمدورفت کی دشواری بھی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہوتا ہے، اس صورتحال میں کمیٹی چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کر دیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خرید کر وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا یہ فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جب کہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے، کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

جواب۔صورت مسؤلہ میں قبرستان کی جگہ جو کہ ارض موقوفہ ہے، فروخت کرنا شرعا درست نہیں ہے، خاص کر جہاں مردے مدفون ہیں، تدفین کا عمل جاری ہے، قبرستان کی کوئی جگہ خالی نہیں ہے، بلکہ پوری جگہ استعمال میں ہو، اگرچہ دشواریوں کا سامنا ہے، دشواریوں کو برداشت کریں، نقل قبرستان میں مردوں کی بے حرمتی ہوگی، مردوں کے

بقایا جات کی توہین ہوگی جو کہ کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے۔لہذا مستقل جو قبرستان ہے جو مردوں کو دفنانے کے لئے ہی موقوف اور مخصوص ہے اسے مقبرہ کی شکل میں ہی رہنے دیا جائے ۔اس کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کیا جائے۔**اتفق الفقهاء على منع نبش القبر الا لعذر و غرض صحيح**۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:۳۲/ ۲۵۲)

یعنی تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ قبروں کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کیا جائے البتہ کوئی خاص عذر ہو اور کوئی صحیح مقصد یا غرض وغایت مطلوب ہو۔

سئل القاضی الامام شمس الأئمة محمود الاوجندی عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتى لا العظم و لاغيره هل يجوز زرعها و استغلالها ؟ قال لا : ولها حكم المقبرة ، كذا فی المحيط، فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل الى الدواب ولا يرسل الدواب فيها كذا فی البحر الرائق۔(عالمگیری ۲/ ۵۰۸)

یعنی قاضی صاحب سے سوال کیا گیا کہ کیا پرانے قبرستان میں کھیتی کرنا یا کسی اور مصرف میں استعمال کرنا جائز ہے؟ جب کہ وہاں میت کی نشانیاں یا کوئی ہڈی وغیرہ موجود نہ ہو، قاضی صاحب نے جواب دیا کہ شرعا کوئی گنجائش نہیں ہے، اس کا حکم مقبرہ کا ہے، اگرچہ اس میں گھاس وغیرہ ہو، چوپائے چرنے کے لئے چھوڑے جاتے ہوں پھر بھی جانوروں کو قبرستانوں میں چرایا نہیں جاسکتا۔

جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کا فتوی ہے۔قبرستان کی جگہ تدفین موتی کے لئے وقف ہوتی ہے، اس کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہئیے، موقوفہ قبرستان میں مارکٹ بنانا جائز نہیں ہے۔(دار الافتاء۔ دار العلوم دیوبند : فتوی نمبر ۶۳۴۵۷)

البتہ ایک صورت یہ ہے کہ قبرستان کی وسیع وعریض جگہ میں جگہیں خالی پڑی ہوں، تدفین کا عمل زمانہ سے نہ ہوتا ہو تو ایسی زمین کمیٹی کی رائے اور مشورے سے کسی خاص مصلحت کی بناء پر فروخت کرنے کے سلسلہ میں سوچا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ کتب الفقہ میں صراحت مذکور ہے : وقف کے بعض حصوں کو فروخت کرنا بقیہ وقف کی اصلاح کی غرض سے درست ہے، اس کہ جب بوقت ضرورت پورے وقف کو فروخت کرنا جائز ہے تو بعض کو محفوظ رکھتے ہوئے بعض کو فروخت کرنا بدرجہ اولی درست ہوگا، مگر شرط یہ ہے کہ دونوں حصوں کا وقف کرنے والا ایک ہی شخص ہو۔(کشاف القناع ۴/ ۲۶۸، الموسوعۃ الفقہیۃ:۱۱/ ۲۷۷)

سوال ۴۔بعض قبرستانوں کے کنارہ پر مسجد بنی ہوئی ہے اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں، وہاں وضوخانے اور استنجا خانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کی خاطر وضوخانے اور بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں،

جب کہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گی وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمد ورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجا خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجا خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب۔صورت مسؤلہ میں ضرورت اور حاجت کی بناء پر مصلیوں کی ضرورتوں کے پیش نظر قبرستان کی جگہ کو صاف کرکے، ہڈیوں اور باقیات کو دور کرتے ہوئے مسجد کے لئے اسی قبرستان کی جگہ میں بیت الخلاء اور وضوخانے وغیرہ بنانے میں شرعا کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت مشرکوں کی چند قبریں تھیں، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکھڑوادیں، ویرانہ برابر کردیا اور کچھ کھجور اور غرقد کے درخت تھے جنہیں کاٹ کر قبلہ کی جانب لگادیا، پھر زمین ہموار کرنے کے بعد اس جگہ کو مسجد کی توسیع میں شامل کرلیا۔(صحیح البخاری 428:، الرحیق المختوم، صفی الرحمن مبارکپوریؒ:ص ۲۸۹)

پرانی قبروں کو زمین کے برابر کردینا جائز ہے جب کہ اس کی ضرورت ہو اور مسلمہ شدید مصلحت ہو۔(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۹/ ۱۲۲)

سوال ۵۔جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کی خاطر مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع وعریض ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو تو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر زمین وسیع ہو تو کیا بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب۔صورت مسؤلہ میں مذکورہ قبرستان میں خالی جگہیں میسر ہوں، اور قبرستان وسیع وعریض ہو تو تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کی خاطر مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ تدفین کے لئے جگہ تنگ نہ ہوجائے، اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو تو اس صورت میں تعمیر مسجد کی اجازت نہ ہوگی، دونوں صورتوں میں فرق کیا جائے گا، یعنی قبرستان کی زمین کشادہ ہو اور خالی جگہیں میسر ہوں تو تعمیر مسجد کی گنجائش ہوگی، نیز بیت الخلاء بنانے کی بھی اجازت ہوگی، چونکہ بیت الخلاء مسجد کی ایک اہم اور اشد ضرورت ہے، لہذا زمین وسیع ہو تو پیشاب خانہ بھی بنائے جاسکتے ہیں۔

سوال ۶۔ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں، لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بدلگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں، اور مختلف قسم کے اداروں کی قیام کی کوششیں ہورہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی خاطر دینی تعلیمی ادارے قائم کردئے جائیں تو کیا شرعا اس کی گنجائش ہوگی؟ کہیں واقف کی نیت کے خلاف تصور نہیں کیا جائے گا؟ اگر ادارہ قائم کرنے سے اراضی کا تحفظ ہو تو شرعا یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر کردیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں

جمع ہوتو کیا یہ صورت شرعا درست ہوگی؟

جواب۔صورت مسؤلہ میں موجودہ حالات کے تناظر میں ارض موقوفہ کے تحفظ کی خاطر اور ناجائز قبضوں سے بچانے کے لئے مذکورہ قبرستان جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہو، قبرستان کی حیثیت اور اس کے احترام کو باقی رکھتے ہوئے مذکورہ حالات کے پیش نظر اس شرط کے ساتھ کہ مستقبل میں تدفین کے لئے کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر محض تحفظ کی خاطر دینی، تعلیمی یا رفاہی ادارے قائم کرنے میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے، اور یہ عمل واقف کی نیت کے خلاف تصور نہیں کیا جائے گا چونکہ مقصد ارض موقوفہ کا تحفظ ہے، ادارہ قائم کرنے سے ارض موقوفہ کا تحفظ ہی مقصود ہوتو شرعا یہ پہلو راجح ہوگا۔ نیز جو آمدنی متوقع ہے قبرستان کے فنڈ میں جمع کیا جائے گا، اور اگر اس آمدنی سے موجودہ قبرستان مستغنی ہوتو دیگر ہزاروں قبرستان ہیں جہاں تحفظ کے لئے دیوار بنانے کی ضرورت ہوتی ہے یا بعض نئے آبادی کے لئے قبرستان کی ضرورت ہوتی ہے تو ایسی صورت میں مذکورہ زائد آمدنی دیگر قبرستانوں کی مصلحتوں کے لئے صرف کرنے میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ یہی واقف کا منشا ومقصود متصور ہوگا۔ باذن اللہ

سوال ۷۔کیا قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جاسکتی ہے؟ اس میں نماز پڑھنا مکروہ تو نہیں ہوگا؟

جواب۔صورت مسؤلہ میں قبرستان کی زمین وسیع وعریض ہو اور کچھ مقامات خالی بھی ہوں جہاں زمانہ سے اموات کی تدفین عمل میں نہ آتی ہو، ایسی خالی جگہوں میں جنازہ گاہ بنانے میں شرعا کوئی حرج نہیں ہے، اور نہ ہی اس میں نماز پڑھنے میں کوئی کراہت کی بات ہے۔الضرورات تبیح المحظورات۔

سوال ۸۔کیا خاص حالات میں قبرستان کے کچھ حصے میں غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کردئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دیکر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

جواب۔صورت مسؤلہ میں ہنگامی حالات میں یعنی سیلاب وغیرہ کی صورت میں جانوروں اور مویشیوں کے لئے قبرستان کو باڑھ کے طور پر استعمال کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے، البتہ کھلیان کے طور پر قبرستان کا استعمال شرعا درست نہیں ہے، قبرستان کی زمین ارض موقوفہ ہے، واقف کے منشا کے خلاف تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔واللہ اعلم بالصواب

خلاصہ کلام

جواب نمبر ایک کا خلاصہ: قبرستان کے اوپر دکانیں بنانا یا شاپنگ سنٹر بنانا تاکہ آمدنی قبرستان کو ملتی رہے، یقینا یہ عمل واقف کی نیت کے خلاف ایک غلط تصرف ہے، شرعا اس کی گنجائش نہیں ہے، مگر بعض مخصوص حالات

میں قبرستان کے تحفظ کی خاطر اور ضرورت ومصلحت کی وجہ سے وقف میں تصرف جائز ہے، جیسا کہ جامعہ دار السلام عمر آباد کا ایک فتوی منقول ہے۔

جواب نمبر دو کا خلاصہ: صورت مسؤلہ میں کسی بھی مردہ کو زمین میں دفن کرنا امور توقیفی ہے، مزید عین فطرت کے مطابق ہے، زیر زمین دفنانے سے تعفن اور بدبو وغیرہ ظاہر نہیں ہوتی مگر مصنوعی قبرستان کی شکل میں تعفن پیدا ہوگا، چونکہ سورج کی شعاعیں براہ راست نہیں پہنچیں گی اس کی وجہ سے بھی لازمی طور پر بدبو پھیلے گی وغیرہ۔

جواب نمبر تین کا خلاصہ: مستقل جو قبرستان ہے جو مردوں کو دفنانے کے لئے ہی موقوف اور مخصوص ہے اسے مقبرہ کی شکل میں ہی رہنے دیا جائے۔ اس کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کیا جائے۔ اتفق الفقہاء علی منع نبش القبر الا لعذر وغرض صحیح۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: ۳۲/ ۲۵۲) مگر بعض خاص حالات میں وقف کے بعض حصوں کو فروخت کرنا بقیہ وقف کی اصلاح کی غرض سے درست ہے۔

جواب نمبر چار کا خلاصہ: صورت مسؤلہ میں ضرورت اور حاجت کی بناء پر مصلیوں کی ضرورتوں کے پیش نظر قبرستان کی جگہ کو صاف کرکے، ہڈیوں کو دور کرتے ہوئے مسجد کے لئے اسی قبرستان کی جگہ میں بیت الخلاء اور وضوخانے وغیرہ بنانے میں شرعا کوئی حرج نہیں ہے۔

جواب نمبر پانچ کا خلاصہ: مذکورہ قبرستان میں خالی جگہیں میسر ہوں، اور قبرستان وسیع وعریض ہو تو تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کی خاطر مسجدیں تعمیر کی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ تدفین کے لئے جگہ تنگ نہ ہوجائے، اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو تو اس صورت میں تعمیر مسجد کی اجازت نہ ہوگی۔

جواب نمبر چھ کا خلاصہ: موجودہ حالات کے تناظر میں ارض موقوفہ کے تحفظ کی خاطر اور ناجائز قبضوں سے بچانے کے لئے ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر دینی، تعلیمی یا رفاہی ادارے قائم کرنے میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے۔

جواب نمبر سات کا خلاصہ: قبرستان کی زمین وسیع وعریض ہو اور کچھ مقامات خالی بھی ہوں جہاں زمانہ سے اموات کی تدفین عمل میں نہ آتی ہو، ایسی خالی جگہوں میں جنازہ گاہ بنانے میں شرعا کوئی حرج نہیں ہے، اور نہ ہی اس میں نماز پڑھنے میں شرعا کوئی قباحت ہے۔

جواب نمبر آٹھ کا خلاصہ: ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے لئے قبرستان کو باڑھ کے طور پر استعمال کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے، البتہ کھلیان کے طور پر قبرستان کا استعمال شرعا درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

قبرستان سے متعلق چند مسائل

از: مولانا مفتی جمیل احمد نذیری
مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام مبارک پور اعظم گڑھ

۱۔قبرستان کو اس طرح بنا دینا کہ اس پر دس پندرہ فٹ کے پلر ہوں، اور ان پر چھت بن جائے، چھت پر دکانیں بنادی جائیں، جن سے قبرستان کے آمدنی ہو، اور نیچے تدفین کا عمل جاری رہے، شرعا جائز نہیں۔

قبرستان عبرت کی جگہ ہے، موت کو یاد دلانے والی چیز ہے، اس طرح تو اوپر مارکیٹ بن جائے گی، قبرستان، عبرت کی جگہ ہونے کے بجائے، بازار اور تفریح گاہ بن جائے گا، اس میں مردوں کی بے حرمتی کا بھی پہلو ہے اور قبرستان کو عبرت کی جگہ کے بجائے بازار بنا دینا بھی پایا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فزوروا القبور فأنها تذكر الموت. (1)

پس قبروں کی زیارت کرو اس لئے کہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

فزوروها فانها تزهد في الدنيا وتذكر الآخرة رواه ابن ماجة. (مشكوة المصابيح ۱ / ۱۵۴، باب زيارة القبور)

پس قبروں کی زیارت کرو اس لئے کہ وہ دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور آخرت کو یاد دلاتی ہے۔

قبرستان کو آمدنی کی جگہ بنانے کا تصور ہی غلط ہے۔

شہروں کی آبادی کے لحاظ سے جہاں قبرستان کم پڑ رہے ہوں اور جہاں بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کیے جاتے ہوں اور قبرستان کے لئے اراضی نہ ملے یا ملے تو خریدنا استطاعت سے باہر ہو، ایسے موجود قبرستان میں پلر دے کر اوپر مضبوط چھت بنا کر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے، جس سے اس کی حیثیت قبرستان کی طرح ہو جائے، پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔

اس میں عین قبر پر تو چلنا پھرنا، بیٹھنا لازم نہیں آرہا ہے، جو کہ حرام ہے لیکن یہ احساس کہ نیچے قبریں ہیں، کچھ کم

سوہان روح نہیں، گنجائش لگتی ہے لیکن دل ابا کرتا ہے، اس میں قبرستان کو بلڈنگ کی شکل دے دینا بھی لازم آتا ہے، بہر حال دل جواز کی طرف مائل نہیں، استفت قلبك حدیث کے تحت منع کرنا بہتر ہے، مزید یہ کہ دفن کرنا زمین میں ہے، یہاں چھت پر ڈالی ہوئی مٹی میں دفن کیا جارہا ہے، یعنی چھت پر۔

جو قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہوں اور چھوٹے ہوں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ آمد ورفت کی بھی دشواری ہو، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہو، میت کو لے کر گزرنا دشوار ہو، ایسی صورت میں بھی قبرستان کو فروخت کر کے، اس رقم سے آبادی کے باہر وسیع اراضی قبرستان کے لئے خریدنا جائز نہیں، استبدال کی یہ صورت نا جائز ہے، یہاں استبدال کی شرط تحقق ہی نہیں، کیوں کہ عام قبرستان وقف ہوتا ہے۔ (امداد الفتاوی قدیم ۵۷۰/۲) لہذا وقف کے استبدال کی شرط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

جب وہ قبرستان، قبرستان کی حیثیت سے قابل انتفاع ہے اور مکمل قابل انتفاع ہے اور مقاصد حاصل ہو رہے ہیں، اس کے نفع میں کوئی کمی نہیں، آبادی گھنی ہو، راستہ تنگ ہو، میت کو لے کر گزرنا دشوار ہو، مگر ہر کام ہو ہی جاتا ہے، خواہ مذکورہ وجوہ سے کچھ دیر لگے۔

استبدال کی سب سے بنیادی شرط، وقف کا قابل انتفاع نہ رہ جانا ہے۔ (اسلام کا نظام اوقاف، تاریخ، اہمیت اور احکام ص ۳۰۴، از مولانا ڈاکٹر خلیل احمد اعظمی مطبوعہ ادارہ اسلامیات کراچی) یہاں پر یہی بنیادی شرط مفقود ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

بشرط أن يخرج عن الانتفاع بالكلية. (البحر الرائق ۲۲۳/۵)

اس شرط کے ساتھ کہ وہ انتفاع سے بالکلیہ نکل جائے۔

جن قبرستانوں میں پہلے سے مسجد بنی ہوئی ہے، اور پنج وقتہ نماز بھی ہوتی ہے، وہاں نمازیوں کی سہولت کے لئے وضوخانے بنانے کی گنجائش ہے، کیوں کہ قبروں کے پرانے ہو جانے اور اس اندازہ کے بعد کہ ہڈیاں بوسیدہ ہوگئی ہوں اور نشانات قبر بھی ختم ہو چکے ہوں، وہاں کھیتی باڑی، چلنے پھرنے اور تعمیر وغیرہ کی اجازت ہے، اور ظاہر ہے کہ تعمیر میں وضوخانہ بھی شامل ہے۔

لیکن مسجد میں نماز پڑھنے کی جگہ سے فاضل جوتا، چپل رکھنے کی جگہ ہر حال میں ہوتی ہے، خواہ وضوخانہ، استنجا خانہ اور بیت الخلا نہ ہو، لہذا وضوخانہ، استنجاء خانہ اور بیت الخلا اس جگہ بنایا جائے، ایسی ترتیب سے کہ جوتا اور چپل رکھنے کی جگہ بھی نکل آئے۔

پرانی قبروں کی جگہ پر بھی استنجاء خانہ اور بیت الخلا بنوانا، کراہت سے خالی نہیں، علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار علی الدر المختار میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پرانی قبروں پر، جن کے نشانات مٹ چکے ہیں،

چلنے پھرنے، بیٹھنے کی گنجائش ہوجائے گی، مگر وہاں قضائے حاجت مکروہ تحریمی ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار ۳۱۵۵/، دارعالم الکتب ریاض)

۵۔ جن قبرستانوں میں مسجد میں نہیں ہیں، اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہوں تو وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجد میں تعمیر کی جاسکتی ہیں، اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو تو نہیں تعمیر کی جاسکتیں، کیوں کہ قبرستان کے مقصد وقف میں خلل پڑ جائے گا۔

اور قبرستان کے وسیع وعریض ہونے کی صورت میں، بقدر حاجت وضرورت وہاں مسجد کی تعمیر کسی درجے میں مصالح قبرستان میں شامل ہوجائے گی، یعنی تدفین کے لئے آنے والوں کی ادائیگی نماز کے لئے، وسیع وعریض ہونے کی صورت میں خالی جگہ پر استنجاء خانہ اور بیت الخلا بنانا بھی جائز ہوگا۔ (مستفاد از فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۴ / ۱۷۰ تا ۱۷۵ وقف کا بیان)

۶۔ وسیع وعریض قبرستان، جن کی ضرورت سے زائد اراضی ہو اور اس پر ناجائز قبضے کا خطرہ ہو، تحفظ کی غرض سے وہاں دینی تعلیمی ادارے قائم کئے جاسکتے ہیں، قائم شدہ اداروں پر کرایہ لگایا جائے اور قبرستان کے فنڈ میں جمع ہو، اور جب قبرستان کو اپنے مقصد وقف (مردہ مسلمانوں کی تدفین) کے لئے ضرورت ہو تو واپس کرنا لازم ہوگا۔ (اس کی نظیر وہ صورت بنائی جاسکتی ہے جب مسجد کی فاضل زمین جو مبنی الصلوۃ سے علیحدہ ہو، وہاں دینی مدرسہ قائم کیا جائے، وہ مدرسہ وہاں عارضی ہوتا ہے، اور کبھی مسجد کو اس جگہ کی ضرورت پڑنے پر، مدرسہ اٹھانے اور جگہ مسجد کے حوالہ کردینے کا حکم ہے۔ کفایت المفتی ۷ / ۱۰۰) ادارہ کی تعمیر کی شرائط ومعاہدہ میں یہ ساری باتیں واضح طور پر صاف صاف لکھ دی جائیں، اور ایسے ادارہ قائم کنندگان کو دیا جائے، جن سے بروقت کرایہ وصول کرنا بھی آسان ہو اور ضرورت پر واپسی بھی آسان ہو۔

قبرستان کے تحفظ کی غرض سے ایسا کیا جاسکتا ہے، اور یہ منشاء واقف کے خلاف فی الحال تو نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ زمین قبرستان کی ضرورت سے زائد وفاضل ہے لیکن ضرورت پڑنے پر، اس اراضی پر ادارہ کا قائم وبرقرار رہنا اور واپس نہ ہونا ضرور منشاء واقف کے خلاف ہوجائے گا، اس لئے بہت سوچ سمجھ کر کرنے کا کام ہے۔

۷۔ قبرستان کی وہ جگہ جو خالی وفاضل ہو، وہ جنازہ گاہ بنائی جاسکتی ہے، اگر فاضل وخالی جگہ نہ ہو تو وہ جگہ بھی جنازہ گاہ بنائی جاسکتی ہے۔

جہاں کی قبریں بہت پرانی ہوچکی ہوں، آثار قبور مٹ گئے ہوں، اندازہ یہ ہو کہ ہڈیاں بوسیدہ ہوگئی ہوں گی۔ ردالمختار میں ہے۔

وتقدم أنه اذا بلی المیت وصار ترابا یجوز زرعه والبناء

علیه و مقتضاه جواز المشی فوقه. (رد المحتار علی الدر المختار ۳/۱۵۵)

پہلے آچکا ہے کہ جب میت بوسیدہ ہوجائے اور مٹی بن جائے تو وہاں کھیتی کرنا اور اس پر مکان بنانا جائز ہے، اس کا مقتضاء ہے کہ اس پر چلنا بھی

جائز ہو۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ وہاں کوئی نجاست نہ ہو، اور قبلہ کی طرف کوئی قبر نہ ہو (یعنی ایسی قبر جو تازہ ہو یا نشانات موجود ہو)۔

فتاوی دار العلوم دیوبند میں ہے

کہنہ قبور کو برابر کرنا درست ہے، پس اگر بہ ضرورت توسیع مسجد، قبور پر مٹی ڈال کر اونچا برابر فرش کے کرلیا جائے، اوپر نشان قبر باقی نہ رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور نماز وہاں درست ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ۱۴ / ۱۷۱، از مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی)

۸۔ جو لوگ بے احتیاطی سے قبرستان کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہوں، سیلاب کے زمانے میں اپنے مویشیوں گائے، بیل، بھینس وغیرہ قبرستان میں رکھ آتے ہوں، اور اسی طرح قبرستان میں گندگی پھیلاتے ہوں، ایسے لوگوں کو ایسی حرکتوں سے روکا جائے، نہ یہ کہ ان کے لیے جواز کی راہ تلاش کی جائے۔

مفتی کی شان کے خلاف ہے کہ لوگوں کی ناشائستہ اور غلط حرکتوں کو مجبوری کا درجہ دے کر جواز کی گنجائش نکالتا پھرے۔ ایسے لوگوں کو سختی کے ساتھ منع کیا جائے، حکم شرعی سے آگاہ کیا جائے، نہ مانیں تو وہ خود گنہگار ہیں۔

یہ تو سمجھ سے بالکل پرے ہے کہ ایسے لوگوں کی نامناسب حرکتیں دیکھ کر ہم مجبور ہوجائیں اور قبرستان کا کچھ حصہ غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کرنے لگیں، جواز کی راہ نکالیں۔ واللہ اعلم بالصواب

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل۔شرعی نقطہ نظر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنے ساتویں فقہی سیمینار میں جن موضوعات کو اٹھایا ہے، ان میں سے ایک قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل ہیں، مختصراً ان سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔قبرستان میں دس، پندرہ فٹ اونچا پیلر دے کر چھت بنادی جائے اور اس پر دکانوں کی تعمیر ہو جس کی آمدنی قبرستان کو ملتی رہے اور نیچے مردے دفن ہوتے رہیں، احقر کی رائے ہے کہ اس کی اجازت نہیں دینی چاہیے، اس سے قبرستان کی عرفی حیثیت دھیرے دھیرے ختم ہو جائے گی، قبرستان عبرت وموعظت کی جگہ باقی نہیں رہے گی، البتہ کوئی ایسا قبرستان ہو جہاں مردے دفن نہیں ہوتے ہیں اور زمانہ دراز سے وہ غیر مستعمل ہے تو اس پر دوکانوں کی تعمیر کی جاسکتی ہے اور شرعاً اس کی گنجائش ہے:

”ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ“. (رد المحتار، مطلب فی دفن المیت: ۱۳۸/۳، زکریا)

اس مسئلہ میں ان احادیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے، جن میں قبروں کو روندنے، ان پر بیٹھنے اور اس پر چلنے کی ممانعت آئی ہے، ترمذی، مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ میں اس سلسلے کی بہت سی روایات موجود ہیں، یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ قبرستان کے لیے موقوفہ زمین پر دوکان کی تعمیر واقف منشاء کے بھی خلاف ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ واقف کی منشاء کا مقام نص شارع کی طرح ہے، شامی میں ہے:

”انھم صرحوا بان مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ“. (۴۶۱/۳)

الاشباہ والنظائر کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں قضاء قاضی بھی نافذ العمل نہیں ہے:

”القضاء بخلاف شرط الواقف کالقضاء بخلاف النص لاینفذ بقول العلماء شرط الواقف کنص الشارع“ (۳۰۰/۱)

۲۔اگر ضرورتاً قبرستان کے اوپر پیلر اور چھت دے کر مٹی ڈال دیں اور اس کا مصرف مردے کے دفن کے لیے لیا جائے تو اس کی شرعاً گنجائش ہے، اس لیے کہ یہ واقف کی منشاء کے خلاف بھی نہیں ہوگا اور قبرستان کی حیثیت عرفی

باقی رہے گی اور اس سے عبرت وموعظت میں بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا، لوگ اسے تفریح گاہ بھی نہیں بنائیں گے، حالانکہ اس کی بھی بہت ضرورت اس لیے نہیں محسوس ہوتی کہ ایسی قبریں جو بہت پرانی ہوں اور میت کے مٹی بن جانے کا یقین ہو ایسے قبرستان میں دوبارہ مردے کی تدفین ہوسکتی ہے:

''ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ'' (ردالمحتار، مطلب فی دفن المیت: ۱۳۸/۳، زکریا)

کثرت سے عملی طور پر ایسا ہو بھی رہا ہے، جنۃ البقیع وغیرہ میں تو یہ عمل اس سے بھی کم مدت میں دہرالیا جاتا ہے اور پہلے مردے کی باقیات کو اسی قبر میں کنارے میں رکھ دیا جاتا ہے، کولکاتہ کے سولہ آنہ قبرستان میں ایک ایسی بھی قبر ہے، جس میں پہلے حاجی منظور علی روائل ہوٹل کے والد کی تدفین ہوئی پھر اسی میں حکیم محمد زماں حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین ہوئی، حاجی منظور علی کا انتقال ہوا تو ان کو بھی اسی میں دفنایا گیا اور حکیم عرفان الحسینی بھی اسی میں دفن ہوئے اور ان سب کی تدفین کا دورانیہ بیس پچیس سال سے بھی کم تھا، موسوعہ فقہیہ میں ہے:

''جمہور علماء کی رائے ہے کہ مسلمان میت اگر بوسیدہ ہوکر مٹی ہوجائے تو اس کی قبر کھود کر اس کے اندر دوسرے مردے کو دفن کرنا جائز ہے، لیکن اگر اس کی ہڈی کے ڈھانچہ کا کچھ حصہ بچا ہوا ہو (تو ریڑھ کے نچلے حصے کی ہڈی کے علاوہ) تو میت کے احترام کی وجہ سے قبر کھودنا اور اس میں دفن کرنا ممنوع ہے۔

۳۔قبرستان چھوٹا ہوا اور آبادی کے بیچ آ گیا ہو، آمد ورفت کی دشواری ہو، گھنی آبادی کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہو، میت کو لے کر جانے میں دشواری ہو رہی ہو تو بھی اس کو بیچ کر دوسری جگہ اس کے پیسے سے قبرستان کے لیے زمین خریدنا درست نہیں ہوگا، اس لیے کہ جو زمین جس مقصد کے لیے وقف کی گئی اس کو بعض مخصوص حالات کو چھوڑ کر بیچا نہیں جا سکتا، اوپر کی سطروں میں بھی جو دشواری بتائی گئی ہے، وہ منشاء واقف کے فوت ہونے کی نہیں ہے، وہاں مردے دفن کیے جا سکتے ہیں تو وہاں دفن کرنا چاہیے، سوال میں جن دشواریوں کا ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقف کی نافعیت ختم نہیں ہوئی ہے، البتہ اس کو بیچنے اور دوسری جگہ قبرستان کے لیے خریدنے کی شکل میں نافعیت بڑھ جائے گی، ابن ہمام نے اس شکل کو ناجائز لکھا ہے:

''انہ امکن ان یوخذ بثمنہ ماھو خیر منہ مع کونہ منتفعا بہ ینبغی ان لایجوز'' (ردالمحتار: ۵۸۹/۶)

شارح اشباہ علامہ بیریؒ نے اس کو درست قرار دیا ہے اور اس پر صدر الشریعۃ کا فتویٰ ہے، شامی نے صدر الشریعۃ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

''نحن لانفتی بہ وقد شاھدنا فی الاستبدال مالایعد ولایحصر''

البتہ علامہ حصکفیؒ نے آباد زمین کے استبدال کی جو چار صورتیں ذکر کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر اس

وقف کے بدلے دوسری زمین حاصل کی جائے تو اس سے زیادہ پیداوار اور نفع حاصل ہو، امام ابو یوسفؒ کے ایک قول کے مطابق اس صورت میں استبدال جائز ہے (۶/۵۸۸) لیکن قاضی کی اجازت ضروری ہوگی:

"لکن لا یبیعها الا باذن الحاکم" (فتح القدیر: ۶/۲۲۸)

فقہاء حنابلہ میں ابن قدامہ کی یہ صراحت بھی موجود ہے:

"ان لم تتعطل مصلحة الوقف بالکلیة لکن قلت و کان غیره انفع منه و اکثر رداً علی اهل الوقف لم یجز بیعه". (المغنی: ۵/۳۶۹)

ممکن ہے کہ مسلمان اس کو بیچے بغیر وسیع آراضی حاصل کر کے اسے قبرستان کے لیے وقف کر دیں، یہ آسان سی شکل ہے، رہ گئی بات استبدال کی تو اس کے لیے فقہاء نے بہت سارے شرائط رکھے ہیں، ان شرائط کی پاسداری کے ساتھ استبدال کیا جاسکتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ قاضی شریعت ضرورت دیکھ کر استبدال کی اجازت دیں، احقر کا رجحان یہ ہے کہ آخر حد تک بیچنے اور استبدال سے گریز کرنا چاہیے کہ یہ شریعت اور واقف کی عمومی منشاء کے خلاف ہے، فتاوی امارت شرعیہ میں ہے:

''وقف تام مکمل ہونے کے بعد جب تک شئ موقوف قابل انتفاع رہے اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ منشاء واقف کے خلاف ہے، جب کہ منشاء واقف کی رعایت ضروری ہے'' (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۶/۳۴۰)

۴۔میت دفن ہونے کے بعد بھی قابل احترام ہے، اس لیے قبرستان کے ان حصوں پر وضوخانے، استنجاء خانے اور بیت الخلاء کی تعمیر شرعاً درست نہیں ہوگی جہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات کے موجود ہونے کا یقین ہے، ضرورتاً ان جگہوں پر بنایا جاسکتا ہے جہاں میت کے باقیات کے باقی نہ ہونے کا یقین ہو اور پرانی قبروں کے آثار بھی نہ دکھ رہے ہوں، اگر ایسی شکل نہ بنے تو دوسری شکلوں پر غور کرنی چاہیے، مسجد کے صحن وغیرہ کے حصے میں اس کے لیے جگہ نکالنی چاہیے، غلیظ اور گندے پانی قبروں تک نہ پہونچیں اس کا التزام کرنا چاہیے۔

۵۔جن قبرستانوں میں مساجد نہیں ہیں، وہاں قبرستان کی زمین میں مسجد کی تعمیر واقف کی منشاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے، مسجد کی تعمیر کو مصالح قبرستان کے خانے میں بھی نہیں ڈالا جاسکتا، اس لیے قبرستان خواہ چھوٹا یا تنگ ہو یا وسیع ہو یہ تعمیر درست نہیں ہوگی، استنجا خانہ اور وضوخانہ کا حکم ۴ نمبر پر گزر چکا ہے۔

۶۔موقوفہ قبرستان کی آراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال واقف کی منشاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، البتہ ضرورت سے زائد وسیع وعریض رقبہ کو کوئی ادارہ لیز یا کرائے پر لے لے اور اس کی آمدنی قبرستان کی ضرورت اور مصالح ومفاد میں استعمال کی جائے تو یہ شکل درست ہے، ہر حال میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہوگا کہ اس

زمین کے قبرستان کے لیے موقوفہ ہونے کا خیال لوگوں کے دلوں سے مرور زمانہ کی وجہ سے محو نہ ہو جائے، دستاویز جو بنائے جائیں اس میں اس کی صراحت موجود ہو۔

۷۔قبرستان کے اس حصے میں جنازہ گاہ بنانا درست ہوگا جہاں قبروں کی نشانات نہیں ہیں، جو ظاہراً افتادہ ہوں، اس کی اجازت اس لیے ہونی چاہیے کہ جنازہ پڑھنے کی جگہ کا ہونا مفاد ومصالح قبرستان میں سے ہے، البتہ قبروں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، اس لیے قبرستان کی خالی جگہیں جہاں مردے دفن نہیں ہیں، اسے جنازہ گاہ بنایا جا سکتا ہے۔

۸۔قبرستان کا کھلیان، جانوروں کی قیام گاہ، کھینی پھیلانے یا دوسرے کاموں کے لیے استعمال جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ احترام موتی کے خلاف ہے اور یہ مجبوری ایسی بھی نہیں ہے، جس کا دوسرا کوئی حل نہ ہو دراصل موقوفہ آراضی کے غیر شرعی استعمال پر غیروں کی نہیں اپنوں کی بھی نظر لگی رہتی ہے، اس لیے ایسی ضرورتیں ظاہر کرتے رہتے ہیں۔

اگر اسے روکا نہ گیا تو قبرستان کی بے حرمتی عام ہو جائے گی، اگر کسی مفتی نے اجازت دی ہو تب بھی سد ذریعہ کے طور پر اسے ممنوع ہی ہونا چاہیے، ترمذی شریف میں جابر ابن عبداللہ سے حسن صحیح درجہ کی ایک روایت منقول ہے، موسوعۃ الفقہیہ میں اس سے استدلال کیا گیا ہے:

”القبر محترم شرعاً توقيراً للميت من ثم اتفق الفقهاء على كراهة وطأ القبر والمشي عليه، لما ثبت ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى ان توطا القبور“. (الموسوعة الفقية: ۲۴۵/۳۲)

هذا ما عندی والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحكم

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

محمد فہیم اختر ندوی
پروفیسر اسلامک اسٹڈیز، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

سوال نمبر ۱۔ قبرستان کی اراضی کا تحفظ ضروری ہے، اور اس کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرنا ضروری امر ہے، لیکن قبرستان کے لئے محض آمدنی حاصل کرنے کی غرض سے اس میں اونچے ستون بنا کر اوپر میں دوکانیں اور مارکیٹ بنائی جائے اور ان کو کرایہ پر لگایا جائے، یہ بالکل درست نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ یہ مقاصد واقف کے خلاف ہے، نیز قبرستان کی حرمت اور اس سے موعظت کے حصول کو نقصان پہنچانے والا عمل ہے۔ جب قبرستان کے اوپر مارکیٹ بنی ہوگی تو وہاں کا منظر ہی بدل جائے گا، اور قبرستان کی زیارت سے موت کی تذکیر کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انی کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تذکرکم الآخرة''۔ (مسند احمد: 1236)

سوال نمبر ۲۔ بڑھتی آبادی اور زمین کی قلت کی وجہ سے قبرستان کی زمین تنگ پڑتی جارہی ہے، ایسی صورت میں قبرستان کے اوپر دوسری منزل بنائی جائے اور اس پر مٹی بھر کر وہاں تدفین کی جائے تو یہ عمل کیسا ہے؟

قبرستان کے اوپر دوسری منزل بنا کر اس پر مردوں کی تدفین کرنے میں آئندہ مردوں کی بے حرمتی اور دوسرے نقصانات کا اندیشہ ہے، مثلاً اگر زلزلہ آئے اور اوپر کی منزل گر جائے تو نعشیں بکھر جائیں گی، اسی طرح اگر کسی وجہ سے وہ چھت کمزور ہو جائے، یا ستون کمزور ہو جائے اور اوپر کی منزل گر جائے تو نعشیں نیچے گر جائیں گی۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ شر پسند عناصر اوپر کی منزل کو نیچے سے توڑ دیں اور نعشوں کی بے حرمتی کریں۔ فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر بھی اس طرح کے خطرات ہیں، ان سب ممکنہ مفاسد اور خطرات کے پیش نظر یہ حل مناسب نہیں محسوس ہوتا ہے۔

قبرستان میں ہونے والی تنگی اور جگہ کی کمی کے لئے دوسرے حل نکالے جاسکتے ہیں۔ بہت سی جگہوں پر اس لئے قبرستان کی جگہ تنگ ہو رہی ہے کہ وہاں قبروں کی جگہ دائمی طور پر محفوظ کر دی گئی ہے، اور بیشتر تو انھیں پختہ کر دیا گیا ہے، اگر پرانی قبروں کو استوار کر کے وہاں نئی قبریں بنائی جائیں تو یہ بھی ایک حل ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر ۳۔ آبادی کے درمیان آجانے والے چھوٹے قبرستان کو فروخت کر کے شہر سے باہر وسیع اراضی پر

قبرستان بنانا کیسا ہے؟

یہ وقف کے استبدال کی بات ہے، اور اس میں موجودہ وقف کے لئے کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے، صرف مقامی آبادی سے قبرستان ہٹا کر وسیع قبرستان بنانا مقصد ہے۔ اس غرض کی خاطر وقف کا استبدال درست نہیں ہے۔ آبادی کے اندر قبرستان تو لوگوں کی ضرورت ہے، اور شہر سے باہر دور میت کو لے جانا دشواری کا باعث ہوگا۔ مقامی آبادی میں قبرستان پہلے سے موجود ہے تو اس قبرستان سے ہٹ کر آمد ورفت کے راستے بنائے جاسکتے ہیں۔ اور اگر قبرستان چھوٹا ہے تو اس کا حل اس کو فروخت کر کے دوسرا قبرستان بنانا نہیں ہے، بلکہ اس کو باقی رکھتے ہوئے دوسرا قبرستان بنانے کی فکر کرنی چاہئے۔

سوال نمبر ۴۔ قبرستان میں مسجد بنی ہوئی ہے، لیکن بیت الخلاء اور وضوخانے نہیں ہیں تو یہ وہاں بنا سکتے ہیں؟

وضوخانے اور بیت الخلاء مسجد کے لازمی تقاضوں میں سے ہیں۔ نمازیوں کی نہ صرف یہ ضرورت ہیں، بلکہ اگر استنجاء اور وضو کی سہولت نہ ہو تو وہ نماز سے محروم رہ جائیں گے، لہٰذا مسجد کے باہر قبرستان کے حصہ میں استنجاء خانے اور وضوخانے بنائے جانے چاہئیں۔ اگر پرانی قبریں وہاں پر ہوں تو زمین کو استوار کرتے وقت باقیات وغیرہ علاحدہ دفن کر دی جاسکتی ہیں۔ یہ قبرستان کے واقف کے مقصد کے خلاف نہیں ہوگا؛ کیونکہ اب محلوں اور مسجدوں میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے جنازہ کی نماز بھی قبرستان ہی میں پڑھنے کی ضرورت پیش آگئی ہے، اور اس کے لئے بھی استنجاء خانہ اور وضوخانے کی ضرورت ہوگی۔ پس قبرستان میں تدفین سے ہی متعلق یہ ضروریات ہوں گی۔

سوال نمبر ۵۔ اگر قبرستان میں مسجد نہیں ہے اور قبرستان کی زمین وسیع ہے تو وہاں مسجد کی تعمیر اس طرح کرنا کہ قبرستان کا بہت کم حصہ اس میں استعمال ہو، درست ہوگا، تاکہ وہاں جنازہ کی نماز بھی انجام پائے، اور پنج وقتہ نماز سے اس کا مزید تحفظ اور دیکھ بھال ہو جائے۔ اگر قبرستان کی جگہ چھوٹی ہو تب اس میں مسجد کی تعمیر نہ کی جائے، بلکہ تدفین کے لئے اسے مخصوص رکھا جانا ہی مناسب ہے۔ وسیع اراضی والے قبرستان میں مسجد کے ساتھ وضوخانے اور استنجا خانے بھی بنائے جاسکتے ہیں، کیونکہ یہ نماز کے مطلوبہ تقاضے ہیں جیسا کہ سوال نمبر 4 میں گذرا۔

سوال نمبر ۶۔ بہت زیادہ اراضی والے قبرستان میں جہاں اراضی کا تحفظ خطرہ میں ہے، ان کے تحفظ کے مقصد سے یہ مناسب ہوگا کہ وہاں پر تعمیر کر کے اسے دینی ادارہ کو کرایہ پر دیا جائے؛ تاکہ اس سے قبرستان کو آمدنی بھی ہو، اور ان کا تحفظ بھی ہو جائے۔ یہ منشا واقف کے خلاف نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں نہ تو تدفین کی کوئی مشکل پیش آرہی ہے، اور نہ ہی قبرستان کی اراضی کسی دوسرے کی ملکیت میں دی جارہی ہے۔ بلکہ اس کے تحفظ کی شکل اس طرح نکالی جا رہی ہے کہ زمین کی ملکیت قبرستان ہی کی رہے گی، اور جب آئندہ اس زمین کی ضرورت قبرستان کو پیش آئے گی تو اسے قبرستان میں تبدیل کر لینا ممکن بھی رہے گا۔ اسلامک فقہ اکیڈمی کے ایک سیمینار میں بھی قبرستان کے تحفظ کے لئے اس

کے اردگرد دکانیں تعمیر کر کے کرایہ پر دینے کی اجازت دی گئی ہے، (دیکھئے تجاویز دسواں فقہی سیمینار بابت ہندوستان میں اوقاف کے مسائل، کتاب 'جدید مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے' صفحہ 167، طبع 2022)۔

سوال نمبر ۷۔ ہمارے ملک کے موجودہ حالات میں جن آبادیوں کے اندر جنازہ کی نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو، وہاں سڑک پر، یا عام راستوں پر نماز پڑھنے میں سخت ترین خطرات اور اندیشے ہیں، ایسی جگہوں پر تو ضروری ہوگا کہ قبرستان کے کنارہ ایک چھوٹے حصہ میں عارضی انتظام کے ساتھ جنازہ کی نماز گاہ بنائی جائے۔ اس سے نہ صرف امن وتحفظ ہوگا، بلکہ جنازہ کی نماز سکون واطمینان سے ہوگی اور اسلام کا اچھا پیغام غیروں میں جائے گا۔

سوال نمبر ۸۔ جیسا کہ سوالنامہ میں ہی واضح کر دیا گیا ہے کہ قبرستان کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہنگامی حالات پیدا ہو گئے ہوں، مثلاً سیلاب آ گیا ہو تو اس وقت وقتی طور پر قبرستان کے کچھ خالی حصے میں لوگوں کی ہنگامی ضروریات کے لئے غلے رکھنے اور مویشیوں کو باندھنے کی اجازت ہوگی، کیونکہ یہ صرف وقتی استعمال ہے، جبکہ ہنگامی حالات درپیش ہیں، اور اس صورت میں بھی قبرستان کی اراضی کسی دوسرے کی ملکیت میں نہیں دی جارہی ہے، نیز قبرستان کی خالی جگہ کے استعمال سے قبروں کی بے حرمتی بھی نہیں ہورہی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

مفتی نثار احمد گودھرا

سوال: (۱) اگر قبرستان میں پار دے دیئے جائیں جو تقریبا دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں، تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

جواب: (۱) قبرستان مردوں کی تدفین لئے وقف ہوتا ہے اس کو اسی کام میں استعمال کرنا ضروری ہے، اس کے علاوہ دیگر امور میں استعمال کرنا شرنا جائز نہیں ہے۔ اگر اوپر پار دیکر مارکیٹ بنایا جائے تو بظاہر قبرستان کو فائدہ نظر آتا ہے لیکن لوگوں کے دلوں سے قبرستان کی اہمیت اور عظمت ختم ہو جائے گی، قبرستان یہ عبرت کی جگہ ہے، یہاں آخرت اور موت کی یاد ہوتی ہے، مارکیٹ بنانے کی وجہ سے وہاں لوگوں کی چہل پہل زیادہ ہوگی اور قبرستان کی ہیبت جو لوگوں کے دلوں میں ہے وہ ختم ہو جائے گی، اگر چہ تدفین کا عمل جاری رہے، قبرستان کو جتنی آمدنی کی ضرورت ہے اس کا لوگوں سے چندہ کرلیا جائے۔

سوال: (۲) اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورتحال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجود قبرستان میں پار دیکر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے جسکی حیثیت قبرستان کی طرح ہو جائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔ اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب: (۲) جن شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، اور تدفین میں تنگی محسوس ہو رہی ہے اور تازہ قبروں کی باقیات کو مٹا کر نئے مردوں کی تدفین وجود میں آتی ہے، نیز نئی جگہ خریدنے میں حد سے زیادہ دشواری ہو جس کا تحمل امت مسلمہ کی طاقت سے باہر ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں موجودہ قبرستان میں پار دے کر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر مٹی ڈال کر ایک قبرستان کی شکل دی جائے تو ایسی گنجائش ہوگی، اس لئے کہ قبرستان کو اسی مقصد میں استعمال کیا جارہا ہے جس مقصد کے لئے اس کو وقف کیا جاتا ہے۔

سوال: (۳) قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمدورفت کی بھی ہوتی ہے گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہوجاتا ہے، کمیٹی اس صورتحال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جبکہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

جواب: (۳) وقف کے سلسلہ میں اصل مسئلہ اور اصول یہ کہ اوقاف کی ملکیت کو کسی حال میں بدلنا اور فروخت کرنا جائز نہیں ہے، خصوصا جب واقف نے زمین کو عین قبرستان کے لئے وقف کررکھا ہو اور اس بات کی صراحت کی ہو۔ یہاں قبرستان ہی رہے، اور فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہیں کہ واقف کی شرط۔ مفہوم دلالت اور اس پر عمل کے وجوب کے لحاظ سے۔ شارع کے نص کے درجہ میں ہے نیز یہ بھی صراحت موجود ہے: "**لا یباع ولا یوھب ولا یورث**"۔ ایسی معمولی دشواری کی وجہ سے اس میں تبدیلی اور فروخت کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔

البتہ سوال میں جن دشواریوں کا ذکر کیا گیا ہے اس کا حل یہی ہو اور دوسرا کوئی راستہ نہ ہو تو ایسے حالات میں قبرستان کمیٹی اور دیگر قوم کے ذمہ دران بیٹھکر دارالافتاء سے رجوع کرے تو کوئی راستہ نکل سکتا ہے، اگر اس کا عمومی فتوی دیا گیا تو لوگ معمولی بہانے بنا کر اوقاف میں خرد برد کرنا شروع کردینگے۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ ہر جگہ درست نہیں ہوتا ہے۔

سوال: (۴) بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنج وقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجا خانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجا خانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں، جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمدورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر استنجا خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجاء خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب: (۴) موقوفہ قبرستان میں مسجد کے نمازیوں کے خاطر بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ہے، یہ اوقاف کے مقاصد کے خلاف ہے، اگر ایک بار اجازت دی جائے تو معاملہ متعدی ہوگا، اور دھیرے دھیرے قبرستان پر قبضہ ہو جائے گا، اس لئے قبرستان کے کسی حصہ کو بیت الخلاء بنانا درست نہ ہوگا۔

سوال: (۵) ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجد میں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجد میں تعمیر کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجا خانہ اور بیت الخلا بنائے جاسکتے ہیں؟

جواب: (۵) اگر قبرستان اتنا وسیع ہو کہ مسجد کی تعمیر سے قبروں کی ضرورت میں تنگی نہ ہوگی تو مسجد بنانا درست ہے اگر قبرستان میں قبروں کی تنگی کا اندیشہ ہو تو مسجد نہ بنائی جائے، کیونکہ قبرستان ہی کے لئے جگہ وقف ہے، بلاضرورت اس کو دوسرے مصرف میں صرف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر قبرستان کو فی الحال زمین کی ضرورت نہیں اور آئندہ طویل مدت عرصہ تک قبریں بنانے کے لئے اس کی ضرورت نہ پڑے گی، تو مسجد، استنجاء خانہ، اور بیت الخلاء اس شرط کے ساتھ بنایا جائے کہ قبرستان کو جب اس زمین کی ضرورت پڑے گی ان چیزوں کو توڑ دیا جائے گا، اور زمین کو اپنے اصل کام میں استعمال کیا جائے گا جس کام کے لئے اس کو وقف کیا گیا ہے۔

سوال: (۶) ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بدلگی ہوئی ہے اور ان پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کردیئے جائیں تو کیا شرعاً اسکی گنجائش ہوگی۔ اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اور فتوے بھی آئے ہیں لیکن ان دنوں مسلمانوں اور ان کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔ کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشاواقف کے خلاف تصور تو نہیں کیا جائے گا؟ اگر ادارہ قائم کردینے سے اراضی کا تحفظ ہو تو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر دیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہو تو کیا یہ صورت شرعاً درست ہوگی؟

جواب: (۶) اگر قبرستان بہت زیادہ وسیع ہو اس کے تحفظ کا مسئلہ پیدا ہوجائے اور اس کے لئے کوئی راستہ نہ ہو تو قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے ادارہ کو قائم کیا جائے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آئندہ جب قبرستان کو اس کی ضرورت پڑے گی تو ادارہ کو ختم کرکر کے اس کی اراضی کو اصل مقصد میں صرف کیا جائے گا۔ بہتر ہے کہ ادارہ قبرستان کمیٹی کی ماتحتی میں ہونا چاہیے اور اس کا کوئی نہ کوئی کرایہ بھی مقرر کیا جائے۔

سوال: (۷) ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ

گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو، کیا شرعا اس کی اجازت ہے، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

جواب: (۷) قبرستان کی ایسی جگہ جو خالی ہے اور فی الحال قبرستان کو اس کی ضرورت ضرورت نہ ہو اور تدفین بھی نہ ہوتی ہو اس جگہ کو ضرورت کے پیش نظر جنازہ گاہ بنانا درست ہوگا۔

وفی الشامي: أو كان في المقبرة موضع للصلوة ولا قبر ولا نجاسة فلا بأس به. (شامی زکریا: ۲/ ۴۲۵)

سوال: (۸) بعض علاقے جہاں کاشتکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل بھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے ہیں، کیا اسکی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کر دیئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دیگر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

جواب: (۸) قبرستان کو صاف ستھرا رکھا جائے، خصوصا مویشیوں اور جانوروں سے اس کی حفاظت کی جائے۔ جن قبرستانوں میں جانور پر روک نہیں ہوتی اس کی حالت بہت زیادہ خراب ہو جاتی ہے، اس لئے قبرستان کو فقط اس کے مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے جس کے لئے وہ وقف ہوتا ہے، کسی شخصی کام کے استعمال کے لئے منع کر دیا جائے ورنہ یہ عادت اس کو روکنے والی نہ ہوگی، اور دھیرے دھیرے دوسرے کاموں کے استعمال کے لئے دینے پر کمیٹی کو مجبور ہونا پڑے گا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی طرح کے کاموں میں اس کو استعمال نہ کیا جائے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

ويكره أن يبنى على القبر أو يقعد أو ينام عليه أو يوطا عليه أو تقضى حاجة الإنسان من بول وغائط. فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها. كذا في البحر الرائق.